خطبات

خواجہ شمس الدین عظیمی

جلد سوئم

خواجہ شمس الدین عظیمی

خطبات

خواجہ شمس الدین عظیمی

خواجہ شمس الدین عظیمی

www.ksars.org

فہرست

تفسیر سورۃ اخلاص 4

خواب اور حقیقت (عید قرباں پر خطاب) 18

حقوق العباد کیا ہیں؟ 29

اولیاء اللہ اور سائنسدانوں میں کیا فرق ہے؟ (ورکشاپ میں خطاب) 32

قرآن پاک کی حکمت 35

انسان اللہ کا دوست کس طرح بن سکتا ہے 45

سلسلہ عظیمیہ کا مقصد روحانیت کو سائنسی انداز میں پیش کرنا 48

توحید کیا ہے 55

کیا فرقہ پرستی صراط مستقیم سے ہٹا دیتی ہے؟ 67

امانت اور علم الاسماء میں کیا فرق ہے؟ 71

رات اور دن کے حواس 84

پاکستان ٹیلی ویژن پر خصوصی انٹرویو (کراچی) 92

ایمان دار لوگ ''پریشان'' اور بے ایمان لوگ ''خوشحال'' کیوں ہوتے ہیں؟ 98

کیا انسان فرشتوں سے افضل ہے؟ 107

www.ksars.org

اللہ رازق ہے، تو مسلمان کیوں ذلیل ہو رہے ہیں؟ 109

کیا کوئی قوم عبادت سے ممتاز ہو سکتی ہے؟ 115

ابو ظہبی میں ورکشاپ سے خطاب 118

شب برات کیا ہے؟اور اس رات میں کیا ہوتا ہے اور اس کی فضیلت کیا ہے؟ 126

انسان کس طرح خوش رہ سکتا ہے؟ 133

اسلام مکمل دین ہے۔(عیدالاضحی 23-03-99)............ 140

روزہ انسان کو روح کے قریب کر دیتا ہے۔(عیدالفطر 09-01-00) 143

مخلوق کا خالق سے رابطہ ضروری ہے۔(عیدالفطر 21-01-99)............ 148

زندگی اور موت کا دارومدار روح پر ہے۔............ 154

غور و فکر نہ کرنے کی وجہ سے انسان شیطان کے قریب ہو جاتا ہے۔............ 163

غور و فکر کرنے کا طریقہ 172

اولیاللہ کے وصال کو کہتے ہیں۔''اسد نیا سے پردہ فرمالیا——''اس کی وضاحت فرمادیں؟ 177

پیغمبر اور اولیاءاللہ کے آنے کے بعد بھی انسان ان کی تعلیمات سے دور کیوں ہو گیا؟............ 189

www.ksars.org

تفسیر سورۃ اخلاص

اعوذ باالله من الشيطان الرجيم

بسم الله الرحمٰن الرحيم

قل هو الله احد۔ الله الصمد۔ لم يلد ولم ويلد۔ ولم يكن له كفواً احد

سورۃ اخلاص ابھی جو میں نے آپ کے سامنے تلاوت کی اس کے بارے میں ہیں کہ اگر سورۃ اخلاص کو تین دفعہ تلاوت کر لیا جائے اور اس کے معنی اور مفہوم پر غور کر لیا جائے تو انسانی شعور میں ایسی روشنیاں داخل ہو جاتی ہیں کہ جو شعور قرآن پاک کی حکمت کو قرآن پاک کے معنی اور قرآن پاک کے مفہوم کو سمجھتا ہے۔ عام الفاظ میں اس طرح کہا جاتا ہے اگر تین دفعہ سورہ اخلاص کو پڑھ لیا جائے تو ایک قرآن کا ثواب ملتا ہے۔ ثواب کیا چیز ہے ثواب کا مفہوم اگر آپ غور و فکر سے سمجھیں اس کے علاوہ کچھ نہیں کہ ثواب کسی عمل کا نتیجہ یا حاصل ہے. جس آدمی نے خوشنودی کے ساتھ اللہ کو پکارا خوشنودی کے ساتھ اللہ کو پکارنے کے بعد اللہ تک رسائی، اللہ کا عرفان اسے ہو جاتا ہے تو اس کا نام ثواب ہے۔ روزہ آپ نے رکھا سب جانتے ہیں کہ روزہ رکھنے کا ثواب ہے لیکن جب ثواب کا مفہوم زیر بحث آتا ہے تو انسان یہ سمجھنے کی کوشش کرتا ہے کہ ثواب کیا؟

،تو اللہ تعالٰی خود فرماتے ہیں روزے کی جزا میں خود ہوں یعنی جس بندے نے اللہ کے لئے روزہ رکھا، روزے کے آداب پورے کئے ایک وقت مقررہ تک نہ کچھ کھایا نہ کچھ پیا، جھوٹ نہیں بولا، زیادہ سے زیادہ وقت عبادت میں گزارہ، نماز بھی پڑھی قرآن پاک کی تلاوت بھی کی اس کے بارے میں یہ سوچا جائے یہ سب ہم کیوں کر رہے ہیں تو یہ کہا جاتا ہے کہ ثواب کے لئے کر رہے ہیں تو ثواب کا کیا مفہوم ہے تو یہی کہا جائے گا یہ سب میں اللہ کے لئے کر رہا ہوں جو چیزیں میرے لئے حلال ہیں چونکہ اللہ تعالٰی نے ایک معین وقت تک کھانے پینے کو منع کر دیا اس لئے میں نے حلال چیزوں کو ہاتھ نہیں لگایا ہے۔

یعنی ثواب کا مفہوم اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے کہ اس کے عمل کا نتیجہ یا حاصل کیا ہے، اب اللہ تعالٰی یہ فرماتے ہیں جب کوئی آدمی روزہ رکھتا ہے روزے کا ثواب ہے جب اللہ تعالٰی نے فرمایا روزے کی جزا میں خود ہوں روزے کی جزا میں خود کا مطلب یہ ہے کہ اگر روزہ پورے قواعد و ضوابط اور احتیاط کے ساتھ رکھ لیا جائے تو اللہ اس کو مل جاتا ہے روزے کی جزا کا مطلب ہے میں اس بندے کو مل جاتا ہوں وہ بندہ مجھ سے قریب ہو جاتا ہے پھر روزے کے سلسلے میں آپ سب لوگ جانتے ہیں کہ لیلۃ القدر ایک یہ مفہوم میں بیان کر رہا ہے روزے کا یہ مفہوم نہیں ہے لیکن سمجھنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے جب ارشاد فرمایا جب کوئی مومن روزہ رکھ لیتا ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ طاق راتوں میں لیلۃ القدر کو تلاش کرے تیس کو پچیس کو ستائیس کو لیلۃ القدر کے بارے میں حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے کہ لیلۃ القدر کو تلاش کرو۔ اب لیلۃ القدر کے بارے میں قرآن پاک میں اللہ تعالٰی فرماتے ہیں وما ادراک مالیلۃ القدر... کہ آپ کیا سمجھیں لیلۃ القدر کیا ہے؟

www.ksars.org

حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ لیلۃ القدر کو طاق راتوں میں تلاش کرو۔اللہ تعالٰی نے فرمایا روزے کی جزامیں خود ہوں اب اللہ تعالٰی یہ فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟ پھر فرماتے ہیں اللہ تعالٰی لیلۃ القدر ایک ایسے حواس کا نام ہے کہ جن حواس سے آدمی حضرت جرائیل علیہ السلام کو دیکھ سکتا ہے اور حضرت جرائیل علیہ السلام سے مصافحہ کر سکتا ہے اوران چیزوں کو بھی وہ جان لیتا ہے سمجھ لیتا ہے کہ جو اللہ کا امر ہے وہ اللہ کی طرف سے جو چیزیں نازل ہو رہی ہیں وہ اس کا مطلب یہ ہوا کہ لیلۃ القدر کا ثواب کیا ہے؟ ہم اب لیلۃ القدر کا بہت بڑا ثواب ہے تو کوئی آپ سے پوچھے بھی ثواب کیا چیز ہے جو اعمال آپ کر رہے ہیں اس کی جزااور اس کا حاصل ہے تو ایسی صورت سے جب ہم قرآن پاک میں غور و فکر کرتے ہیں اور یہ ہمارے بزرگوں کی بات ہے تو یہ جو ہمارے اولیاء اللہ نے اور مرسلین نے جو لکھا ہے سورہ اخلاص کو اگر تین دفعہ تلاوت کر لیا جائے تو ایک قرآن کا ثواب ملتا ہے یعنی ایک قرآن کو سمجھنے کے لئے جتنی سکت اور جتنی کاوش اور جتنی جدوجہد آدمی کو کرنا پڑتی ہے اگر وہ سورہ اخلاص کو تین دفعہ پڑھے اس کے معنی اور مفہوم پر غور و فکر کرلے تو قرآن کا ایک مکمل خاکہ انسان کے سامنے آجاتا ہے کہ قرآن میں کیا پڑھا۔

اب یہ آیت میں نے ابھی تلاوت کی سورہ اخلاص، اب اس میں آپ دیکھئے غور کریں اب ثواب کے اوپر غور کریں اللہ تعالٰی کیا کیا فرمانا چاہتے ہیں یعنی سورہ اخلاص پڑھنے کا ثواب لے کر رہیں یعنی سورہ اخلاص پڑھنے کا حاصل کیا ہے یا سورہ اخلاص پڑھنے کا نتیجہ کیا اللہ تعالٰی فرماتے ہیں اے پیغمبر ﷺ آپ فرمادیجئے اللہ تعالٰی ایک ہے اللہ تعالٰی اپنے بندے محمد رسول اللہ ﷺ سے فرماتے ہیں آپ ان کو بتادیجئے لوگوں کو کہ اللہ ایک ہے، ایک سے مراد اللہ جیسا کوئی نہیں ہے شاہ عبدالقادر صاحب نے ترجمہ کیا میری ایسی ذات کہ جس کی کوئی مثال ہے نہ کوئی عقل ہے نہ کوئی اس کے بارے میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں بالکل یکتا ہے کسی بھی صورت سے نہ وہ الفاظ میں بیان ہو سکتا ہے نہ عقل اس کو زیادہ پھیلا سکتی ہے نہ اسے کم کر سکتی ہے ایک ہے آپ پیغمبر ﷺ آپ فرمادیجئے اللہ ایک ہے۔

اب جو انسانی شعور سے غور وفکر کرتے ہیں تو زمین پر موجود کوئی بھی شئے ایک نہیں دو ہی ہو گی دس ہو نگی، ہزار ہو نگی ایک نہیں ہو نگی اب غور کریں آپ کہے جی کبوتر ایک ہے بالکل ایک نہیں ہے کبوتر ایک ہوتا ہے اس کی پوری نسل ہوتی ہے، آپ کہیں جی انسان ایک ہے تو انسان ایک نہیں ہوتا ہزاروں آدمی ہیں، آپ کہیں جی درخت ایک ہے درخت بھی ایک نہیں ہوتے بادام کا ایک درخت آپ کہیں جی بادام کا یہ ایک درخت ہے آپ کو ایک نظر آرہا ہے لیکن ساری دنیا میں کتنے بادام کے درخت ہیں کروڑوں ہونگے، اربوں ہونگے آپ کہیں صاحب زمین ایک ہے، زمین بھی ایک نہیں ہے زمین کو آپ کھودتے چلے جایئے سات طبق ہیں زمین کے، آپ کہیں جی سمندر ایک ہے نہیں سمندر ایک نہیں ہے سات سمندر تو ویسے ہی مشہور ہے اور پتا نہیں کتنے ہونگے، آپ کہیں صاحب دریا ایک ہے اب دریا بھی ایک نہیں ہے آپ کا چھوٹا سا پاکستان ہے ملک اللہ تعالٰی اسے قائم دائم رکھے دریا جہلم ہے، دریا نیلم ہے، دریا سندھ ہے، کچھ دریا فلاں یعنی آپ غور کریں گے اپنی زمین کے اوپر غور کریں تو آپ یہ کہیں گے زمین کے اوپر ایک تو کوئی چیز نہیں ہے اب آسمان کی طرف نظر آپ اٹھائیں کہیں جی ستارہ ایک ہے۔ کوئی ستارے ایک نہیں ہے آپ دیکھیں کتنے نظر آتے ہیں۔

www.ksars.org

چاند ایک ہے چاند آپ کو ایک نظر آرہا ہے چاند ایک نہیں ہے وہ تو بے شمار ہیں جب دنیائیں بے شمار ہیں، آپ کہتے ہیں سورج ایک ہے سورج ایک آپ کو نظر آرہا ہے اگر آپ کی نظر محدود ہے تو اس کا مطلب یہ تھوڑی اگر سورج کو ایک دیکھ رہے ہیں تو سورج بھی لاکھوں کروڑوں ہیں جب دنیا لاکھوں کروڑوں ہیں تو عالمین بیشمار ہیں تو سورج بھی بے شمار ہونگے دیکھئے نہ ایک عالم زمین ہمارا ہے۔

اس پر سورج ایک ہے اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں الحمد اللہ... میں تو عالمین کا رب ہوں جب عالمین ہونگے تو تمام عالمین کے سورج بھی الگ الگ ہونگے تو چاند بھی الگ الگ ہے پھر جتنا بھی آپ اگر اپنے اندر غور وفکر کریں تو آپ کو ایک چیز کوئی نظر نہیں آئے گی ہر چیز آپ کو کثرت نظر آئے گی یعنی ایک سے زائد ہو گی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں اے پیغمبر آپ ﷺ آپ فرمادیجئے اللہ ایک ہے اور ایسا ایک ہے اس کا ہمسر کوئی نہیں اس کو آپ کسی بھی طرح دو نہیں کہہ سکتے اب انسان ایک ہے لیکن مرد ایک ہے عورت ایک ہے پھر مرد اور عورت سے اس کی نسل چلی ہے اس کا کوئی اندازہ ہی نہیں ہے کوئی شمار ہی نہیں ہے تو اب اس آیت میں جب آپ غور فرمائیں گے تو پہلے تو آپ کو یہ پتا چلے گا اللہ ایک ہے اور ایسا ایک ہے دنیا میں کوئی ایک ہے ہی نہیں یعنی وہ واحد ہے اللہ ہی ہے اگر ایک کا لفظ اگر کسی کے لئے بیان کر سکتے ہیں تو وہ اللہ ہے اللہ صمد اللہ... کا کسی قسم کی احتیاج نہیں ہے نہ اسے بھوک لگتی ہے، نہ وہ پانی پیتا ہے، نہ اسے نیند آتی ہے، نہ اسے اونگ آتی ہے لاتاخذ سنتہ... اللہ ایک ایسی ذات ہے جس کو نہ نیند آتی ہے نہ اُونگ آتی ہے۔

اب اس پر بھی آپ غور کریں گے اس پر بھی ایک ہی بات کا علم ہوا کہ اللہ ایک ہے اور ایسا ایک ہے اس کے علاوہ کوئی دوسرا ایک نہیں ہو گا۔اب دوسرا کوئی بھی ایک اور دو ہو گا تو اس کو بھوک بھی لگے گی پیاس بھی لگے گی اس کی نسل بھی ہو گی اس کے بچے بھی ہونگے وہ جوان بھی ہو گا وہ بوڑھا بھی ہو گا وہ پیدا بھی ہو گا وہ مرے گا بھی اللہ الصمد ہر چیز سے بے نیاز، کسی قسم کی کوئی احتیاج اب جب ہم مخلوق پر غور کر تے ہیں زمین پر کسی بھی مخلوق کے بارے میں سوچیں وہ احتیاج کے بغیر زندہ ہی نہیں رہ سکتا پرندے کو لے لیں وہ بغیر کھائے پئے نہیں رہ سکتے انسانوں کو آپ دیکھیں وہ بغیر کھائے پئے نہیں رہ سکتے درختوں کو، درختوں پر آپ غور فرمائیں تو وہ کھائے پئے بغیر نہیں رہ سکتا آپ کسی درخت میں پانی ڈالنا چھوڑ دیں تو وہ سوکھ جائیں گے یعنی درخت بھی محتاج ہیں پرندے بھی محتاج ہیں اور زمین پر رہنے والی ہر مخلوق بھی محتاج ہے لیکن اللہ ایک ایسی ذات ہے کہ وہ کسی کی طرح محتاج نہیں ہے اللہ الصمد... اللہ کو کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے نہ اللہ پیدا ہوتا ہے، نہ اللہ لڑکا ہوتا ہے، نہ اللہ بوڑھا ہوتا ہے، نہ اللہ جوان ہوتا ہے،، نہ اللہ پیدا ہوتا ہے، نہ اللہ مرتا ہوتا ہے نہ کوئی تبدیلی ہوتی ہے نہ کوئی تعطل ہوتا ہے۔

نہ کوئی گھٹتا ہے نہ کوئی بڑھتا ہے ایسی ذات ہے گھٹنا، بڑھنا، کھانا، پینا، بوڑھا، لڑکپن ہر ضرورت سے بے احتیاج ہے ماوراہے۔اب اس سورۃ کو پڑھنے سے دو باتوں کا پتا چلا ہے کہ اللہ ایک ہے ایسا ایک ہے کائنات میں کوئی چیز اللہ جیسی ایک نہیں ہو سکتی یعنی کائنات میں اللہ کی ذات ایسی یکتا ہے کہ اس ذات کی طرح کوئی ذات نہیں ہے۔ایک ہے بس دوسرا کوئی ہے ہی نہیں اللہ ہے، اگر ہے تو ایک ہے انسان تو ایک نہیں ہو سکتا جب بھی ہو گا ظاہر ہے ماں ہو گی، باپ ہو گا، بھائی ہونگے خاندان ہو گا وہ خود باپ ہو گا دوسری صورت یہ ہے کہ مخلوق احتیاج کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتی اللہ کو کسی قسم کی احتیاج ہی نہیں ہے اللہ تو بے نیاز ہے تو دو باتوں کا ہمیں پتا چلا اللہ تو ایک ایسی ذات ہے کہ اس جیسا کوئی نہیں ہے دوسری یہ ہے کہ اللہ ایسی ذات ہے جسے کوئی احتیاج نہیں، اس کو کھانے پینے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

www.ksars.org

اس کو نیند بھی نہیں آتی اس کو اُونگ بھی نہیں آتی اس کو آرام کی بھی ضرورت نہیں ہے انسان یا ہر چیز تھکتی پرندے بھی تھک جاتے ہیں، چوپائے بھی تھک جاتے ہیں۔ مشینیں چلاتے ہیں لوہے کی وہ بھی تھک جاتے ہیں لم یلد ولم یولد... تیسری بات کیا ہوئی تیسری بات یہ ہوئی کہ اللہ نہ کسی کا باپ ہے نہ اللہ کسی کا بیٹا ہے مخلوق کے لئے لازم ہے کہ وہ کسی کا بیٹا ہو یا کسی کا باپ ہو اب آپ کسی بھی مخلوق کو دیکھ لیں، پرندوں کو دیکھ لیں، ان کے بھی ماں باپ ہوتے ہیں، درختوں کو دیکھ لیں ان کی بھی اولاد ہوتی ہے... بھئی درختوں کی اولاد ان کا پھل ہے پھول ہے پتے ہیں شاخیں ہیں یہ درختوں کی سب اولادیں ہیں اللہ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ اللہ کسی کی اولاد ہے۔ اب ان دونوں باتوں سے بھی یہی بات پتا چلی کہ اللہ ایک ایسی واحد ہستی ہے وہ مخلوق کی طرح نہیں ہے نہ وہ مخلوق کی طرح ہوتی، نہ مخلوق کی طرح کھا نے پینے کی ضرورت ہوتی ہے، نہ مخلوق کی طرح اس دنیا سے اسے دوسری دنیا میں جانا ہوتا ہے قائم ہے ایک جگہ پر ولم یکن لہ کفواً احد ...اب اللہ کا کوئی خاندان بھی نہیں ہے اب انسان میں آپ لوگوں نے دیکھا ہو گا دنیائیں ہیں قبیلے ہیں قومیں ہیں انسان تو پہچانا ہی اس بات سے جاتا ہے بھئی تم کون ہو؟

جی ہماری ایک قوم ہے قوم یہ ہے اب مسلمان ہیں۔ بھئی تمہاری پہچان کیا ہے؟ وہ کہے گا جی پاکستانی ہیں۔ دوسرے سے کہیں گے بھئی تم کون ہو؟ کہیں گے ہم ہندو ہیں ہماری پہچان جو ہے ہندوستانی ہے یعنی خاندان کے علاوہ قبیلے کے علاوہ برادری کے علاوہ انسان اپنا تذکرہ ہی نہیں کر سکتا اس کی کوئی ذات بھی ہو گی اس کی کوئی برادری بھی ہو گی اس کا کوئی کنبہ بھی ہو گا اس کی کوئی قومیت بھی ہو گی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اللہ کا کوئی خاندان ہی نہیں ہے تو وہ اس سے بھی ماورا ہے نہ اس کا کوئی خاندان ہیں نہ اس کی کوئی برادری ہے نہ اس کی کوئی قوم ہے اگر کوئی قوم ہوتی تو ظاہر ہے پھر اللہ جو ہے مخلوق کے ساتھ مل جاتا اب کیوں کہ اللہ ایک ہے مخلوق کے ساتھ وہ مل ہی نہیں سکتا۔

اب صورت یہ سامنے آئی کہ اللہ کے علاوہ جو کچھ ہے وہ مخلوق ہے اور اللہ خود یعنی اللہ ایک ایسی ذات ہے کہ جو پیدا کرنے والی ہے اللہ ایک ایسی ذات ہے جو پیدا کر کے وسائل فراہم کرنے والی ہے، اللہ ایک ایسی ذات ہے جس کو یہ علم ہے کہ مخلوق کی کیا کیا ضروریات ہیں وہ یہ جانتا ہے، مخلوق کو پانی چاہئے اللہ تعالیٰ نے مخلوق کے لئے پانی فراہم کر دیا دریا میں، زمین کے اندر پانی، بارش کا پانی پہاڑوں میں پا نی، پہاڑوں پر برف جمتی ہے وہ پانی اللہ تعالیٰ کو یہ علم بھی ہے مخلوق کھائے پیئے بغیر نہیں رہ سکتی اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے زمین کو کتنا بڑا دستر خوان بنا دیا ہر وہ چیز جو انسانی ضرورت کے لئے زمین پیدا کر رہی ہے گیہوں زمین پیدا کر رہی ہے یہ ہر چیز جو بھی ہماری کھانے پینے کی ہے ترکاری ہے پھل ہے فروٹ ہے۔ اجناس ہے سب اللہ تعالیٰ جو ہے زمین کی ڈیوٹی لگا دی کہ تجھے پیدا کر دیا ساتھ ساتھ زمین کی ڈیوٹی کے کہ تجھے کھیتاں پکانی ہیں، پھل پکانے ہیں، چاند کی یہ ڈیوٹی لگا دی پھلوں میں مٹھاس پیدا کرنا ہے اگر چاند نہیں ہوتا تو ہر چیز کڑوی ہو جا ئے گی۔

اللہ تعالیٰ کی مخلوق کیوں کہ ایک نہیں ہو سکتی اب ضروری ہے کے مخلوق کو دو کرنے کے لئے دو رخ بنائے جائیں ایک مذکر رخ بنایا جائے ایک مونث رخ... پھر بھی مخلوق کیوں کہ عورت بھی ایک ہے مرد بھی ایک ہے۔ او دونوں ایک نہیں رہ سکتے لہذا اولاد ہوتی ہے تو جب ہم اس آیت پر غور کرتے ہیں اللہ کی نشانیوں پر اللہ کی صفات پر تو ہمیں یہ بات پتا چلتی ہے اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں اپنا تعارف کر

www.ksars.org

وایا۔اور تعارف اللہ تعالیٰ سے اس طرح کروایا ہے کہ مفہوم کے ساتھ بیان کر دی ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں اللہ ایک ہے ظاہر ہے مخلوق تو ایک ہو ہی نہیں سکتی،اللہ بے نیاز ہے ظاہر ہے مخلوق تو بے نیاز نہیں سکتی،اللہ کسی کی اولاد نہیں کسی کا باپ نہیں اللہ کی مجبوری ہے وہ کسی کا باپ ہو کسی کی اولاد ہو۔اللہ کا کوئی خاندان ہی نہیں ہے سیدھی سی بات ہے مخلوق تو خاندان کے بغیر پہچانی ہی نہیں جاتی، بھئی قبیلے خاندان برادری کیا ہے۔

تو اس سورۃ میں جس کو پڑھ کر قرآنی علوم کے بارے میں آپ کے اندر ایک تفکر کا Pattren بنتا ہے اس سورۃ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی پانچ صفات بیان کی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو پانچ باتوں سے متعارف کروایا ہے مخلوق کے لئے اگر اس سورۃ کو مخلوق پڑھے تو وہ اللہ تعالیٰ سے متعارف ہو جاتا ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف ویسے تو اللہ کا بہت تعارف ہے قرآن پاک میں لیکن اس سورۃ میں پانچ باتیں اللہ تعالیٰ نے اپنے تعارف کے لئے بیان کئے ان پانچ باتوں میں ایک یہ ہے کہ اللہ ایک ہے مخلوق ایک نہیں ہو سکتی،اللہ بے نیاز ہے مخلوق بے نیاز نہیں ہو سکتی اس کو تو کھانا بھی چاہئے، پانی بھی چاہئے، کپڑا بھی چاہئے، پیسے بھی چاہئے، نوکری بھی چاہئے، کاروبار بھی چاہئے، مخلوق اولاد ہونے سے انکار نہیں کر سکتی، مخلوق باپ ہونے سے انکار نہیں کر سکتی، مخلوق خاندان کے بغیر نہیں ہو سکتی اب یہ پانچ ایجنسیوں میں ایک ایجنسی یا ایک صورت ایسی ہے کسی صفت میں اللہ سے ہم رشتہ ہو سکتی ہو اور وہ یہ ہے کہ اللہ مخلوق سے بے نیاز ہے اس کو پھر آپ ذرا غور سے سنیں اللہ ایک ہے مخلوق ایک نہیں ہے اللہ بے نیاز ہے مخلوق بے نیاز نہیں ہوتی،یعنی احتیاج نہیں اللہ کو کسی چیز کی اور مخلوق احتیاج کے بغیر ہوتی ہی نہیں ہے اللہ کسی کی اولاد نہیں،اللہ کسی کا باپ نہیں،اللہ کا کوئی خاندان نہیں اب ان پانچ صفات میں سے ایک صفت ایسی ہے کہ جس سے مخلوق اللہ کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑ سکتی ہے۔وہ کون سی صورت ہے؟

اللہ بے نیاز ہے کس سے بے نیاز ہے مخلوق سے بے نیاز ہے۔مخلوق مخلوق کے ساتھ مل کر نیاز مندی کر لے تو وہ اللہ کے ساتھ ہو جائے گی آپ اگر اللہ کے ساتھ نیاز مندی کریں یا نہ کریں لیکن آپ مجبور ہیں آپ کو پیاس لگتی ہے۔پانی آپ کو کون پلاتا ہے اللہ،آپ کو بھوک لگتی ہے زمین کے اندر پھل کون اگاتا ہے اللہ،آپ ہوا کے بغیر نہیں رہ سکتے آپ کو تو یہ پتا ہی نہیں ہے ہوا کہاں سے آ رہی ہے۔کس طرح بنتی ہے کیسے پھیپھڑوں میں جا رہی ہے۔یہ ہوا چلانے والا،ہوا پیدا کرنے والا،ہوا سے آپ کو زندگی بخشنے والا کون ہے اللہ ہے۔آکسیجن ہے آکسیجن کے بغیر بھی آدمی زندہ نہیں رہتا نہ آکسیجن نہ کسی کو نظر آتی ہے نہ اندر جاتے ہوئے محسوس ہوتی ہے لیکن آکسیجن ہے اندر جا رہی ہے اپنا کام کر رہی ہے یہ آکسیجن کس نے بنائی اللہ نے بھئی، تو اللہ کی بنائی ہوئی جتنی بھی چیزیں ہیں آپ تسلیم کریں یا نہ کریں آپ ان چیزوں کے محتاج ہیں آپ پانی پئے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔

آپ ہوا کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے اللہ تعالیٰ اگر زمین کو پہاڑ ہی بنا دے گیہوں پیدا ہی نہ ہو اللہ تعالیٰ ماں باپ کے دل میں محبت ہی نہ ڈالے تو اولاد کی پرورش کیسے ہو گی اللہ تعالیٰ ماں کے سینے کو دودھ سے نہ بھر دے بچے مر جائیں گے۔جتنا بھی آپ غور کریں گے جو احتیاج کا معاملہ ہے وہ براہ راست اللہ کے ساتھ وابستہ ہے اب صرف اتنی سی بات ہے وہ براہ راست اللہ سے وابستگی ہے جس سے ہم واقف ہی نہیں ہیں تو واقفیت حاصل کی جائے واقفیت کس طرح حاصل کریں، کسی طرح ہم مخلوق سے نیاز مندی کا اور احتیاج کا رشتہ توڑ کر اللہ

www.ksars.org

کے ساتھ قائم کرلیں۔ کیا سمجھے آپ یہ سمجھے ؟ کہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ اخلاص میں اپنی پانچ بات کا پانچ صفات کا بیان کیا تا کہ مخلوق اس بات کو سوچ سکے اور سمجھ سکے کیا کوئی ایسی صفت ہے جس میں مخلوق اللہ کے ساتھ وابستگی اختیار کرلے ایک صفت ہے کہ آپ مخلوق سے بے نیاز ہو جائیں اپنی ساری توقعات اللہ کے ساتھ وابستہ کریں۔

آپ توقعات وابستہ کریں یا نہ کریں آپ کی توقعات تو وابستہ ہیں آپ جب پیدا ہوئے، آپ کو تو توقعات کا پتا ہی نہیں تھا آپ تو بیٹھ ہی نہیں سکتے تھے کروٹ بھی نہیں بدل سکتے تھے مکھی اگر آپ کے اوپر بیٹھ جائے تو مکھی اڑا نہیں سکتے تھے تو اس میں سے آپ کی ساری زندگی کی توقعات کس نے پوری کیں ؟

نہ کوئی دوکان ہوتی ہے نہ کوئی کاروبار ہوتا ہے نہ کوئی درزی ہوتا یہ جو ہم کپڑے سلے ہوئے پہنتے ہیں نہ روٹی ہوتی یہ سب کیوں ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے وسائل کو قائم رکھنے کے لئے انسان کے اندر عقل ہوتی ہے جب گرمی لگے تو ایسے کپڑے پہنو، جب بھوک لگے تو ایسے روٹی کھاؤ تھک جاؤ تو سو جاؤ سونے کے بعد اٹھ جاؤ اپنے کام میں لگ جاؤ یہ سب چیزیں آپ کو کہاں سے ملیں کہاں سے ملیں اب بولو تو بھئی...اللہ نے دی ہیں نہ تو اگر آپ توقع اللہ سے قائم کریں یا نہ کریں یہ تو مجبوری ہے انسان کی، سب کچھ اللہ کی طرف سے پورا ہوتا ہے مجبوراً جس چیز کو آپ مان رہے ہیں تسلیم کر رہے ہیں اور مجبوری سے آپ زندہ ہو متحرک ہیں تو اس کو آپ خوشی سے کیوں نہیں استعمال کرتے مخلوق سے مخلوق توقعات قائم کرتی ہے یہ میرا ابا ہے، میری پرورش کرے گا مجھے تعلیم و تربیت دلائے گا میری ضروریات کا کفیل ہو گا ابا اگر مر جائیں پھر روز مرتے ہیں، ابا باپ کہتا ہے صاحب میری اولاد ہو گی میری نسل چلے گی کیا ایسے خاندان نہیں ہیں جہاں اولاد ہی نہیں ہوتی کوئی ڈاکٹر کوئی حکیم کوئی سائنس والا نہیں پیدا کر سکتا تو اس کا مطلب ہے یہ ہماری اولاد ہو یہ بھی اللہ ہی پورا کرتا ہے، یہ توقع یہ میرا باپ ہے مجھ پر اس کا سایہ رہے تو توقع بھی اللہ ہی پوری کرے گا کیا اولاد اپنے ماں باپ کو زندہ رکھ سکتی ہے تو یہ توقع جب میرے ماں باپ زندہ رہیں یہ کون پورا کر رہا ہے باپ کھانا کھاتے ہیں اندر کھانا یہاں اٹک جائے آکر کیا ہو گا؟

کیا ہو گا موت آجائے گی ناآپ یہ توقع رکھیں کھانا کھا رہے ہیں معدے میں جاکر ہضم ہی نہ ہو ایسا ہوتا ہے میرے پاس ایک صاحب آئے وہ حیدر آباد سے کہ مجھے سات مہینے ہو گئے میں نے کچھ کھایا ہی نہیں ہے تو میں نے کہا بھئی کیسے تو زندہ ہے کہنے لگے بس میں کھا ہی نہیں سکتا اور میں کوئی چیز کھاتا ہوں یہاں اٹک جاتی ہے اترتی ہی نہیں تو میں نے اس کو دستر خوان پر بیٹھا روٹی دی اور کہا کھا بھئی...اس نے منہ میں رکھا وہ کہنے لگا جی میں تو نہیں نگل سکتا میں نے اسے ڈانٹ دیا میں نے کہا شاید رعب سے نگل لے گا۔

وہ جناب ایسے ایسے کیا حلق میں لقمہ تو گیا نہیں آنکھیں باہر آگئی وہ گر گیا ہم تو بڑے خوف زدہ ہو گئے بھئی یہ تو بہت بڑی بات ہے، خیر ہم نے کہا لقمہ تھوک دو اس نے لقمہ تھوک دیا تو اب مجھے فکر یہ ہوئی یہ کھاتا کیوں نہیں کیا کیا مطلب ہے اس سے پوچھا بھئی تو کھاتا کیا ہے کہنے لگے جی وہ بسکٹ آتا ہے اس کو پانی میں گھول کر پتلا پتلا کر کے پیتا ہوں بس یہ میری خوراک ہے ظاہر ہے بسکٹ سے کوئی تیس پنتیس برس کا آدمی بالکل دبلا پتلا سوکھا خیر اس سے بہت ہی زیادہ جب اس سے پوچھا بھئی کیا ہو گا کیوں نہیں کھاتا کیا ہوا کہا جی کوئی ڈاکٹر بھی سمجھ نہیں آتا حکیم بھی تو اس نے یہ بتایا کہ صاحب مجھے ایک دن خیال آگیا بیٹھے بیٹھے اب میں نے لقمہ اگر اندر لیا اور میری سانس کی نالی میں رک گیا تو میں تو مر جاؤں گا۔ اب جب بھی کوئی چیز کھاتا ہوں مجھے یہ خیال آجاتا ہے سانس کی نالی میں رک جائے گا۔

www.ksars.org

اب ظاہر ہے مرنا تو کوئی بھی نہیں چاہتا اب میں نے اس سے کہا اللہ کے بندے سانس کی نالی الگ ہے کھانے کی نالی الگ ہے بہت سمجھایا اسے سمجھ نہیں آیا پھر ہمارے لطیف بھائی ہیں ہمارے یہاں جو لنگر کا اہتمام کرتے ہیں وہ ذرا ایکسڈنٹ ہو گیا بچاروں کا آپ سب لوگ ان کے لئے دعا کریں اللہ تعالیٰ انہیں صحت دے، بہت ہی پرانے میرے ساتھی ہیں لنگر ونگر کا سارا وہی اہتمام کرتے ہیں یہاں سڑک پر گر گئے تھے چوٹ وٹ لگی ہے بچاروں کے، دعا کریں آپ لوگ اللہ تعالیٰ انہیں صحت و تندرستی عطا کرے۔ تو لطیف بھائی سے میں نے کہا ایسا کرو اس بندے کو لیجاؤ کسی قصائی کی دوکان پر لیجاؤ پہلے تو اسے بکری کی سری دیکھاؤ پھر اسے جناب کسی گائے کی سری دیکھاؤ اور یہ دیکھاؤ اسے کہ نالیاں دو ہیں سانس کی الگ ہے اور نگلنے کی الگ ہے۔ اور وہ صاحب اسے لے گے اسے اچھی طرح سری وری دیکھائی اس کو یقین آگیا ہاں بھئی سانس کی نالی میں کھانا جاتا ہی نہیں ہے سانس کی نالی دو نالیاں ہوتی ہیں۔

تو وہ آگیا تو اس کو ہلکا ہلکا کھانا کھلایا اس لئے ہم نے کہا بھاری دیا تو پیٹ خراب ہو جائے گا کہی مہینوں سے تو بھوکا ہے یہ پانچ سات دن وہی حال رہا اور اللہ کا ایسا کرم ہوا وہ روٹی کھاتا ہو گیا اب آپ یہ دیکھئے کھانا کھانا، معدے میں جانا، سانس لینا اگر ہم سب جو ہے یقین بن جائیں کہ ہم کھانا کھائیں گے یہاں لقمہ اٹک جائے گا تو ہم دیکھیے گے کہ ہم روٹی کھا سکتے ہیں تو یہ روٹی بھی ہمیں اللہ ہی کھلا رہا ہے کھا تو ہم رہے ہیں لیکن کھلا کون رہا ہے آپ لڑکپن سے جوان ہوتے ہیں پتا ہی نہیں چلتا کب جوان ہو گئے یہ جوان کون کر رہا ہے بھئی وہ بھی اللہ کر رہا ہے کوئی آدمی زندگی میں بوڑھا نہیں ہونا چاہتا انسان کی کمزوری ہے جوان ہی رہنا چاہتا ہے۔

اس لئے کہ بوڑھاپے کی دس پریشانیاں یہاں درد وہاں درد کمر میں درد گھٹنے میں درد تو آدمی ان تکلیف سے بچنے کے لیے جوان ہی رہنا چاہتا ہے لیکن دیکھئے اب میں بھی بوڑھا ہو گیا آپ بھی بوڑھے ہو رہے ہیں جو جوان ہیں وہ بھی بوڑھے ہونگے یہاں دنیا میں ایک ایسا آدمی بھی نہیں ہے جو بوڑھا نہیں ہے یا یہ ایسے کوئی مثال دنیا میں تو آدمی تو بوڑھا نہیں ہوتا تو کون بوڑھا کر رہا ہے یعنی جوان بھی اللہ نے کیا، بوڑھا بھی اللہ کر رہا ہے اب کوئی ایسا آدمی نہیں دنیا میں جو مرنا چاہتا ہوں یا کوئی چاہتا ہے مرنا جی کوئی نہیں چاہتا نا کون چاہتا ہے یہ چاہتے ہے لیکن آدمی مر جاتا ہے پیدا بھی آپ کو اللہ نے کیا، آپ کو پتا ہی نہیں کہ آپ کہاں سے آئے یہ بھی پتا نہیں آپ کو کہاں سے پیدا ہونا ہے یہ پو چھ کر اللہ میاں آپ کو پیدا کرتے، کہاں پیدا کریں تو میرا خیال ہے یہاں جتنے بھی لوگ بیٹھے ہیں سب یہی کہتے جی بادشاہ کی یہاں پیدا کر یں تو سارے ہی بادشاہ کی یہاں پیدا ہو جاتے تو نظام کیسے چلتا یہ سب چیز چاہئں نہ بڑھئی چاہئے لوہار بھی چاہے، ٹیچر بھی چاہئے استاد بھی چا ہئے یعنی اگر یہ درجہ بندی نہیں ہو گی تو نظام ہی نہیں بڑے گا، بھئی موچی نہیں ہو گا جوتا کہاں سے پہنو گے اور اگر ٹیلر ماسٹر نہیں ہو گا کپڑے کون سیئے گا۔

ہر چیز کا ایک نظام ہے قدرت نے ہر چیز کو قائم رکھا ہوا ہے۔ کس نے قائم رکھا ہوا ہے؟ اللہ نے، تو آپ یہ کیسے کہے سکتے ہیں کہ آپ کی توقعات مخلوق پورا کرتی ہے۔ یہ سوال ہے کیا کوئی آدمی اس کی مثال دے سکتے ہیں کہ مخلوق توقعات پوری کر سکتی ہے ہاتھ اٹھائیں کوئی صاحب کہے سکتے ہوں تو۔ بھئی کوئی ایک کوئی ایک زندگی میں کوئی ایک مثال ایک دن سے لیکر اسی سال کی عمر تک ایک مثال آپ دیں کہ یہ یہ کام مخلوق کر سکتی ہے۔ کوئی ایک آپ کہتے ہیں جی مجھے ماں پیدا کرتی ہے ماں کا کیا تعلق ہوا پیدا کرنے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ھوا

www.ksars.org

لذی یصور کم...اس اللہ کی قدرت دیکھو اس اللہ کو پہچانے کی کوشش کرو جو اللہ ماں کے پیٹ میں خوبصورت خوبصورت تصویریں بنا رہا ہے اور دنیا میں لا رہا ہے۔

یصور کم فی الھمی...کیسا اللہ کیسی خوبصورت تصویریں بنا رہا ہے ماں کے پیٹ میں، ماں کے پیٹ میں اللہ تعالیٰ تصویر کشی نہ کرے تو ہم میں سے کوئی بھی یہاں نہ ہوتا ہم کیا ہیں اللہ کی تصویریں تو بنائی ہوئی ہیں تو اس کا مطلب ہے ماں کے پیٹ میں رہنا، ماں کے پیٹ میں نو مہینے تک ہماری پرورش ہونا پیدائش ہونا، ماں کے دل میں اللہ کا ممتا ڈالنا، باپ کے دل میں شفقت بھر دینا یہ سب کہاں سے ہو رہا ہے کون کر رہا ہے جی تو آپ یہ اس بات کو سمجھ گئے ہونگے کہ مخلوق کی جتنی بھی توقعات پوری ہو رہی ہیں، مخلوق مخلوق کی توقعات پوری نہیں کر رہی اللہ مخلوق کی توقعات پوری کر رہا ہے بس یہی سارا چکر ہے ہم نے سوچتا ہوں میرے ماں باپ نے مجھے پیدا کیا لہذا میرے ماں باپ ہی مجھے پالے گے، پو سے گے، بڑا کریں گے لیکن سوال یہ ہے کہ میرے ماں باپ پیدا ہی نہیں ہوتے اللہ پیدا ہی نہیں کرتا تو پھر میں کہاں سے ہوتا میرے ماں باپ کو اللہ تعالیٰ وسائل ہی نہیں دیتے تو وہ میری پرورش کیسے کرتے اب بھئی اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کو وسائل دئے ماں باپ نے اولاد کو سیکھا دیئے ایسا ہی ہو رہا ہے نا بھئی آپ پانی پی رہے ہیں پانی کس کا دیا ہوا ہے آپ نے اپنی اولادوں کو پانی پلا دیا تو اللہ ہی کا دیا ہوا پی لا یا نا، اب یہاں جو بھی کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ کا دیا ہوا ہے اب یہاں اس سورۃ کو پڑھیں سورۃ میں نے اس لئے پڑھی یہاں سب کو یاد ہو گی نماز میں پڑھی جاتی ہے۔

اے پیغمبر ﷺ آپ میری مخلوق سے یہ فرما دیجئے یا میری مخلوق کو یہ بتا دیجئے کہ اللہ ایک ہے یعنی خالق ہے مخلوق ایک نہیں ہوتی اللہ کو کسی قسم کی ضرورت نہیں ہے اور مخلوق ضرورت کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے یہی مطلب ہوا نہ اللہ کسی کا بیٹا نہیں ہے اللہ کسی کا باپ نہیں ہے مخلوق کا مطلب ہی یہ ہے وہ کسی کا بیٹا ہو کفون احد...وہ، اپنے خاندان میں بھی یکتا ہے اس کا کوئی خاندان ہی نہیں ہے قبیلہ بھی نہیں ہے اب پانچ باتوں میں سے کتنی باتیں اللہ نے بتائی ہیں کوئی صاحب کھڑے ہو کر بتائیں کتنی صفات اللہ نے اپنی بیان کی؟ ہاں کیا کیا...اب اس میں مخلوق جو ہے وہ کون سی صفت میں اللہ کے ساتھ تعلق قائم کرتی ہے۔ یعنی مخلوق جو ہے وہ مخلوق سے توقعات توڑ کر اللہ کے ساتھ توقعات کر لے جو توقعات پوری ہوئی ہیں آپ مانے یا نہ مانے یہ کہنا چھوڑ دے کہ میری توقعات مخلوق پورا کرتی ہے اور اس بات کا یقین کر لے اللہ ہی میری توقعات پوری کرتے ہیں جو میں نے ابھی آپ کو مثالیں دے کر بیان کی تو اللہ کے ساتھ مخلوق کا تعلق قائم ہو جائے گا اور مخلوق خود کو مخلوق سمجھے گی اور جب مخلوق خود کو مخلوق سمجھے گی تو اس کا مطلب ہے اس نے اللہ کو اپنا خالق تسلیم کر لیا ہے۔

جب مخلوق نے اللہ کو خالق تسلیم کر لیا تو مخلوق کی اپنی زندگی ساری کی ساری اللہ کے تابع ہے۔ جب تک اللہ چاہے زندہ رکھے گا جب اللہ چاہئے مار دے گا۔ بتائے کس کو اختیار ہے جب چاہے مرے، کس کو اختیار ہے وہ جہاں چاہے پیدا ہو جائے کس کو اختیار ہے وہ بچہ ہو ساری زندگی لڑکپن رہے، کس کو اختیار ہے وہ بوڑھا نہ ہو کس کو اس بات کا اختیار ہے کہ بوڑھا ہو کر آدمی مرے نہیں تو آپ مجبور اور بے بس ہونے کی وجہ اب آپ چار باتوں میں مجبور ہیں کہ اس سے آپ ایک نہیں ہو سکتے اس لئے مخلوق کا مطلب ہی یہ ہے ایک سے زیادہ ہو نا خالق کا جہاں ذکر آئے گا وہاں ایک آئے گا۔ مخلوق کا تو مطلب ہی یہ ہے بہت سارے افراد ہوں کوئی بھی ہوں پرندے ہوں چرندوں

www.ksars.org

میں ہوں چوپائے میں ہوں درختوں میں ہوں پھول پھلوری میں ہوں، انسان میں ہوں، فرشتے میں ہوں، جنات میں ہوں، مخلوق کا مطلب یہ ہے مخلوق ایک نہیں ہے بے شمار افراد کے مجموعے کا نام مخلوق ہے۔

خالق، خالق کا مطلب یہ ہے کہ وہاں کوئی ایک فرد دوسرا خالق کی ذات میں شامل ہی نہیں ہو سکتا اب آپ غور فرمائیں اور آپ اس آیت کو میں جو کچھ عرض کر رہا ہوں اس کو گھر جا کر بھی دوہرایا کریں اب وہ یہاں سے سن لیا اور وہ مسجد سے نکلا کہنے لگے وہاں وہاں بہت اچھا بھئی بہت اچھا قاری عزیز صاحب نے جتنی بھی تقریر کی اب بھئی کیا تھی کہنے لگے پتا نہیں کیا تھی، وہ ساری رات زلیخا پڑھتے رہے مولوی صاحب تو صبح کو ایک آدمی نے کہا مولوی صاحب یہ تو بتادو زلیخا عورت تھی یا مرد تھا۔ تو بات یہ ہے کہ اگر آپ بات کو سن کر اس کو گہرائی میں سوچیں گے سمجھیں گے تب اس بات کا مفہوم آپکے ذہن میں ثبت ہو گا۔ اب یہ تو ساری زندگی تقریریں سنتے رہو آواز ہی سنتے رہو تو کیا فائدہ ہوا ہم بھی ساری زندگی آواز ہی سنتے رہے اب ساری زندگی یہی سنا ہے مولوی صاحبان سے کہ۔۔۔ غیر مغضوب ولا... کا مطلب یہ ہے کہ یہودیوں کی حکومت ہے آپ سب نے بھی سنا ہو گا یہودیوں کی حکومت ساری دنیا پر قائم ہو گئی کوئی آدمی یہ نہیں کہتا کہ یہ چودہ سو سال تھے چودہ سو سال سے نہیں گیارہ سو سال سے یہ جو تم کہتے رہو یہودیوں کی حکومت تھی یہودیوں کی حکومت تھی یہودیوں کی حکومت کیسے ہو گئی؟

اگر ہو گئی تو اس کے بارے میں کچھ سوچ وبچار تو کرو کیوں ہو گئی بھئی اس طرح ہو گئی۔ آپ نے مسلمانوں والے وہ اعمال چھوڑ دیئے جن اعمال کی بنیاد پر مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کو حکمراں بنایا تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کی حکمرانی کا تحفہ قبول کر لیا، کیوں اس لئے کہ آپ نے اللہ کے رشتے اور اپنے رشتے کو کبھی ایک اور دو کے بیچ میں سمجھنے کی کوشش کی ہی نہیں مخلوق بس اتنا جانتی ہے اللہ صرف پیسے دیتا ہے اللہ روٹی دیتا ہے، اللہ کپڑے دیتا ہے، ارے بھئی انسان یہی سوچے اللہ روٹی دیتا ہے، اللہ کپڑے دیتا ہے، اللہ گھر دیتا ہے تو کیا اللہ میاں کوئے کو گھر نہیں دیتا کوئے کا گھونسلہ نہیں بناتا بھئی کوئے جو جس قسم کے گھر چاہیئے ہوتے ہیں وہ اسے حاصل ہے کتے بلیوں کے گھر نہیں ہوتے اللہ نے انہیں گھر نہیں دیئے کیا کتے بلیوں کو بھوک نہیں لگتی ان کی اولادیں نہیں ہوتی ان کی شادیاں نہیں ہوتی، تو انسان کی بنیاد اس بات پر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا، صرف اللہ کے بارے میں یہ تصور کیا جائے۔

اللہ روٹی فراہم کرتا ہے اللہ اولاد دیتا ہے اللہ تو اولاد سب کو دیتا ہے، جانوروں کو نہیں دیتا انسانوں کو بھی دیتا ہے، کھانے پینے کو جانوروں کو نہیں ملتا انسانوں کو بھی ملتا ہے۔ جانوروں کو گرمی سردی نہیں لگتی وہ حفاظت نہیں کرتے اپنی انسان بھی کرتا ہے، آگ کی گرمی سے انسان بھی واقف ہے آگ کی گرمی سے جانور بھی واقف ہے اب آپ دیکھیں سردی میں جہاں آگ جلتی ہوئی دیکھتے ہیں وہاں سارے جانور جمع ہو جاتے ہیں تو انسان اور حیوان میں کیا فرق ہے انسان اور حیوان میں یہ فرق ہے کہ انسان کے علاوہ کوئی دوسری مخلوق اس کے اندر اتنی سکت اللہ نے نہیں پیدا کی کہ وہ بات کو سوچیں کہ میں مخلوق ہوں اور میرا پہلا فرض جو ہے وہ خالق پر ہے، انسان کو اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت عطا کی ہے کہ مخلوق یہ سوچتی ہے میں ایک نہیں ہوں اللہ ایک ہے، میں مجبور عبث ہوں اللہ کسی کام کے لئے مجبور نہیں ہے، میری مجبوری ہے میں کسی کا بیٹا ہوں میری مجبوری ہے کسی کا باپ ہوں اللہ ماوراء ہے۔

www.ksars.org

مخلوق کی مجبوری ہے کہ اس کا کوئی خاندان ہو،اللہ مجبور نہیں ہے اللہ کا کوئی خاندان نہیں ہے اب یہ صفات جو اللہ تعالیٰ نے سورہ اخلاص میں بیان کیں ان صفات سے فائدہ اٹھانے کے لئے ان صفات کو سمجھنے کے لئے کیا چیز ضروری ہے؟ کیا چیز ضروری ہے؟۔اب یہ ماشااللہ اتنے سارے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں سورۃ شریف تو سب کو یاد ہو گئی ماشااللہ ہر مسلمان کو یاد ہوتی ہے اس میں ساٹھ سال کے لوگ بھی شامل ہیں، پچاس کے بھی تیس کے بھی ہیں آپ یہ بتائیں یہ بات جو میں نے اس طرح بیان کی ہے کیا آپ میں سے کسی نے اس طرح سوچا ہے کیوں نہیں سوچا بھئی اگر نہیں سوچا تو آپ دوسری مخلوق سے ممتاز کیسے ہو۔ایک کتا بھی نہیں سوچتا آپ نے بھی نہیں سوچا تو آپ اشرف المخلوق کیسے ہوئے اشرف المخلوقات کا مطلب یہ ہے کہ جو پوری کائنات میں مخلوق ہے اس کی سوچ سے آپ کی سوچ اعلیٰ اور افضل ہو، مخلوق کے تمام علوم سے زیادہ ہو مخلوق کی جو اللہ کے ساتھ قربت ہے اس کے بدلے انسان سب سے آگے ہے۔

اللہ کو جانتا ہو،اللہ کو پہچانتا ہو اب آپ دعائیں کرتے ہیں دعائیں قبول ہوتی ہیں کیا کبھی آپ نے یہ سوچا ہے اتنا بڑا اللہ میاں اس سے جو بھی مانگتے ہیں وہ دیتا چلے جاتا ہے اس کو دیکھنا بھی چاہئے،اس سے یاری دوستی بھی کرنی چاہئے،اس کا کبھی شکر بھی کرنا چاہئے،اب آپ کو کوئی ایک گلاس ٹھنڈا پانی پلا دے آپ کہے گے تمہارا شکریہ اور اللہ آپ کو مسلسل کھلا رہا ہے پلا رہا ہے، صحت دے رہا ہے، تندرستی دے رہا ہے کبھی انسان کا ذہن ہی نہیں جاتا اللہ اتنا محبت والا اللہ کہ ہماری ہر ضرورت کی کفالت کرتا ہے اور ہم سے کچھ بھی نہیں چاہا رہا ہر چیز محبت خلوص کے ساتھ کیا یہ نا احساس اور ناشکری نہیں ہے کہ جس اللہ نے آپ کو پیدائش سے لیکر بڑھاپے تک ہر ہر قدم پر آپ کی حفاظت کی ہر ضرورت آپ کی پوری کی جس چیز کی ضرورت ہوئی اللہ نے آپ کو مہیا کی آپ نے کبھی یہ سوچا کہ کون اللہ ہے ہماری اتنی ضروریات پوری کر رہا ہے کیوں نہیں سوچا تو ہر آدمی نے ہزار بارہ سو دفعہ تو پڑھی ہی ہو گی بھئی نماز میں پڑھی ہو گی بچوں کو یاد بھی کرواتے ہیں یہ دو ہی تو سورتیں ہیں جو جلدی یاد ہو جاتی ہیں ایک انا اعطانا قل کوثر...اور ایک قل ھو اللہ احد...بچے بڑی جلدی یاد کر لیتے ہیں تو اس یاد کرنے کا کیا فائدہ ہوا بھئی جب آپ کا ذہن اللہ کی طرف نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں بتایا ہے کہ انسان کو کہ انسان کے اندر اگر غور و فکر ہو،انسان اگر سوچیں سمجھیں تو اللہ تعالیٰ نے ایک ایسی صفت بیان کی ہے کہ جس صفت میں انسان اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا رشتہ جوڑ لیتا ہے۔اور وہ صفت ہے اللہ سے توقع قائم کرنا اور مخلوق سے توقع توڑنا۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ فرمایا کرتے تھے انسان بھی ایک بے وقوف چیز ہے اپنے جیسے مجبور لوگوں سے توقع قائم کرتا ہے بھئی آپ مجھ سے توقع قائم کر رہے ہیں میں تو خود مجبور ہوں مجھ سے کیا توقع قائم کرنی اب اگر پوری بھی کر دوں گا ایک کر دوں گا دو کر دوں گا چار کر دوں گا اور اللہ تو آپکو کہے بغیر آپ کی توقع قائم کرتے ہیں حضور قلندر بابا اولیاءؒ فرمایا کرتے تھے اللہ ایک ایسی ذات ہے کہ انسان اگر روزانہ اللہ سے ایک لاکھ توقعات قائم کرے تو اللہ کے لئے بہت آسان ہے کہ وہ روزانہ ایک لاکھ توقعات پوری کر دے تو جو اللہ آپ کی ایک لاکھ توقعات پوری کر سکتا ہے اور کرتا ہے اس کی طرف کبھی ذہن نہیں جاتا اور جو انسان اپنی توقع پوری نہیں کر سکتا آپ اس سے چپکے ہوئے ہیں اس کے ساتھ شرمندہ بھی ہو رہے ہیں وہ،احسان بھی جتا رہا ہے کسی سے آپ ہزار روپے لے لیں اسے نہ دیں تو وہ ہزار روپے لئے تھے وہ دے دو یار تو کس منہ سے بول رہا ہے تم تو میرے مقروض ہو حالانکہ اس نے جو دو ہزار روپے دیئے اس کو بھی اللہ

www.ksars.org

نے ہی دیئے، اللہ کے دئے ہوئے تو اس نے دئے لیکن اللہ نے آپ سے کبھی نہیں کہا کہ میں نے تمہیں اتنا پانی پلایا، میں نے تمہیں اتنی ہوا دی، میں نے تمہیں اس طرح پلا پو سا، دھوپ میں بھی، چاندنی دی یعنی جو بھی مسئلہ ہے زندگی کا اور اللہ تعالی یہ بھی کہتے ہیں اطونی... مجھ سے مانگو میں دوگا کوئی انسان یہ نہیں کہتا مجھ سے مانگو میں دونگا وہ تو آپ صبح سے شام تک اپنے ابا سے دس بار اگر پیسے مانگے جناب وہ جوتا اٹھا کر مارے گا۔

کیا بدتمیزی ہے ہر وقت مانگنے چلے آتا ہے یا اس کا کوئی آپ کو زیادہ ہی آدب و احترام ہوا کوئی دوست ہو گا مثلاً میں ہوں میں آپ سے کہو گا دس روپے دے دینا دو منٹ کے بعد پھر کہو یار دس روپے دے دینا اچھا جی پر میں کہو دس روپے دے دینا آپ کہے گے ایک ہی دفعہ لے لو بار بار مت مانگو یعنی آدمی پیسے ہونے کے کے باوجود تھک جاتا ہے اللہ تھکتا ہی نہیں ہے دیتے دیتے تو جو اللہ آپ کی خواہشات پوری کر رہا ہے اور ایسی خواہش پوری کر رہا ہے جس کے بارے میں آپ کو یہ علم ہی نہیں ہے کہ ہماری کوئی خوہش پوری ہے آپ سو جاتے ہیں رات کو حفاظت کرتا ہے مچھر گھس جائے آپ مر جائیں گے کتنی حفاظت ہوتی ہے کہ روز آپ مرتے ہیں سوتے ہیں صبح کو پھر زندہ ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں روز تمہیں موت کے منہ میں لیجاتا ہوں صبح کو پھر زندہ کر دیتا ہوں۔

اب آپ لوگ کیا سمجھے اللہ تعالی نے سورۃ اخلاص میں مخلوق کو یہ بتایا ہے کہ توقعات کا جہاں تک تعلق ہے وہ مخلوق مخلوق کے ساتھ کوئی توقعات قائم کرے گی یہ اس کے لئے پریشانی کا باعث بن جاتا ہے مصبت زدہ ہو جائے گی وہ اس لئے کہ کوئی مجبور آدمی کسی مجبور آدمی کی کیا مدد کرے گا آپ کہے جی کسی یار میں بوڑھا نہیں ہونا چاہتا تو میری مدد کرو وہ کہے گا یار میں خود بوڑھا ہو گیا تیری کیا مدد کروں گا۔ اللہ سے آپ کہے جی میں بوڑھا نہیں ہونا چاہتا اللہ کو یہ اختیار ہے آپ کو بوڑھا اگر بال بھی آپ کے کالے نہیں کرے گا تو بوڑھاپے میں جوانی کی توانائی ضرور ملے گی۔

یا نئی دے دے گا اب تو ساٹھ سال میں دو دو شادیاں بھی کر رہے ہیں اخبار میں آیا تھا مثلاً یہ ہے کہ آپ اس آیت کو اس سورۃ کو گھر میں جا کر پڑھیں بار بار پڑھیں اس پر غور کریں اس میں جو اللہ تعالی نے پانچ صفات بیان کری ہیں اس میں پانچ صفات بیان کی ہیں اس میں سے چار صفات پر انسان بے بس ہے اللہ کے ساتھ کوئی وابستگی نہیں ہوتی ایک صفت یہ ہے کہ مخلوق سے توقعات کا رشتہ توڑ کر اللہ کے ساتھ قائم کر لیا جائے اللہ تعالی ہمیں توفیق دے کہ ہم قرآن پاک کو پڑھیں سمجھیں غور کریں اس کی حکمت کو تلاش کریں اور حکمت تلاش کرنے کے لئے جب تک آپ کا ذہن کسی چیز کی گہرائی میں نہیں جائے گا جب تک آپ کو حکمت نہیں ملے گی اور ذہن کا جو گہرائی میں لیجانے کا جو اولیاء اللہ کا جو طریقہ ہم تک پہنچا ہے پیغمبرانِ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو طریقہ ہم تک پہنچا ہے وہ مراقبہ ہے جس طرح حضور ﷺ نے غار حرا میں مراقبہ کیا دیکھئے جب غار حرا میں حضور جب مراقبہ فرماتے تھے اس وقت تک نماز تو فرض ہوئی نہیں تھی نہ نفلیں تک وتو وہاں کیا کرتے تھے؟ سوال ہے یہ نماز تو بعد میں فرض ہوئی ہے نا، جب قرآن نازل ہوا تو حضور وہاں کیا کرتے تھے؟

تفکر کرتے تھے گہرائی ہیں کرتے تھے کہ اللہ سے میرا تعلق کس طرح جوڑ سکتا ہے کون سا وہ طریقہ ہے کہ جس طریقے پر چل کر میں اللہ سے ہم رشتہ ہو سکتا ہوں۔ اللہ سے قریب ہو سکتا ہوں، اللہ کا دوست بن سکتا ہوں اور یہ حضور پاک ﷺ کے اللہ کے بنے بنائے دوست ہیں اللہ نے تو ان کے لئے ساری کائنات بنائی باعث تخلیق کائنات ہے۔ باعث تخلیق کائنات جو ہے اس نے بھی اللہ کو پانے کے

www.ksars.org

لئے اللہ سے قربت کے لئے غور وفکر کیا ہے مراقبہ کیا ہے ہر مسلمان کے اوپر لازم ہے کہ وہ اللہ سے قریب ہونے کے لئے اللہ کا عرفان حاصل کرنے کے لئے مراقبہ کریں۔اختتام

نفس کیا ہے اور اس کی کتنی اقسام ہیں؟

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ھوالذین...کہ ہم نے ان سب کو ایک رُخ سے تخلیق کیا اور وہ جیسے جیسے عنوان آتے رہے تشریحات ہوتی رہی،جب محفل میں تشریح کی جاتی ہے تو نفس کو سامنے رکھا جاتا ہے نفس سے مراد زندگی کی بھی ہے، نفس سے مراد انسان کی تخلیق بھی ہے، نفس سے مراد ایجنسی بھی ہے وہ ایجنسی جو اطلاعات کو قبول کرتی ہے اور اطلاعات میں معنی پہناتی ہے نفس سے مراد یہ بھی ہے انسان کے جذبات احساسات اور حواس جو حواس کبھی بھاری ہو جاتے ہیں کبھی ہلکے ہو جاتے ہیں کبھی بہت زیادی بھاری ہو جاتے ہیں کبھی ہلکے بھی ہو جاتے ہیں اب ایسے جذبات کے علوم میں یہ بھی ہے کہ جذبات سے کبھی وابستگی ہو جاتی ہے اور کبھی جذبات میں ٹھہراؤ پیدا ہو جاتا ہے۔یہی صورت حال حواس کا ہے حواس انسان کو اپنی زندگی کے اس رُخ میں لیجاتے ہیں جہاں زندگی میں خوشی ہے مسرت ہے اور یہی جذبات کا انسان کو اس طرف لیجاتے ہیں جہاں غم ہے پریشانی ہے اداسی ہے بے چینی ہے، ٹھہراؤ ہے پریشانی ہے اور جب زندگی کا تجزیہ کیا بڑے بڑے بزرگوں نے ہمارے احباب نے تو انہوں نے یہ دیکھا کہ زندگی تین رُخوں پر چل رہی ہے ایک زندگی کا رُخ یہ ہے کہ آدمی مطمئن ہے، زندگی کا دوسرا رُخ یہ ہے کہ آدمی غیر مطمئن ہے۔

اب کوئی یہ کہتا ہے ایک نفس امارہ ہے،امارہ سے وہ جذبات اور احساسات کو لیتے ہیں یعنی نفس امارہ ان جذبات واحساسات کو، زندگی کو کہتے ہیں جن کے احتیاج میں تخریب، جن کے احتیاج میں کبر، جن کے احتیاج میں شیطنت، پھر دوسرے کہتے ہیں نفس لوامہ ہے یعنی تخریب اور بے حالی کا جو زمانہ ہے یا کیفیت ہے اس میں ایک رُخ ایسا ہے کہ وہ آدمی جو تجسس کرتا ہے اور ملامت کرتا ہے بھئی یہ کام تم نے اچھا نہیں کیا جب ملامت کرتا ہے تو وہ مطمئن بھی ہوتا ہے اور اب ایک قسم نفس کی بنائی ہے نفس امارہ یعنی ایسا عہد جو شیطنت کو قبول کرتا ہے یا جو تخریب پسند ہے یا جو پریشانی اور بربادی سے متعلق قبول کرتا ہے نفس لوامہ ہے پھر دوسرے لفظ میں کہتے ہیں نفس لوامہ جو ہے وہ ملامت کرتا ہے، متوجہ کرتا ہے، آدمی کو کہ یہ کام ضروری ہے پہلے کر دے اس نفس سے مطمئن نہ ہو جب آدمی اس ملامت کو اور ضمیر کی آواز کو اور ضمیر کی رہنمائی کو قبول کرتا ہے۔

وہ راستہ اختیار کر لیتا ہے جیسے کہ راستے تو اللہ تعالیٰ نے پسند کئے ہیں اللہ تعالیٰ کے دوستوں نے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پسند کیا ہے، اس میں اور اس کی زندگی میں جب ٹھہرؤ پیدا ہو جاتا ہے ایک سکون پیدا ہو جاتا ہے تو اطمینان پیدا ہو جاتا ہے تو اس نفس کو نفس مطمئنہ اور اگر اس نفس امارہ نفس لوامہ یا نفس مطمئنہ میں یہ اس نفس کی اصطلاح ہے جو بڑوں نے قائم کی ہیں۔مطلب یہ ہے کہ انسان ان تمام برائیوں سے اور ان تمام باتوں سے بچے ان برائیوں سے یا باتوں سے انسان کے اندر ایک ملامت پیدا ہوتی ہے ایک پریشانی پیدا ہوتی ہے احساس ندامت پیدا ہوتی ہے۔اور ان باتوں کو اختیار کریں جن باتوں کے اوپر اطمینان قلب ہو اور اطمینان قلب نصیب ہونے والی بات ہے۔ہم سب جانتے ہیں اور ہمارے سامنے حضور پاک ﷺ کی تعلیمات بھی ہیں شریعت بھی ہے طریقت بھی ہے تو یہ حضور قلندر بابا اولیاءؒ فرمایا کرتے تھے کہ اطمینان کی ایک ہی صورت ایک تو یہ انسان اپنے لئے جو چاہے اپنے بھائی کے لئے وہ ہی چاہے۔

www.ksars.org

دوسری یہ کہ جو اپنے بھائی کی خدمت کرتا ہے اس کا کوئی معاوضہ اور صلہ نہیں ہونا چاہئے کہ میں نے اس کی خدمت کی ہے یہ میری خدمت کرے گا میں آج اس کے کام آیا کل کو یہ میرے کام آئے گا۔ یہ جو طریقہ ہے یہ نفس امارہ کے علم میں آتا ہے جب ہم اپنے لئے کوئی کام، کرتے ہیں تو مثلاً یہ ہے کہ جب ہم بہترین لباس اپنے لئے سلواتے ہیں اس کو ہم پہنتے ہیں تو اس کا ہمارا کوئی مقصد نہیں ہوتا ہم لباس کوئی توقع قائم نہیں رکھتے کہ ہم نے یہ لباس پہنا تو یہ لباس ہمارے کام آئے گا یا ہم نے اس کے لئے اتنے پیسے خرچ کئے سوٹ کے لئے بھئی ضرورت کی چیز ہے حیات کے مطابق جس جسم کے لئے آپ نے خریدا، پہنا۔

اس جسم جو اصل ہے اس میں آپ اپنا ذہن نہیں لگاتے، چپکتے نہیں ہے اسی صورت سے اگر آپ نے کسی اپنے بھائی کے لئے کوئی کام کیا کسی نے اپنے بھائی کے لئے سوٹ سلواد یا کسی نے اپنے بھائی کی مدد کر دی تو اس وقت بھی آپ کے ذہن میں یہی صورت ہونی چاہئے کہ یہ صورت احسان کے لئے نہیں ہے، اگر آپ نے کسی کی خدمت کی اور اس خدمت کا اپنے لئے معاوضہ چاہا اور اس خدمت کے بارے میں آپ کے ذہن میں یہ بات کسی بھی طرح آگئی آپ کے ذہن میں کہ میں نے اس کی خدمت کی ہے یہ میرے کام آئے گا تو وہ خدمت جو ہے وہ نفس امارہ کی ہو گئی ہے اس لئے وہ آپ کا ضمیر ضرور آپ سے ملامت کرے گا لیکن اگر آپ نے اپنے بھائی کی خدمت اس طرح کی ہے کہ آپ نے خدمت کی اور اسے بھول گئے یا تو اس طرح جس طرح آپ صبح کو ناشتہ کرتے ہیں دوپہر میں آپ بھول جاتے ہیں اگر آپ اسی طرح اپنے بھائی کہ خدمت کو بھی بھول گئے تو اسی صورت میں کہے گے آپ کا جو عمل ہو گا یہ نفس مطمئنہ میں شامل ہو گا۔

دوسری طرف حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے جو فرمایا، یہ فرمایا ہے ایک ہدایت دی ہے حکم دیا ہے کہ کبھی کسی قسم کی توقع قائم نہیں کرو، توقع قائم کرنا ہے اگر ہے تو اس سے توقع قائم کرو جو توقع پوری کر سکے اب آج آپ مجھ سے توقع قائم کرتے ہیں کہ یہ کام کر دے گا آپ کو یہ سوچنا چاہئے کہ میرا ابھی تو کوئی کام کر رہا ہے جب میں کسی سے توقع رکھتا ہوں مجھ سے توقع رکھو تو یہ بات غلط ہے یقینی صورت یہ ہے کہ آپ اس سے توقع رکھیں جو سب کے کام آرہا ہے اور کسی سے کسی قسم کی احتیاج توقع نہیں رکھتا یعنی اللہ، اللہ سب کی خدمت کر رہا ہے، سب کو رزق فراہم کر رہا ہے، سب کو وسائل فراہم کر رہا ہے ہر ہر قسم کی ضرورت کا اہتمام کر دیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کبھی کسی سے توقع نہیں رکھتا اگر اللہ تعالیٰ توقع رکھتے تو جتنے بھی کافر ہیں مشرک ہیں، اللہ تعالیٰ روزی بند کر دیتا ہوا ہی بند کر دیتے سانس ہی نہیں دیتے تو یہاں زمین کے اوپر ایک آدمی بھی ایسا نہ ہوتا کہ اللہ کو خوش رکھ سکتا لیکن اللہ کا جو نظام ہے وہ ہمارے سامنے ہے، کافر ہو، مشرک ہو اللہ کو جو مانتا ہو نہ مانتا ہو اللہ تعالیٰ نے جو زندگی کے لئے وسائل فراہم کر دیئے ہیں وہ سب ایک ہی طرح تقسیم ہو رہے ہیں مقصد یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ جو خود خدمت کرتا ہے اور اپنی مخلوق سے کسی قسم کی توقع قائم نہیں کرتا تو یہی صورت انسانوں کے اندر بھی ہونی چاہئے انسان اگر دوسرے انسان کی خدمت کرتا ہے تو اس خدمت کو بھول جانا چاہئے اور دوسرے انسان سے اپنے لئے کسی قسم کی توقع قائم نہیں کرنی چا ہئے تو یہ جو کیفیت ہے جس میں انسان کسی بندے سے توقع قائم نہیں کرتا اور اپنے حساب کے مطابق اپنے بھائیوں کی خدمت کرتا ہے تو یہ کیفیت ہے نفس مطمئنہ میں آتی ہے یہ نفس امارہ، نفس الوامہ، نفس مطمئنہ کچھ اس طرح ہے اس کا مطلب ہے کہ نفس امارہ یعنی شیطانی خیالات تخریبی خیالات، وہ خیالات جو اللہ اور اللہ کے رسول کی تعلیمات کے خلاف ہیں یہ وہ نفسیات ہیں، نفس لوامہ انسان کے

www.ksars.org

اندر وہ ایجنسی جو انسان کو باخبر کرتی ہے برائیوں سے اور اچھائیوں سے یعنی وہ بتاتی ہے یہ کام جو ہوا ہے وہ برا ہوا ہے اور یہ کام جو ہوا یہ اچھا ہوا ہے۔

برائی کو چھوڑ کر اچھائی کو اختیار کرنا اور اچھائی کو اختیار کرنے کے بعد انسان کے اندر جو سکون پیدا ہوتا ہے اس سکون کی زندگی کا نفس مطمئن ہے۔ اختتام

www.ksars.org

خواب اور حقیقت (عید قرباں پر خطاب)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابھی جیسا کہ آپ نے امام صاحب کی تقریر میں سنا کہ قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت اور حضرت اسماعیل کی وہ طرز فکر ہے کہ جس طرز فکر میں یہ بات شامل ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی چیز کو چاہے تو آدمی اس کو صبر و تحمل کے ساتھ قبول کرے۔ ساتھ ساتھ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس واقعے میں جو بات بہت زیادہ اہم ہے وہ خواب ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا، خواب دیکھنے کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذہن میں یہ بات بھی آسکتی تھی کہ یہ تو خواب کی بات ہے اس پر کیا عمل کرنا۔ تو اللہ تعالیٰ اس واقعے میں خواب کی اہمیت کو بھی بیان فرما رہے ہیں۔ خوابوں کا سلسلہ اس کے علاوہ بھی قرآن پاک میں موجود ہے مثلاً حضرت یوسف علیہ السلام چھوٹے سے تھے انہوں نے خواب دیکھا کہ چاند سورج اور ستارے سیارے مجھے سجدہ کر رہے ہیں وہ خواب انہوں نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کے سپرد گزارش کیا حضرت یعقوب علیہ السلام نے اپنے لخت جگر یوسف علیہ السلام سے فرمایا کہ یہ خواب اپنے بھائیوں کے سامنے بیان نہ کرنا۔

بھائیوں کو جس طرح بھی ہوا معلوم ہو گیا اور بھائیوں کو اس بات کا بھی علم ہو گیا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے فرمایا کہ تیرا رب تجھے بھائیوں کے سامنے اور دنیا کے سامنے ممتاز کرے گا پھر وہ آگے کا واقعہ کہ بھائی لے گئے کنواں میں ڈال دیا اور باپ کے سامنے اس کے کپڑے خون میں لت پت کر کے پیش کر دیئے حضرت یوسف علیہ السلام کو بھیڑیا کھا گیا پھر وہاں کنواں میں، کنواں کے قریب سے ایک قافلہ گزرا اس قافلے نے حضرت یوسف علیہ السلام کو کنواں میں سے نکال لیا اور مصر جا کر فروخت کر دیا اور پھر وہ بادشاہ بن گئے عزیز مصر تک ان کی جب رسائی ہوئی تو ذلیخا ان پر عاشق ہو گئی جو قرآن نے پورا قصہ بیان کیا وہ پھر وہاں پر قید ہو گئے قید کے عالم میں بھی دو خوابوں کا تذکرہ پھر ہوا ایک وہاں ساقی تھا، ایک نان بائی تھا۔ ساقی نے خواب دیکھا کہ میں انگور نچوڑ رہا ہوں اور اس کا رس بادشاہ کو پلا رہا ہوں، نان بائی نے خواب میں دیکھا کہ میرے سر پر ایک طباق ہے اور اس میں روٹیاں ہیں اور چیل کوئے اسے کھا رہے ہیں۔

حضرت یوسف علیہ السلام نے خواب کی تعبیر بیان کی کہ جو انگور نچوڑ رہا ہے وہ بری کر دیا جائے گا۔ اور جس نے یہ دیکھا کہ چیل کوئے اس کے سر پر سے روٹیاں کھا رہے ہیں اسے پھانسی دی جائے گی۔ اسی دوران بادشاہ نے ایک خواب دیکھا سات دبلی گائے ہیں سات موٹی گائے ہیں، سات خشک گندم کی بالیں ہیں، سات ہری گندم کی بالیں ہیں۔ دبلی گائے موٹی گائیوں کو کھا رہی ہیں، خشک گندم کی بالیں ہری گندم کی بالیوں کو کھا رہی ہیں بادشاہ نے یہ خواب دیکھا تو دربار میں جتنے بھی علماء تھے دانشور تھے ان سب کو اکٹھا کیا اور کہا کہ بھئی میں نے یہ خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر بتاؤ۔

www.ksars.org

توسب نے بڑے اتفاق سے برملا کہا کہ یہ خواب نہیں ہے یہ پریشان خیالی ہے، لیکن بادشاہ وہ اس تعبیر سے اطمینان نہیں ہوا جیسے حضرت یوسف علیہ السلام نے بتایا تھا کہ ساقی کو رہائی مل جائے گی ساقی رہا ہونے کے بعد دوبارہ دربار میں آگیا جب اسے اس بات کا علم ہوا کہ با دشاہ نے ایک خواب دیکھا ہے اس کی تعبیر کے لئے بے چین ہے اور درباریوں نے اس کو پریشان خیالی کا نام دیا ہے تو ساقی نے کہا ایک مر د بزرگ ہیں جیل میں وہ خواب کی تعبیر کا علم جانتے ہیں بادشاہ نے انہیں بلایا بادشاہ نے جیل میں خواب کی تعبیر میں جو رجوع کیا حضرت یوسف علیہ السلام سے، حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ ملک میں سات سال خوب کھیتی باڑی ہوگی اور سات سال شدید قحط پڑے گا۔

بادشاہ کیوں کہ پریشان تھا اور خواب کی تعبیر جاننے کے لئے بے قرار تھا یہ تعبیر سن کر اسے قرار آیا اور اسے اس بات کا یقین آگیا کہ ایسا ہی ہے اور ایسا ہی ہوا حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی کے بعد بادشاہ نے ملک کا انتظام ان کے سپرد کر دیا سات سال تک خوب کھیتی باڑی ہوئی سات سال تک جو کھیتی باڑی ہوئی اس کا انتظام حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ کیا کہ اس کو ذخیرہ کیا جائے بالوں میں یعنی جوں کو الگ کیا جائے اس طرح کہ مزید جو آئندہ سات سال آنے والے ہیں ان میں وہ ذخیرہ شدہ کو اس طرح استعمال کیا جائے کہ اللہ کی مخلوق بھو کی نہ مرے اور پریشان نہ ہو۔

تاریخ بتاتی ہے بلکہ حضور قلندر بابااولیاءؒ نے اس بات کو ظاہر فرمایا ہے کہ یہ جو اہرام مصر ہے، حضرت یوسف علیہ السلام کے بنائے ہوئے ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام نے گیہوں کو ذخیرہ کرنے کے لئے اس قسم کی عمارتیں بنائی تھیں کہ جس میں گیہوں خراب نہ ہو یا جو چیز بھی رکھی جائے خراب نہ ہو آج بھی یہی ہے جو پر امیڈ کے بارے میں بتایا جاتا ہے ہم نے بھی یہاں مراقبہ ہال میں چھوٹا سا پر امیڈ بنایا تھا اس میں ہم نے یہ دیکھا کہ کھانا رکھ دیا وہ خراب نہیں ہوا، بلڈ رکھ دیا اس کی دھار خراب نہیں ہوئی اس میں بیٹھ کر جب ہم نے مراقبہ کیا تو بہت زیادہ ذہنی یکسوئی ہوگئی تو یہ ایک زاویہ ہے اور زاویے سے یہ بنتا ہے بہر حال یہ پیرامیڈ جو مصر میں ہے اس کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے حضرت یوسف علیہ السلام کے بنائے ہوئے ہیں۔اس کے علاوہ ہم جب بائبل پڑھتے ہیں توریت یا انجیل پڑھتے ہیں یا آسمانی صحائف کی بات ہوتی ہے تو وہاں بھی خوابوں کا تذکرہ موجود ہے۔

تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعے میں بنیادی بات یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ وہ اپنے عزیز و جوان بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں اور اس خواب کو انہوں نے حضرت اسماعیل کے سامنے جب بیان کیا تو حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بھی یہ بات نہیں فرمائی کہ اباجی یہ تو خواب کی بات ہے اس میں کوئی بیٹے کو کوئی باپ ذبح کرتا ہے۔حضرت اسمائیل علیہ السلام نے یہ کہا یہ جو بلاشبہ جو کچھ آپ نے دیکھا ہے یہ اللہ کا حکم ہے اسے کر گزریئے۔اور آپ مجھے ثابت قدم پائیں تو اس سے بھی اس بات کی نشاندہی ہوتی ہے حضرت اسمائیل علیہ السلام بھی خواب کی جزیہ سے، خواب کی اہمیت سے اور خواب کی حقیقت سے واقف تھے۔حضرت یوسف علیہ السلام حضرت یعقوب علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی صلبی اولادوں میں سے ہیں تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خواب پہلا خواب ہے نوع انسانی کے لئے کہ جس خواب کو سن کر، پڑھ کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رائے کو سامنے رکھ کر۔

www.ksars.org

حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سپردرضا کو سامنے رکھ کر اس حقیقت سے پردے اٹھتا ہے توانسان کی زندگی میں خواب کی وہی اہمیت ہے جس طرح انسان زندگی میں بیداری میں ہے۔ یہ دوسری بات ہے جب اس کی تعبیر ہوئی خواب کو دیکھنے کی تو اس سے یہ پتا چلتا ہے کہ خواب ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس سے کسی بھی طرح انکار نہیں ہے اور یہ بھی حقیقت واضح ہوتی ہے کہ خواب ایک ایسی حقیقت ہے کہ جس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے غیبی اشارات چھپے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اپنے بیٹے کی قربانی کردو تو اس کا مطلب یہ ہوا اس میں غیب سے خواب کے ذریعے ابراہیم علیہ السلام کو مطلع کیا گیا کہ آپ اپنے بیٹے کو اللہ کے لئے قربانی پیش کردیں یا جان سے زیادہ عزیز جو سب سے زیادہ عزیز شئے ہے اس کی قربانی کردیں تو حضرت اسمائیل علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بوڑھاپے میں پیدا ہوئے تھے۔

سب جانتے ہیں حضرت سائرہ کی کوئی اولاد ہی نہیں تھی یعنی ستر بہتر سال کی عمر میں حضرت اسماعیل علیہ السلام پیدا ہوئے ان سے زیادہ کون عزیز ہو سکتا ہے کس کی اہمیت ہو سکتی ہے تو اس میں ایک طرف یہ ہے کہ جب پیغمبر کوئی خواب دیکھتے ہیں تو اس خواب کے بارے میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ خیالی شئے ہے وہ ایک ایسی حقیقت ہے جیسے کوئی بیداری میں حقیقت دیکھی جائے بیداری میں کوئی چیز دیکھی جائے یا بیداری میں کسی چیز کے کرنے کا حکم دیا جائے حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام بہت عرصے بعد پھر یوسف علیہ السلام کا خواب سامنے آگیا اس پر بھی اسی طرح تعبیر نکلی ہے جس طرح حضرت یعقوب علیہ السلام نے تعبیر دی کہ تمہارے بھائی تمہیں نقصان پہنچائیں گے۔ پھر یوسف علیہ السلام نے جو تعبیر عطا کی کہ سات سال قحط پڑے گا اور سات سال شادابی ہوگی یہ بھی اللہ تعالیٰ نے اس کو پورا کردیا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے واقعے میں بہت زیادہ اہم بات یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ساتھ عام لوگوں کے بیان ہوئے مثلاً ایک ساقی نے بادشاہ کے یہاں پینے پلانے پر معمور ہے اس کو آپ ایک عام ہی آدمی کہے گے نانبائی وہ بھی ایک عام ہی آدمی ہے بادشاہ نے جو خواب دیکھا وہ بھی ایک عام ہی آدمی ہے۔ نہ وہ پیغمبر ہے نہ اولیاء اللہ ہے نہ کوئی روحانی آدمی ہے اگر روحانی آدمی ہوتا تو وہ اپنے خواب کی تعبیر خود ہی نکال لیتا۔

اب یہ پتا چلا کہ انسانی زندگی کے دو رُخ ہیں ایک رُخ ظاہری رُخ ہے جیسے ہم چل رہے ہیں کھا رہے ہیں پی رہے ہیں یعنی جسمانی وجود کے ساتھ جو زندگی گزر رہی ہے وہ ظاہری زندگی ہے لیکن ساتھ ساتھ ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ظاہری زندگی کے علاوہ بھی ایک اور زندگی ہے جو مسلسل حرکت میں ہے اور زندگی کے بارے میں ہم کچھ دیکھ نہیں پاتے اب کوئی آدمی اس بات سے انکار نہیں کر سکتا کہ اگر اس کے اندر روح نہ ہو یا اس کے اندر ایک اور زندگی نہ ہو جس کو ہم باطنی زندگی کہتے ہیں تو وہ ظاہری وجود میں کسی بھی طرح حرکت نہ ہوتی مثلاً یہ آدمی مر گیا، مرنے میں کیا ہوا مرنے میں یہ ہوا کہ ظاہری زندگی کے ساتھ ساتھ جو باطنی اس کی زندگی ہے جو روح تھی روح باطنی زندگی میں ظاہری زندگی سے قطع تعلق ہے دوسری بات یہ بھی سوچنی ہے کہ باطنی زندگی کے بغیر ظاہری زندگی چلتی ہی نہیں ہے ایسا نہیں ہوا مردہ آدمی حرکت کرے اگر مردہ آدمی میں دوبارہ روح آجائے تو پھر وہ زندہ ہو جائے گا پھر وہ کام کرنے لگے گا تو ظاہری زندگی یا مادی زندگی تابع ہے آپ کی روحانی زندگی کے یہ بھی آپ کے سامنے ہے جو آدمی پیدا ہوا دنیا میں اس کے لئے لازم ہے کہ وہ ظاہری زندگی میں

www.ksars.org

بیدار ہو کر اعمال و حرکات کرے اور یہ بھی ضروری ہے کہ ظاہری زندگی کے اوپر باطنی زندگی اس طرح غالب آجائے کہ ظاہری زندگی میں قائم رہے لیکن ارادہ اور حرکات و سکنات ختم ہو جائے۔

مثلاً ایک آدمی سو جاتا ہے سونے کی حالت میں اس کا جسم بھی ہے ہاتھ پیر بھی ہیں سانس بھی آرہا ہے دل بھی چل رہا ہے ہر چیز ظاہری زندگی کی طرح ہے لیکن اسے کچھ پتا نہیں کہ وہ کیا کر رہا ہے وہ کہتے ہے سوتا ہو مرا برابر اللہ تعالی بھی فرماتے ہیں وہ تمہارا اللہ جو تمہیں آدھی موت کے بعد دوبارہ زندہ کر رہا ہے۔یعنی اللہ تعالی نے نیند کی حالت کو آدھی موت فرمایا ہے غور طلب بات یہ ہے کہ وہ آدھی موت ہو یا پوری موت ہو اس کا جو تعین ہے وہ باطنی زندگی ہے ظاہری زندگی نہیں ہے انسان کی جو ظاہرہ زندگی ہے جس میں مادی جسم ہے کھانا پینا شادی کرنا بیاہ کرنا اولاد ہونا کاروبار کرنا ملازمت کرنا چلنا پھرنا سونا جاگنا خوش ہونا غمگین ہونا کب ممکن ہے؟ کب ممکن ہے ؟...جی کب ممکن ہے ؟...جب روح اندر موجود ہے یعنی باطنی زندگی موجود ہے اگر باطنی زندگی نہیں ہے اور ظاہری زندگی یعنی آدمی کا جسم موجود ہے مردے کی طرح ہے، کوئی حرکت ہی نہیں ہو سکتی حرکت کو چھوڑیں کوئی خواہش ہی نہیں ہو سکتی آپ کو پیاس بھی نہیں لگے گی،آپ کو بھوک بھی نہیں لگے گی،آپ کو گرمی بھی نہیں لگے گی،آپ کو سردی بھی نہیں لگے گی،آپ محبت سے بھی واقف نہیں ہیں، نفرت سے بھی واقف نہیں ہیں۔

اگر اندر آپ کی باطنی زندگی جو متحرک ہے تو آپ ظاہرہ زندگی میں زندہ ہیں اگر آپ کے اندر باطنی زندگی متحرک نہیں ہے تو آپ Dade body ہیں لاش ہیں مرے ہوئے ہیں اس کا مصرف اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے کہ اس جسم کو آپ قبر یں ڈال آئیں یا جلا دیں یا کچھ کر دیں اس کا کوئی مصرف نہیں ہے آدمی اپنے پیٹ میں کتنے سیر گندگی لئے پھرتے رہتا ہے۔

کہیں سے تعفن نہیں اٹھتا لیکن جیسے ہی باطنی زندگی اس جسم سے اپنا رشتہ توڑتی ہے تو آپ نے دیکھا ہو گا جب آدمی مردہ ہوتا ہے تو پہلے وہی پھولنا شروع ہو جاتا ہے پھر وہ پھٹ جاتا ہے اور تعفن کے علاوہ اس میں کچھ نہیں ہوتا جب تک باطنی زندگی سے آپ کا رشتہ قائم ہے آپ کو مچھر کاٹتا ہے اس سے بھی آپ پریشان ہو جاتے ہیں چیونٹی کاٹتی ہے اس سے بھی آپ پریشان ہو جاتے ہیں لیکن مادی وجود سے اگر باطنی وجود کا رشتہ ٹوٹ گیا تو آپ اس لاش کے ٹکڑے ٹکڑے کر آئے اس کی طرف سے آپ کو ایک آہ بھی نہیں ملے گی سسکی بھی نہیں بھرے گا یہ کیا کر رہے ہو اور اگر باطنی زندگی چپکی ہوئی ہے ظاہری زندگی کے ساتھ تو آپ اس کو سوئی چبوئیں پھر دیکھیں انگوٹھے میں سوئی چبوئیں تکلیف یہاں محسوس ہو گی تو انسان کی اصل ظاہری زندگی نہیں ہے انسان کی اصل باطنی زندگی ہے اور باطنی زندگی کی وجہ سے ہی اس کی جو ظاہری زندگی ہے،وہ اب باطنی زندگی کیا ہے ؟

باطنی زندگی کو قرآن نے،آسمانی کتابوں نے،خواب نے،حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خواب کی طرف غور کریں تو حضرت ابراہیم علیہ لسلام نے خواب دیکھا کہ وہ اپنی سب سے زیادہ عزیز چیز کو قربان کر رہے ہیں اس کا مطلب کیا ہوا،اس کا مطلب یہ ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی باطنی زندگی کو دیکھا اپنی باطنی زندگی میں خود کو عمل کرتے دیکھا اور وہ عمل انہوں نے کر دیکھایا اب اس باطنی زندگی کی صفت اس بات سے بھی قائم ہوتی ہے،جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے قربانی کر دی حضرت اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کر دیا اپنی جانب سے تو اللہ تعالی کو یہ بات اتنی پسند آئی کہ اللہ تعالی نے قیامت تک جتنے بھی اللہ کو ماننے والے لوگ ہیں ان سب پر حضرت ابراہیم

www.ksars.org

علیہ السلام کی یہ سنت فرض کر دی جب کوئی مسلمان حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس سنت پر عمل کر کے قربانی کرتا ہے وہ گائے ہو،اونٹ ہو، بھینس ہو، بکرا ہو توآپ یہ بتائیے اس کا کیا مطلب ہوا؟ سوچ کے بتائیں کیا مطلب ہوا؟

بھئی حضرت ابراھیم علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے قربانی کر دی تو اس کا کیا مطلب ہوا اس کا یہ مطلب ہوا کہ ہم نے وہ کام دوہرا دیا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کر کے دیکھا یا یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو باطنی زندگی کی اطلاع کو عملاً مظاہرہ کر کے دیکھایا، دنیا کے ہر فرد نے جب قربانی کی تو اس کا مطلب ہے اپنی باطنی زندگی کو متحرک کر دیا اور وہ باطنی زندگی سے اتنا قریب ہو گیا جتنا قریب حضرت ابراہیم علیہ السلام حضرت اسماعیل علیہ السلام ہو چکے ہیں اللہ کے ،اب لوگ یہ بھی کہتے ہیں آپ نے سنا ہو گا پچھلے دنوں بڑی سنائی آرہی تھی کہ بھئی کتنے جانور ذبح ہو جاتے ہیں خون بہتا ہے گندگی ہوتی ہے غلاظت ہوتی ہے اس سے زیادہ اچھا نہیں ہے لوگ پیسے جمع کر کے غریبوں کو دیں خوامخواہ اتنی جانور کا ضائع ہوتا ہے۔

غریبوں کو پیسے دینے میں کوئی غلط بات نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے خود ہی فرمایا ہے غریبوں کا خیال کرو، خیرات کرو، لیکن سوال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ طرز فکر جس طرز فکر میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی باطنی زندگی کا براہ راست تعلق ہے وہ قربانی کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا تو اللہ تعالیٰ نے اس واقعے میں ایک تو قربانی کا تذکرہ کیا ہے،دوسرے ایثار کا تذکرہ کیا ہے تیسرے اللہ تعالیٰ نے ظاہری اور باطنی زندگی کو سامنے رکھتے ہوئے باطنی زندگی کو وہی اہمیت دی ہے جو ظاہری زندگی کی اہمیت ہے اگر باطنی زندگی کی ظاہری زندگی کے برابر اہمیت نہ ہوتی تو کہی تو یہ خیال آتا یہ خواب کی بات ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذہن میں بھی یہ بات نہیں آئی کہ یہ تو خواب کی بات ہے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذہن میں بھی یہ بات نہیں آئی کہ یہ خواب کی بات ہے نہ صرف یہ ہے کہ یہ بات ذہن میں نہیں آئی شیطان نے جب کوشش کی یہ ظاہری اور باطنی زندگی کو گڈ مڈ کر کے وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی توجہ اس طرف کر دے کہ یہ خواب کی زندگی الگ ہے اور بیداری کی زندگی الگ ہے تا کہ یہ جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے یہ اس سے انحراف ہو جائے تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کو شیطان نے تین دفعہ بہکایا اور تینوں دفعہ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس کو قبول نہیں کیا۔

قبول نہ کرنے کا مطلب یہی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام باطنی زندگی کا اسی طرح مشاہدہ رکھتے تھے جس طرح ظاہری زندگی کا مشاہدہ رکھتے ہیں،تو یہ قربانی کا جو فلسفہ ہے میری دانش میں تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو یہ بتایا ہے کہ ہر انسان اس دنیا میں آنے کے بعد مسلسل بلا کسی تعطل کے دو زندگیوں میں سفر کرتا رہتا ہے ایک زندگی بیداری کی جس میں ہم سب لوگ بیٹھتے ہیں باتیں کر رہے ہیں میں کچھ کہے رہا ہوں آپ سن رہے ہیں یہ تو ظاہری زندگی ہوئی،ایک باطنی زندگی ہے اب مثلاً میرے اندر باطنی زندگی نہ ہو میں بول ہی نہیں سکتا آپ کے اندر باطنی زندگی نہ ہو آپ سن نہیں سکتے۔

مردہ، کوئی مردے سے بات تھوڑی کرتا ہے اب ہم سب یہاں بیٹھے ہیں میری روح نکل جائے تو نہ میں کچھ کہوں گا نہ آپ کچھ سنیں گے، نہ میں آپ کو دیکھوں گا نہ آپ مجھے دیکھیں گے تو اصل زندگی تو باطنی زندگی ہوئی نا،جب تک آپ کے اندر ہمارے اندر باطنی زندگی ہے یعنی روح ہے تو ہم بول بھی رہے ہیں ہم سن بھی رہے ہیں اچھا جو بول رہا ہے اس کے اندر کہیں سے،جہاں سے بھی ہے کوئی خیال ہی نہ آئے تو وہ بولے گا کیا اب میں نے مثلاً آپ کے سامنے عرض کیا قربانی کا ذکر، باطنی زندگی کا ذکر،ظاہری زندگی کا ذکر اس کا مجھے خیال ہی نہ

www.ksars.org

آئے تو میرے لفظ ہی نہیں بنے گے جہاں سے میں بولو گا۔اچھا چلئے مجھے خیال آگیا میری باطنی زندگی متحرک ہے آپ کے اندر باطنی زندگی نہیں ہے تو آپ کے اندر سماعت ہی ختم ہو جائے گی آپ سنے گے ہی نہیں تو اصل زندگی انسان کی وہ ظاہری زندگی نہیں ہے اصل زندگی انسان کی باطنی زندگی ہے اب جب ہم دنیا میں آئے تو کہیں تو ہم تھے نا، جہاں سے ہم آئے تو جہاں سے بھی ہم آئے وہ دنیا یہ تو نہیں تھی، سب کہتے ہیں نا عالم ارواح سے آئے جب ہم وہاں تھے تو یہاں آئے نا اگر ہم وہاں کسی دنیا میں نہیں ہوتے تو یہاں پیدا کیسے ہو گئے پھر۔

یہاں رہنے کے بعد ساٹھ سال ستر سال جتنا کو بھی اللہ تعالیٰ زندہ رکھے سب کو صحت و تندرستی کے ساتھ زندہ رکھے تو یہاں سے جانا بھی ہے ہمیں عذاب ثواب جزا سزا سارا جو ہے ہمارا ہر مسلمان کا بلکہ ہر مذہب کا، کوئی بھی مذہب ہو ہر مذہب کا عقیدہ یہ ہے کہ آدمی یہاں آتا ہے اعمال کرتا ہے جزا اور سزا ملتی ہے تو سزا اور جزا کہاں ملتی ہے ؟اس دنیا میں ملتی ہے، دنیا کے بعد کوئی عالم ہے وہاں ملتی ہے تو اب یہ اور مسئلہ سامنے کھڑا ہو گیا کہ جب پیدا ہوئے تو باطنی زندگی سے یہاں آئے، یعنی روحانی زندگی سے یہاں آئے، مرے جب اس دنیا کو ظاہری زندگی میں چھوڑ کر باطنی زندگی میں منتقل ہو گئے تو اصل جو ہوئی زندگی پیدائش سے پہلے کی زندگی وہ بھی روحانی زندگی ہے۔ مرنے کے بعد کی زندگی وہ بھی روحانی زندگی ہے اس دنیا میں آنے کے بعد خواب کی سونے کی زندگی وہ بھی روحانی زندگی ہے پھر جو کچھ ہم بولتے ہیں سوچتے ہیں کہیں نہ کہیں سے خیال آتا ہے اگر خیال نہ آئے تو آپ کچھ بھی نہیں کر سکتے مثلاً ہم پانی پیتے ہیں کب پیتے ہیں اس کا مطلب ہے کہیں سے پانی پینے کا خیال آتا ہے اگر پانی پینے کا خیال نہ آئے وہ تو ایک سال بھی پانی نہیں پئے گا یا پیئے گا؟

یہ خیال کہاں سے آتا ہے؟ وہی باطنی زندگی سے جو چیز ہمیں نظر نہیں آرہی وہی روحانی زندگی ہے، غیب کی زندگی ہے باطن کی زندگی ہے۔

تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قربانی کی سنت میں جب غور و فکر کریں قرآن پاک میں تو اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرمارہے ہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو باطنی زندگی میں جو حکم دیا گیا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کو نظر انداز نہیں کیا اس کو رد نہیں کیا اس کو ظاہری زندگی ہیں مظاہرہ کر دیا عملی مظاہرہ کر کے اب جب ہم قربانی کریں گے تو ہم کیا کرتے ہیں جی کوئی آپ نے بکرا کیا تو آپ نے کیا کام کیا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا وہ طرز عمل جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے انہوں نے قربانی میں پیش کر دیا ہم نے اس کی نقل کی اب ایک دفعہ بیں دفعہ پچاس دفعہ جب ہم نقل کرتے ہیں تو اس نقل کرنے سے اس نقل کے جو نقوش ہیں وہ ہمارے ذہن ہیں بن جاتے ہیں اور جو نقوش ہمارے ذہن میں بن جائیں گے تو ہم آٹو میٹک اس پر عمل کرنے پر مجبور ہو نگے مثلاً ایک بچہ آپ کے یہاں پیدا ہو گیا وہ مادری زبان کیوں بولتا ہے وہ ہمارے یہاں پیدا ہوا ہم اردو بولتے یا سندھی بولتے ہیں یا پنجابی بولتے ہیں جو ہمارے ملک کی زبان ہے ہم وہ بولتے ہیں وہ بچہ وہی زبان کیوں بولتا ہے جو ماں باپ بولتے ہیں سنتا ہے نقل کرتا ہے اس نقل سے اس کے اندر نقوش بنتے ہیں اور ان نقوش کی بنیاد پر وہ وہی زبان بولتا ہے جو ماں باپ بولتے ہیں اس نقل کی بنیاد پر وہ اسی طرح بیٹھتا ہے اسی طرح بات کرتا ہے اسی طرح سوتا ہے اسی طرح جاگتا ہے اسی طرح اس کا کلام ہوتا ہے جو والدین کا ہوتا ہے یعنی اگر آپ دیکھیں اگر والدین ماں باپ الجھے رہتے تو بچے بھی الجھے رہتے ماں باپ زور سے بولتے ہیں تو بچے بھی زور سے بولتے ہیں ماں باپ کے اندر حسن اخلاق ہے تو بچے کے اندر سیکھائے بغیر اس میں حسن اخلاق ہے تو جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت پر ہم عمل کریں گے تو جتنا بھی اللہ تعالیٰ نے کہا جس پر قربانی فرض ہے وہ قربانی کرے گا جو

www.ksars.org

قربانی نہیں کرے گا، گوشت جو قربانی کا گوشت ہو گا اس کو شوق سے کھائے گا حالانکہ گوشت کوئی بظاہر تو دیکھئے ناخون جمع ہوا ہوتا ہے ہم روز کھاتے ہیں گوشت کو، لیکن جب قربانی کا گوشت تو بھئی یہ قربانی کا گوشت ہے کیا ہو گا؟

فوراً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کی طرف ذہن جائے گا یا آپ اسے کھائیں گے چار دوستوں میں بیٹھ کے خوش ہونگے، یہ کھاؤ بھئی یہ قربانی کا گوشت ہے قربانی کا گوشت ہے تو جیسے جیسے بھی اس سنت پر عمل ہو گا اس کو دوہرایا جائے گا اسی مناسبت سے آپ کے اندر باطنی زندگی کو دیکھنے کی باطنی زندگی کی ہدایت حاصل کرنے کی غیب کی دنیا سے تعلق قائم ہونے کے نقوش آپ کے اندر بنتے چلے جائیں گے۔جب باطنی زندگی کے نقوش آپ کے اندر بنتے چلے جائیں گے تو آپ کی وہی طرز فکر ہو جائے گی جو انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہے اس میں ایک بات غور طلب یہ ہے کہ جتنے بھی پیغمبر تشریف لائے آپ ان کی تعلیمات پڑھیں سب نے یہی کہا ہے ہم کوئی نئی بات نہیں کہہ رہے ہم تو وہی بات کہہ رہے ہیں جو پہلے پیغمبر کہہ گئے انتہاء یہ ہے خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی یہ فرمایا میں کوئی نئی بات نہیں کہہ رہا ہوں میں تو وہی بات دوہرا رہا ہوں جو میرے بھائی پیغمبر پہلے کہہ چکے ہیں اس کا کیا مطلب ہوا اس کا مطلب ہوا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لیکر حضور پاک ﷺ تک ایک طرز فکر ہے، ایک طرز ہے۔

کسی پیغمبر نے یہ نہیں کہا اللہ دو ہیں نا اعوذ باللہ، پیغمبر کی تعلیمات میں چوری جھوٹ بولنا حق تلفی کرنا کوئی اچھا کام نہیں ہے، جو پہلے پیغمبر حضرت آدم علیہ السلام نے جس چیز کو جو اللہ کے ارشاد کے مطابق گناہ کہے دیا وہ رسول اللہ ﷺ تک گناہ ہے۔اب اس کا بھی یہی مطلب ہوا یہ تو قربانی کی بات ہوئی اگر ہم جھوٹ نہیں بولتے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہم ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی طرز فکر پر عمل کر رہے ہیں ہمیں فائدہ اس لئے نہیں ہوتا کہ ہمیں اس کا علم نہیں ہے لیکن جب ایک آدمی جھوٹ نہیں بولتا اور اس کے دل میں یہ بات ہوتی ہے کہ میں جھوٹ نہیں بولتا تو ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے منع فرمایا ہے کہ جھوٹ نہ بولو اور ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں سے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ جھوٹ بولنا مجھے ناپسند ہے تو جب آپ جھوٹ نہیں بولیں گے تو آپ کا ذہن کس طرف جائے گا۔

پیغمبران طرز فکر کی طرف جائے گا اور پیغمبران طرز فکر اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے کہ اللہ کو جو کہتا ہے پیغمبر کرتا ہے اپنی ذات سے وہ کچھ نہیں کرتا اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا رسول اللہ ﷺ کے متعلق کہ یہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتا میرے محبوب رسول اللہ ﷺ وہی کچھ کرتے ہیں جو میں چاہتا ہوں حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے ایک بڑی عجیب بات فرمائی آپ لوگ بھی بہت خوش ہونگے میں نے ان سے عرض کیا کہ حضور یہ حضور پاک ﷺ نے جب بھی کچھ فرمایا اللہ تعالیٰ سے وہ ہمیشہ پورا ہوا اور اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہم سے ہمارے محبوب نے جو کچھ بھی کہا ہم نے کر دیا تو بڑی عجیب بات ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ کی کوئی بات کبھی رد نہیں کی اس میں کیا ہے تو انہوں نے کہا یہ تو بہت سیدھی سی بات کہ جتنا حضور پاک ﷺ اللہ کو جانتے ہیں اتنا کوئی نہیں جانتا ظاہر ہے کوئی نہیں جانتا جتنی قربت اللہ نے اپنے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ کو عطا کی اتنی کسی پیغمبر کو قربت عطا نہیں ہوئی۔

ہاں یہ بھی صحیح ہے جو راز و نیاز کیا اپنے محبوب بندے سے کسی اور پیغمبر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا یہ بھی صحیح ہے انہوں نے فرمایا بس بات یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ کے مزاج سے واقف ہیں۔انہیں یہ پتہ ہے اللہ تعالیٰ کو کون سی چیز ناپسند ہے کون سی چیز قبول کرنے میں خوش ہوتے ہیں اور کون سی چیز قبول کرنے میں ناخوش ہوتے ہیں۔لہذا رسول اللہ ﷺ نے کبھی ایسی خواہش ہی

www.ksars.org

نہیں کی جو اللہ تعالی کے لئے ناپسند ہو نتیجے میں اللہ تعالی نے ان کی بات پوری فرمادی۔اب دیکھئے اب یہ مزاج شناسی کی بات لیکن اس مزاج شناسی میں جب آپ غور وفکر کریں گے تو آپ کو اللہ تعالی سے قربت نظر آئے گی۔رسول اللہ ﷺ کی جو قربت ہے اللہ تعالی کی وہ نظر آئے گی آپ کو میں نے رسول اللہ ﷺ کتاب سیرت طیبہ پر لکھی ہے اللہ تعالی آپ کو توفیق دے آپ وہ ضرور پڑھیں اس میں میں نے ان ہی باتوں کو بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے۔

تاکہ لوگوں کا ذہن رسول اللہ ﷺ کی طرف متوجہ ہو جب بار بار بار ذہن متوجہ ہو جاتا ہے تو جس طرح ایک بچے کہتے ہیں ماں باپ کی طرز فکر کے مطابق ہو جاتا ہے اسی طرح امت مسلمہ کا ذہن رسول اللہ ﷺ کے مطابق ہو جاتا ہے اور جب رسول اللہ ﷺ کی طرز فکر کے مطابق مسلمانوں کا ذہن ہو گا تو کیا بنے گا ان کے اندر ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی طرز فکر منتقل ہو گی۔

یہ بات یہاں نہیں رکتی کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ کی سنت پر عمل کر لیا یہ بات ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں تک پھر یہ پیغمبروں کا جو سلسلہ ہے پیغمبر تو بن نہیں سکتے،پیغمبر کوئی ریاضت مجاہدے سے پیغمبری حاصل نہیں ہوتی پیغمبر تو اللہ تعالی کی طرف سے ایک خصوصی انعام ہے،انتخاب ہے،تو جب کسی بندے کے اندر انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرز فکر منتقل ہو گئی تو پیغمبر تو وہ نہیں ہو سکتے لیکن انبیاء کی صفت میں جاکر کھڑے ہو جائے گا،کبوتر کبوتر میں بیٹھتا ہے کوا،کوا میں بیٹھتا ہے،بکری بکری میں بیٹھتی ہے،گاے گائے میں بیٹھتی ہے،بھینس بھینس میں بیٹھتی ہے کبھی آپ نے یہ نہیں دیکھا ہو گا جناب ایک طرف بکریاں بیٹھی ہوئیں ہیں دوسری طرف بھیڑیں بیٹھی ہوئی ہیں،بھیڑ جاکر بکری میں بیٹھ گئی اور بکری جاکر بھیڑ میں،کبھی دیکھا آپ نے ایک باڑہ بھینسوں کا ہے،ایک باڑہ گائے کا ہے دو نوں چر کے آرہی ہیں کبھی آپ نے دیکھا ہے کبھی کوئی گائے بھینسوں میں گھس گئی ہو بھینس گائے میں گھس گئی ہو۔کیوں؟

بھینس کی طرز فکر الگ ہے اور گائے کی طرز فکر الگ ہے۔شیطان کی طرز فکر الگ ہے اور رحمانی کی طرز فکر الگ ہے،شیطانی طرز فکر کا آدمی رحمانی طرز فکر میں داخل نہیں ہو سکتا،رحمانی طرز فکر کا آدمی شیطانی طرز فکر میں داخل نہیں ہو گا آج بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو اولیاء اللہ کو بہت برا بھلا کہتے ہیں ایک صاحب میرے پاس آئے،وہ برا بھلا کہتے رہے میں سنتا رہا،میں نے کہا ایک بات مجھے سمجھائیں کہنے لگے ہاں جی،میں نے کہا جو کچھ بھی آپ نے کہا،وہ آپ جانے اللہ جانے ہوتے ہونگے برے ہوتے ہونگے لیکن بھئی ہمارا تو تجربہ یہ ہے کہ ایک آدمی پریشان ہے بدحال ہے وہ کسی اللہ کے دوست کے پاس گیا اس نے جاکر اپنا سارا دکھڑا سنایا رویا دھویا اس اللہ کے بندے نے اس کی بات سنی سر پر ہاتھ رکھا،کمر تھپکی پیار کیا،اس کو اس غم سے پریشانی سے نکالا کہہ ہاں جی یہ بات تو ہے جی۔

تو میں نے کہا اس نے کوئی فیس لی آپ سے،تو کہا فیس بھی کوئی نہیں لی،تو میں نے کہا بھئی کھانے کا وقت ہوا جو بھی اس کے پاس ہے دال روٹی سبزی جو بھی وہ بھی آپ کو کھلائی،ہاں جی کھلائی اور کہا جی ساتھ جاتے ہوئے آپ کو ایک تعویز لکھ کر دے دیا اس کا بھی کوئی پیسہ نہیں لیا،ہاں یہ تو ہے،تو میں نے کہا بھئی اس سے زیادہ بدقسمت آدمی کون ہو سکتا ہے کہ وہ ہر کام تمہارا مفت کر رہا ہے تم روتے ہوئے آئے ہو وہ تمہیں ہنستے ہوئے بھیج رہا ہے اور تم اس کو گالیاں دے رہے ہو۔تو آپ کسی بھی اللہ والے کے پاس ہوں چاہئے وہ بناوٹی اللہ والا ہو وہ بھی آپ کی بات سنے گا۔آپ کسی ڈاکٹر کو اپنی بات سنا دیں چار سو روپے فیس کے علاوہ وہ بات ہی نہیں کرے گا۔اور دوسری بات یہ ہے کہ آپ بات کہے چلے جاتے ہیں ڈاکٹر کا اپنا ٹائم ہے وہ ٹائم کی بھی پابندی کرتے ہیں کیوں۔یہ کیوں ہے،کیوں ہے؟

www.ksars.org

طرز فکر ہے، شیطانی طرز فکر کا آدمی رحمانی طرز فکر میں لوگوں کے ساتھ نہیں گھس سکتا اگر وہ آبھی جائے گا تو بھاگے گا، ہمارے یہاں مراقبہ ہال آپ نے دیکھا ہے اللہ تعالیٰ آپ سب کو خوش رکھے اور اس کا فیض اور جاری ہے ہم دیکھتے ہیں یہاں لوگ آتے ہیں او ہو کتنا سناٹا ہے، کیسی گھبراہٹ ہے، بھاگو واپس اور زیادہ تر لوگ ایسے آتے ہیں کیسے پر سکون جگہ ہے ایسا لگتا ہے جیسے کوئی جنت کا ٹکڑا ہے کوئی یہ بھی کہتے ہیں کیوں؟ کہتے ہیں لوگ؟ طرز فکر الگ ہے تو جب ہم انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنتوں پر ان کی زندگی پر عمل کرتے ہیں تو اس عمل کے مسلسل کرنے سے ہمارے اندر وہ نقوش بن جاتے ہیں جو انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام سے متعلق ہیں اور ہم انبیاء کی صفت میں جا کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے مجھ سے فرمایا مرنے کے بعد حساب کتاب کی بات ہو رہی تھی میں نے پوچھا کہ جنت دو زخ کا کیا مسئلہ ہے؟

اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے غفور و رحیم فرمایا، ستار العیوب فرمایا، غفار الذنوب فرمایا جو اتنا اللہ رحیم ہے کریم ہے ستر ماؤں سے زیادہ محبت کرنے والا ہے اس دنیا میں ہم دیکھتے ہیں ہر خطاء معاف ہر خطاء معاف وہ ہمیں دوزخ میں کیسے ڈالے گا تو انہوں نے کہا اللہ تو نہیں ڈالے گا دوزخ میں، میں نے کہا دوزخ تو اللہ نے بنائی ہوئی ہے تو انہوں نے فرمایا کہ یوم حشر ہو گا دنیا ہو گی تعداد کی گنتی تو ہو نہیں سکتی، اب اللہ تعالیٰ یہ فرمائیں گے ہم نے تمہارے پاس پیغمبر بھیج دئے کتابیں بھیج دی اور اولیاء اللہ بھیج دیئے انہوں نے تمہیں نصیحت کی تم نے انہیں نہیں مانا اب لوگ روئے گے عاجزی انکساری کے ساتھ توبہ استغفار کریں گے تو اللہ تعالیٰ کہے گے چلو جاؤ تو حضور فرماتے ہیں وہاں شیطانی طرز فکر کے لوگ بھی ہونگے اور انبیاء بھی ایک طرف کھڑے ہوئے ہونگے تو جو جس طرز کا بندہ ہو گا وہ خود اس صفوں میں جا کر کھڑا ہو جائے گا۔

اللہ میاں نہیں کہے گے دوزخ میں جاؤ اب جب وہ پیغمبر جنت کی طرف چلے گئے تو پیغمبر ان کی طرز فکر والے سارے کے سارے جنت میں داخل ہو جائیں گے، شیطانی طرز فکر کے لوگ ظاہر ہے وہ دوزخ میں چلے جائیں گے اس کے پیچھے جو ہوں گے وہ دوزخ بھی میں چلے جائیں گے اللہ نہ کسی کو دوزخ میں ڈالے گا نہ یہ کہے گا جنت میں جاؤ نہ یہ کہے گا دوزخ میں جاؤ۔ بات طرز فکر کی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر آدمی اپنی دوزخ اپنی جنت اپنے ساتھ لئے پھرتا ہے۔ کیا مطلب ہوا طرز فکر اگر دوزخی ہے تو آدمی دوزخ میں جائے گا۔

طرز فکر اگر انبیاء کی طرز فکر ہے تو آدمی اس دنیا میں بھی جنت میں ہے مرنے کے بعد بھی جنت میں ہے پھر میں نے پوچھا میں نے کہا حضور یہ رسول اللہ ﷺ یہ نے بھی فرمایا ایک وقت ایسا آئے گا دوزخ کی آگ ٹھنڈی ہو جائے گی اس کا کیا مفہوم ہے فرمانے لگے بھئی جب دوزخ میں لوگ جائیں گے خود ہی اللہ نہیں بھیجے گا خود ہی جائیں گے تو وہاں وہ روئے گے شور شرابہ ہو گا ظاہر ہے تکلیف دوزخ کی جو بھی ہو گی یہاں ذراہ سی تکلیف میں کتنا شور مچ جاتا ہے بہت ہی زیادہ جب شور ہو گا اور لوگ روئے گے اور گڑ گڑائیں گے تکلیف میں کرا ئیں گے تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھے گا یہ کیسا شور ہے تو فرشتے کہے گے اے باری تعالیٰ آپ کے بندے ہیں قصور وار ہیں۔ اب رو رہے ہیں معافیاں مانگ رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے ان کے پاس پیغمبر نہیں بھیجے تھے کیا ان کے پاس اولیاء اللہ نہیں بھیجے تھے کیا ان کو اچھائی اور برائی کا درس نہیں دے دیا تھا تو فرشتے کہے گے یا اللہ یہ سب کچھ صحیح ہے لیکن یہ کمزور ہیں آپ کے بندے ہیں بہت پریشان ہیں۔

www.ksars.org

حضور فرماتے ہیں پھر بھی اللہ یہ نہیں کہے گا انہیں دوزخ سے نکالو اللہ میاں کہے گا ان سے کہو چپ ہو جائیں خاموش ہو جائیں خاموش ہونے کا مطلب ہے آٹومیٹک جنت مل جائے گی بھئی تکلیف سے کیسے خاموش ہو گا آدمی، اللہ میاں کہے گا ان سے کہو شور نہ مچائیں خاموش ہو جائیں اتنا انہیں سمجھایا تھا اتنا انہیں کہا تھا اب رو رہے ہیں بس ٹھیک ہے کہنے لگے جیسے ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا خاموش ہو جائیں اسی وقت ان کی منتقلی جنت میں ہو جائے گی اور دوزخ کی آگ ٹھنڈی ہو جائے گی تو بات وہی ہے آپ لوگ اس بات کو ذہن نشین کریں کہ سارا کھیل طرز فکر کا ہے رحمانی طرز فکر، شیطانی طرز فکر نوع انسانی کا المیہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرز فکر منتقل کرنے کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے محبوب ترین بندے بھیجے لیکن نوع انسانی نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر کی بات نہیں مانی ایک شیطان کے پیچھے لگ گئے سب۔

اب شیطان تو ظاہر ہے شیطان ہے مردود ہے رندہ درگاہ ہے۔ ایک آدمی چوری کر لیتا ہے اس چور کو آپ اپنے گھر میں ہمدردی سے چھپا لیں آپ کیا مجرم نہیں ہو جائیں گے۔ حالانکہ چوری آپ نے نہیں کی انسانی ہمدردی بھی کی لیکن چونکہ آپ نے معاونت کی چوری میں قانون آپ کو پکڑ لے گا۔ یہی اللہ تعالیٰ کا معاملہ ہے جب آپ شیطان کے ساتھ معاونت کریں گے اس کے ساتھ تعاون کریں گے اس کی طرز فکر اپنا کر خوش ہونگے تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو آزادی دے دی آپ چاہے شیطان کی طرف چلے جائیں، چاہے انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف۔ تو انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت پر عمل کرنا، انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات پر عمل کرنا در اصل انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرز فکر کو اپنے اندر منتقل کرنا ہوتا ہے۔

اب یہ مراقبہ بھی انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرز فکر ہے مراقبے کا مطلب ہے اللہ کی نشانیوں میں غور و فکر کرنا تو سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ کی نشانیوں پر غور و فکر کیا کہ یہ ستارے خدا ہیں، یہ چاند خدا ہیں، یہ سورج خدا ہے تو انہوں نے کہا نہیں گھٹنے بڑھنے چھپنے والا خدا نہیں ہو سکتا یہ سارا غور و فکر مراقبہ ہے... سیدنا حضور الصلوٰۃ والسلام نے غار حرا میں مراقبہ کیا سات سال تک اب وہ مراقبہ جب ہم کرتے ہیں تو کیا کرتے ہیں سیدنا حضور الصلوٰۃ والسلام کی اس سنت پر عمل کرتے ہیں جو انہوں نے عارضی طور پر دنیا کو چھوڑ کر اللہ کی نشانیوں میں وقت لگایا نماز کیا ہے نماز بھی مراقبہ ہی ہے اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ مراقبے کا مطلب ہے نماز نہ پڑھو مراقبے کا مطلب ہے غور و فکر کرنا رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کے لئے پانچ وقت کی نماز فرض کر دی گئی تاکہ امت پانچ وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جائے پانچ وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو کر اپنا ذہن اللہ کی تلاش میں لگائے یہی سب مراقبہ ہے۔ مراقبے کا مطلب یہ نہیں ہے آپ سب آنکھیں بند کر کے بیٹھ جائیں اللہ کو دیکھیں یہ بھی ایک طریقہ ہے جب آپ اس قابل ہوں تب بھی اللہ کو دیکھنے کی کوشش کریں۔

جب آپ نماز میں ہوں تب بھی اللہ کو دیکھنے کی کوشش کریں جس بندے کو اللہ نے نماز پڑھنے کی توفیق عطا فرمادی اللہ تعالیٰ سب کو توفیق دے تو آدھا کام اس کا ہو گیا بھئی وضو اس نے کر لیا پاک صاف وہ ہو گیا مصلے پر وہ کھڑا ہو گیا۔

اللہ کی طرف متوجہ ہو گیا اللہ واکبر کہے کر اس نے ساری دنیا کو نفی کر دی اب اتنا سا کام اور ہے کہ جب نماز پڑھیں اس کو خیالات آئیں تو آنے دیں وہ اپنا دھیان نماز کی طرف لگائے رکھے کہ اللہ میرے سامنے ہے میں اللہ کے سامنے کھڑا ہوں، اللہ میرے سامنے ہے میں اللہ

www.ksars.org

کے سامنے کھڑا ہوں، میں اللہ کے سامنے رکوع میں ہوں اللہ میرے سامنے ہے میں سجدے میں تو پھر دیکھئے ساری کی ساری نماز آپ کی مرتبہ احسان ہوگئی لیکن آپ خیالات میں گم رہیں اوراس بات کی کوشش نہ کریں کہ میں اللہ کے سامنے ہوں تواس کا مطلب ہے کہ آپ نے خود کی نماز کی جو معانیت اور حکمت تھی اس کو پورا نہیں کیا، ان لوگوں کی ذمہ داری بہت زیادہ ہے جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے حضور کھڑے ہونے کی توفیق عطا فرمادی، اس لئے کہ ان کے لئے بہت آسان ہے پاک وہ ہوگئے صاف وہ ہوگئے وضو انہوں نے کرلیا، کپڑے ان کے صاف ستھرے ہیں مسجد میں یا وہ اللہ کے گھر میں چلے گئے یا اپنے گھر میں کھڑے ہوگئے اللہ واکبر کہے کر نیت باندھ لی اب اتنا سا تو کام ہے بس یہ سوچنا ہے کہ اللہ سامنے ہے، اللہ سامنے ہے، اللہ سامنے ہے، اللہ سامنے ہے تو یہ ساری نماز جو آپ کی اللہ کے لئے ہوگئی اور مسلسل پریکٹس کرنے سے جب آپ مسلسل اس بات کی پریکٹس کریں گے کہ اللہ میرے سامنے ہے بھئی اللہ کب تک سامنے نہیں آئے گا اللہ تو آپ کے اندر ہے وفی انفسکون...اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں تمہارے اندر ہوں تم ہی مجھے نہیں دیکھتے اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں مجھے دیکھو میں تمہارے اندر ہوں تو نماز کا بھی یہی ہے جب اللہ تعالیٰ نماز کی توفیق عطا فرمائے تو نماز میں تو خیالات آئیں گے ہی اس کی پرواہ نہ کریں اہمیت نہ دیں اسے ردنہ کریں اس لئے رد کریں گے اور آئیں گے آپ بار بار اس بات کو دوہرائیں میں اللہ کے سامنے کھڑا ہوا ہوں۔

پھر کوئی خیال آیا گھر میں بچے رو رہے ہیں آنے دو ہیں تو اللہ کے سامنے کھڑا ہوا ہوں، انہوں نے کہا بیوی ناراض ہوگی ہونے دو ہیں تو اللہ کے سامنے کھڑا ہوں، وہ مالک نوکری سے نکال دے گا نکالنے دو ہیں تو اللہ کے سامنے کھڑا ہوں بھئی کب تک پریکٹس میں کامیاب نہیں ہونگے آپ لیکن اس پریکٹس کو کریں تو صحیح اور جب یہ پریکٹس کریں گے اس کا فائدہ انشاللہ آپ کے سامنے آجائے گا اللہ تعالیٰ ہم سب کو پیغمبروں کی طرز فکر پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور شیطانی طرز فکر سے ہمیں محفوظ رکھے اور ہمیں اس بات کی جدوجہد کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ انبیاء کی جو سنت ہیں انبیاء کی جو تعلیمات ہیں قرآن پاک کی جو تعلیمات ہیں ان کو صرف یہی نہیں کہ پڑھیں ان کو بار بار ذہن میں دوہرائیں بار بار ذہن میں دوہرائیں، دوہرانے سے چیز یاد بھی ہو جاتی ہے اور دوہرانے سے آدمی جو ہے اس نے اندر اتنے گہرے نقوش ہو جاتے ہیں کہ وہ بغیر ارادے کہ بھی وہی کرتا ہے جو اس کے اندر نقوش منتقل ہوتے ہیں۔ اختتام

www.ksars.org

حقوق العباد کیا ہیں؟

شیطان کا سب سے بڑا مشن یہ ہے کہ وہ آدمی کو ناخوش کر دیتا ہے اور جب آدمی ناخوش ہو جاتا ہے تو اس کی دنیاوی زندگی ہو یا آخرت کی زندگی ہو دونوں ناکام ہو جاتی ہیں۔اس لئے کہ ناخوش آدمی جو ہے وہ تو گھر کے مسائل بھی حل نہیں کر سکتا تو آخرت کے مسائل کہاں سے حل کرے گا۔اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ میں دو گناہ معاف نہیں کرتا ایک یہ کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور دوسرا یہ کہ لوگوں کی حق تلفی کی جائے دو گناہ اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتے ایک حقوق العباد یعنی لوگوں کی حق تلفی اور دوسرا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا یعنی اللہ کے معاملات کو دوسروں سے منسوب کرنا یعنی اللہ کے اوپر جتنا بندوں کا یقین ہونا چاہئے وہ یقین نہ ہو ظاہر ہے جب معبود کے اوپر رب کے اوپر یقین نہیں ہو گا تو اس بے یقینی کے نتیجے میں نظر دوسری طرف جائے گی اس سے بھی اللہ تعالیٰ ناخوش ہوتے ہیں اور وہ شرک کے دائرے میں آجاتا ہے۔

حقوق العباد کا جہاں تک تعلق ہے وہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کے ارشاد کے مطابق جو کچھ تم اپنے لئے چاہو وہی دوسروں کے لئے چاہو جو چیز تم اپنے لئے ناپسند کرو دوسروں کے لئے بھی ناپسند کرو اور حقوق العباد یہ ہے کہ آپ کی زبان سے،آپ کے طرز عمل سے،کسی کی دل آزاری نہ ہو،نہ کسی کو دکھ نہ پہنچے خصوصاً خواتین میں یہ بیماری زیادہ ہے مردوں میں بھی ہے لیکن خواتین میں زیادہ ہے کہ جب وہ کسی جگہ اکھٹی ہوتی ہیں تو وہ خاندانی مسئلے مسائل زیر بحث آتے ہیں اور وہ خاندانی مسئلے مسائل معاملات ہیں یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کی برائی ہوتی ہے وہ ایسا ہے،اس نے یہ کہے دیا،اس نے یہ کہے دیا تو یہ جو بغیر تصدیق کہ کسی کو برا سمجھنا،کسی کو برا کہنا یا کسی کے لئے اپنے دل میں شک اور وسوسہ رکھنا یہ بھی حق تلفی کے دائرے میں آتا۔یہ بات بہت زیادہ غور طلب ہے کہ شرک اور حق تلفی دونوں برابر کے گناہ ہے یہ بات خاص طور سے آپ سب لوگ یاد رکھے کہ حق تلفی اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا دونوں شرک کے برابر ہے۔

اب حق تلفی یہ ہے ہم دوسروں کی حق تلفی کریں مثلاً شوہر کو چاہئے کہ وہ بیوی کے حقوق پورے کرے،بیوی کو چاہئے کہ وہ شوہر کے حقوق پورے کرے،والدین کو چاہئے کہ وہ اولاد کے حقوق پورے کرے،اولاد کو چاہئے کہ وہ والدین کے حقوق پورے کرے،اسی طرح پڑوسیوں میں یہ جذبہ ہونا چاہئے کہ ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی کے حقوق کو قصد نہ ہونے دے اور ان کا جو بھی خیال رکھ سکے ان کا خیال رکھے یہ حق تلفی جو ہے یہ اپنی ذات سے ہٹ کر حق تلفی ہے۔یہی بات جو روحانی نقطہ نظر سے بہت اہم ہے اور میرا خیال ہے میری بہنوں نے میری بیٹیوں نے کبھی یہ بات سنی نہیں ہو گی کہ انسان اپنی ذات کی بھی حق تلفی کرتا ہے۔یہ تو حق تلفی ہوئی ناوالدین کی خدمت نہیں کی یا والدین کے حقوق پورے نہیں کئے یا والدین نے اولاد کے حقوق پورے نہیں کئے یا اولاد نے والدین کے حقوق پورے نہیں کئے یا بیوی نے شوہر کے حقوق پورے نہیں کئے شوہر بیوی نے ایک دوسرے کے حقوق پورے نہیں کئے یہ تو حق تلفی ایک دوسرے کی ہوئی۔

www.ksars.org

ایک حق تلفی یہ ہے انسان اپنی ذات کی حق تلفی کرتا ہے وہ انسان کی حق تلفی یہ ہے اللہ تعالیٰ نے نہایت محبت کے ساتھ بہت زیادہ شفقت کے ساتھ ہمیں پیدا کیا اور پیدائش کے بعد ہماری حفاظت کی ہماری پرورش کی اور ہمیں ایک جیتی جاگتی خوبصورت تصویر بنا دیا اب جتنا ہم سب لوگ بیٹھے ہوئے ہیں ظاہر ہے یہ اللہ کی بنائی ہوئی تصویر ہے انسان اگر اپنی روح سے واقف نہ ہو تو یہ اس کی اپنی ذات کی حق تلفی ہے۔

آدمی چلتا پھرتا ہے کھاتا پیتا ہے اسی وقت تک جب تک آدمی کے اندر روح ہوتی ہے جب انسان کے اندر سے روح نکل جاتی ہے تصویر پوری طرح موجود ہے لیکن نہ آدمی چلتا ہے، نہ پھرتا ہے، نہ کھانا کھا سکتا ہے، نہ بات کر سکتا ہے اگر کوئی آدمی چوٹ مارے تو اسے چوٹ کا کوئی احساس ہی نہیں ہوتا اس کا مطلب یہ ہوا اصل تصویر جو ہے وہ ہماری روح ہے جس روح کی بنیاد پر یہ جسمانی تصویر ہے اس کی مثال حضور قلندر بابا اولیاءؒ اس طرح دیتے ہیں کہ ہم ایک تصویر ہیں ایک جسم ہیں اس جسم میں ہاتھ پیر گردن آنکھیں سب ہیں ہم اس جسم کی حفاظت کے لئے ایک لباس پہنتے ہیں مثلاً اون کا لباس نائیلون کا لباس، ریشم کا لباس ایک لباس بناتے ہیں اس جسم کی حفاظت کے لئے اب اس کو یوں سمجھیں آپ کہ قمیض شلوار اور دوپٹہ یہ لباس ہے اس لباس کا مطلب ہے شلوار قمیض اور دوپٹہ اب دیکھئے آپ قمیض جب تک جسم کے اوپر ہے اس وقت تک قمیض کے اندر حرکت ہے لیکن اگر آپ قمیض شلوار اور دوپٹہ چارپائی پر اس طرح رکھ دیں جس طرح ایک آدمی کو لباس پہنایا جاتا ہے اور اس لباس سے آپ یہ کہے کہ بھئی آستین ہل تو آستین نہیں ہلے گی کیوں نہیں ہلے گی اس لئے نہیں ہل گی آستین کی حرکت تابع ہیں جسم کے، ہاتھ کے، جب تک آستین اس ہاتھ کے اوپر موجود ہے ہاتھ ہلے گا آستین ہلے گی اب اگر یہ آستین ہم یہاں اس فرش پر لیٹا دیں اس کو اور اس سے یہ کہے کہ تو ہل تو آستین نہیں ہلے گی اسی صورت سے جب ہم لاش کو دیکھتے ہیں ایک مرے ہوئے آدمی کو دیکھتے ہیں تو اس کو اگر ہم کہے کہ بھئی تو اٹھ کر بیٹھ جاو، ہی اٹھ کر نہیں بیٹھی گی۔

کیوں نہیں اٹھ کر بیٹھے گا اس لئے نہیں بیٹھے گا اٹھے کہ جس چیز کا لباس ہے جسم اس چیز نے اس سے رشتہ توڑ دیا مطلب یہ ہوا یہ مادی جسم یہ گوشت پوست کا جسم، یہ ہڈیوں کا ڈھانچہ، یہ کھال یہ جسم ہے روح کا یہ مثال آپ سامنے رکھئے اس کی قمیض کی تو اگر روح اس لباس سے گوشت پوست کے لباس سے اپنا رشتہ منقطع کرلے تو اس جسم کی حیثیت وہی ہو جائے گی جو چارپائی پر پڑی ہوئی قمیض اور شلوار کی ہے اس دلیل سے، اس حکمت سے یہ بات ثابت ہوئی کہ اصل انسان وہ مرد ہو، عورت ہو، بچہ ہو، جوان ہو، بوڑھا ہو گوشت پوست کا جسم نہیں ہے روح ہے تو اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں انسان اپنی حق تلفی نہ کرے اور حق تلفی اس طرح نہ کرے کہ وہ اس جسم کو، گوشت پو ست کے جسم کو، جس کے اوپر موت وارد ہونے والی ہے، جو فنا ہونے والا ہے، جو مٹی میں جا کر سڑ کر مٹی بن جانا ہے، اس جسم کو اصل نہ سمجھیں، اصل سمجھیں روح کو اور جب آپ روح کو اصل سمجھیں گے تو ظاہر ہے اب آپ کی تلاش ہوگی بھئی ہمارا اصل جسم کون ہیں ہے یہ گوشت پوست کا جسم تو روح کا لباس ہے لباس بدلتا رہتا ہے اسی طرح جسم بھی بدلتا رہتا ہے وہ کس طرح بدلتا ہے بچہ پیدا ہوا بچہ ہر روز نیا بچہ پیدا ہوتا ہے۔

ایک دن کا بچہ، دس دن کا بچہ سال بھر کا بچہ، پانچ سال کا بچہ، پندرہ سولہ سال کا جوان بچہ، جوان آدمی بوڑھا آدمی بن جاتا ہے تو آپ دیکھئے نقش ونگار بھی بدل جاتے ہیں۔ اور جسم بھی بدل جاتا ہے بالکل اس طرح جس طرح ہم یہ قمیض پہنتے ہیں اور روزانہ اس کو اتار کر قمیض اور

www.ksars.org

شلوار پہنتے ہیں اسی طرح روح بھی ایک تسلسل کے ساتھ ایک قانون اور ضابطے کے ساتھ اپنا یہ مادی گوشت پوست کا جسم بدلتا ہے اور یہ بدلنا ہی ارتقاء ہے یہ بدلنا ہی نشو و نما ہے، یہ بدلنا ہی بچپن سے لڑکپن لڑکپن سے جوانی اوجوانی سے بوڑھا اور بوڑھاپے سے مرنا تو اللہ تعالی یہ چاہتے ہیں کہ انسان کو اللہ تعالی نے روح کے ساتھ پیدا کیا اور یہ گوشت پوست کا جسم جو ہے روح کا لباس ہے انسان اگر اپنی ذات کو، اپنی اصل کو، اپنی روح کو اگر نہیں پہنچانتا، نہیں جانتا تو وہ اپنی حق تلفی کرتا ہے تو حقوق العباد یہ ہوئے ایک یہ کہ انسان کسی کی دل آزاری نہ کرے جتنا جس کے کام آنا ہے کام آجائے انسان دوسروں کے اوپر خوا مخواہ شک اور شبہ نہ کرے بغیر تصدیق کے کسی بات کا فیصلہ نہ کرے کہ وہ آدمی برا ہے اس نے ایسا کر دیا اس نے ایسا کر دیا آج کل عام طور سے خواتین میں بہت زیادہ ہے جادو کا چکر بہت چلا ہے اس نے جادو کر دیا فلاں کر دیا۔

جادو تو بے شک ہے بات یہ ہے کہ اس بات کی کسی طرح تصدیق نہیں ہے، تصدیق اگر ہوتی تو آدمی عقل والا ہوتا لیکن چوں کہ اس بات کی تصدیق نہیں ہوئی کہ نندنے جادو کر دیا یا ساس نے جادو کر دیا، بہو نے جادو کر دیا۔ اگر کوئی آدمی اس بات کو دوہراتا ہے کہ اس نے جادو کر دیا اور اس نے اس کو پوری طرح تصدیق نہیں ہے تو یہ حق تلفی ہے اور یہ گناہ شرک کہلاتا ہے اگر جادو کی تصدیق ہو جائے تو آپ کا کہنا صحیح ہے پھر اس کا علاج بھی ہوتا ہے لیکن جب تک اس بات کی تصدیق نہ ہو اس وقت تک کس آدمی کو یہ کہنا کہ اس نے یہ کر دیا وہ کر دیا یہ اس آدمی کے اوپر الزام ہے اور الزام جو ہے اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے اور یہ حق تلفی ہے تیسری صورت یہ ہے کہ چار خواتین چار مرد بیٹھتے ہیں وہ ایک دوسرے کی برائی کرتے ہیں۔ اختتام

www.ksars.org

اولیاءاللہ اور سائنسدانوں میں کیا فرق ہے؟(ورکشاپ میں خطاب)

گرامی قدر، معزز طالبات اور طلباء روحانی ورکشاپ کے اورگنائزیشن کمیٹی کے ممبران وقار یوسف عظیمی صاحب، اشرفی صاحب اللہ تعالیٰ آپ سب کو خوش رکھے اور اپنی رحمتوں سے نوازے السلام وعلیکم جہاں تک ورکشاپ کے انقاد کا تعلق ہے اور ورکشاپ سے جو فوائد حاصل ہوتے ہیں اور ترقی کی راہیں ہوتی ہیں وہ آپ سب پر آشکار ہیں۔ الحمد اللہ ہماری ورکشاپ بار بار ہونے سے ہمارے ذہن میں یہ پیٹرن بن گیا ہے کہ اس قسم کی نشیبیں اس قسم کی علمی ترقی کے لئے اور ہمارے علم میں اضافے کے لئے بھی ضروری ہے اور مفید بھی ہے اس ورکشاپ میں باباتاج الدین ناگپوریؒ کی ذات گرامی اور ان کی علمی فضیلت کو سامنے رکھتے ہوئے ہم نے کتاب تذکرہ باباتاج الدین ناگپوریؒ کو سامنے رکھا ہے تاکہ ہمیں یہ علم ہو سکے کہ اولیاءاللہ کی سوچ اور طرز فکر اس طرح کام کرتی ہے اور جب وہ گفتگو کرتے ہیں اس گفتگو میں سمجھنے والوں کے لئے، علم حاصل کرنے والوں کے لئے اور اللہ کا عرفان حاصل کرنے والے لوگوں کے لئے کیا کیا رموز اور اسرار ہوتے ہیں۔

آپ تذکرہ تاج الدین باباؒ کے سلسلے میں جن سوالات کو پڑھیں گے اس کے اوپر سب لوگ اپنی اپنی ذہنی گہرائی کریں گے اس میں آپ یہ دیکھیں گے کہ ایک ولی اللہ اور عام انسانوں میں ایک ولی اللہ اور سائنسٹسٹ کے ذہن میں کیا فرق ہوتا ہے۔ ہر آدمی اس دور میں آنکھیں کھول کر دیکھتا ہے اس کے سامنے یہ بات ہے کہ سائنس نے جتنی بھی ترقی کی اس ترقی کے پیچھے کہا تو یہی جاتا ہے نوع انسانی کے لئے ترقی ہوئی، نوع انسانی کے لئے آرام وآسائش کے لئے ترقی ہوئی، بلاشبہ نوع انسانی کو آرام وآسائش سے نظر آیا لیکن جب ہم نظریہ کو غیر جانبداری سے دیکھتے ہیں اور گہرائی میں جاکر تفکر کرتے ہیں تو ہمیں ایک ہی بات نظر آتی ہے اس کی کسی بھی طرح کی ترقی میں نوع انسانی کی ترقی ممکن نہیں ہے کہ سائنس کی ہر ترقی کے پیچھے دنیاوی منفیت کے علاوہ کچھ نہیں ہے ایک گروہ نے دنیا حاصل کرنے کے لئے، اقتدار حاصل کرنے کے لئے، نام وری کے لئے اور ساری دنیا کو غلام بنانے کے لئے ایجادات کا سلسلہ شروع کیا۔

یہ ایجادات بلاشبہ ذہنی کاوش، ذہنی فکر ریسرچ اور تلاش کی مرہونے منت ہے لیکن ہم یہ دیکھتے ہیں ذہنی کاوش ہو ریسرچ ہو یا کسی چیز کو کھوج لگانا ہو تو وہ اسی وقت ممکن ہے جب انسان کے اندر وہ صلاحیتیں کام کرتی ہو جن صلاحیتوں سے ریسرچ ہوتی ہے۔ جب ہم صلاحیتوں کا تذکرہ کرتے ہیں تو زیر بحث دماغ آجاتا ہے، ذہن آجاتا ہے، حافظہ آجاتا ہے حافظہ دماغ اور ذہن میں بارے میں جب بھی آپ غور وفکر کریں گے منصف ہو کر، غیب جانب دار ہو کر وہ ایک ہی بات آپ کی سمجھ میں آئے گی یا تو دماغ ہو یا ذہن ہو حافظہ ہو ان سب کا تعلق براہ راست اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اگر دماغ نہ دیں، اللہ تعالیٰ اگر ذہن عطانہ کریں، اللہ تعالیٰ انسان کے دماغ میں حافظے کا پٹرن نہ بنائیں تو یہاں نہ کوئی ترقی ممکن ہے، نہ یہاں کوئی آرام اور صحت کی نئی نئی چیزیں سامنے آنے کا بظاہر کوئی امکان ہے۔

لیکن سائنٹسٹ کو جب ہم دیکھتے ہیں تو وہاں ایک ہی بات نظر آتی ہے وہ دماغ کو بھی اپنا دماغ کہتا ہے، حافظہ کو بھی اپنا حافظہ کہتا ہے اور ذہن کو بھی اپنا ذہن کہتا ہے۔ حالانکہ یہ ظاہر ہے کہ اگر کسی سائنٹسٹ کو کسی چیز کو ایجاد کرنے کا خیال نہ آئے یا اسے اس کی انفارمیشن نہ

www.ksars.org

ملے، تو وہ کوئی بھی چیز ایجاد نہیں کر سکتا۔ ایک ولی میں، ایک سائنٹسٹ میں، ایک دنیادار فلسفہ میں یہی بنیادی فرق ہے ایک ولی کی سوچ Thinking یا اس کا اظہار خیال یا اس کا تفکر اللہ تعالیٰ کی ذات کے گرد گھومتا ہے وہ اس بات کو برملا اعلان بھی کرتا ہے اس کی زندگی عملی ثبوت بھی فراہم کرتی ہے کہ یہاں اللہ کے علاوہ کچھ نہیں ہے اللہ اگر خیال نہ ڈالے تو یہاں کچھ بھی نہیں ہوتا۔ کھانا ہم کھاتے ہیں یہ خیال کا مرہون منت ہے، پانی ہم پیتے ہیں اس کے پیچھے خیال کارفرما ہے آپ غور فرمائیں اگر کسی آدمی کو پیاس نہ لگے یعنی پانی پینے کا خیال نہ آئے تو زندگی بھر پانی نہیں پی سکتا اسی صورت سے دوسری بات جو بہت زیادہ اہم ہے اور یہ آپ کے ورکشاپ میں سوال جواب میں کام آئے گی یہ کائناتی سسٹم ہے یہ وسائل پر قائم ہے کوئی بھی کام جب اس دنیا میں ہوتا ہے پہلے سے وسائل موجود نہ ہوں تو وہ کام نہیں ہو سکتا۔

مثلاً لوہے کے بارے میں آپ غور کریں کہ لوہا ایک ایسی ضروری چیز ہے سائنسی ایجادات میں کہ اس کے داخل سے کسی بھی طرح کوئی بھی طرح کوئی بھی آدمی انکار نہیں کر سکتا اب مثلاً آپ کے پلاسٹک کا جو برتن ہے اس میں لوہے کا کوئی عمل داخل نہیں ہو سکتا اس میں تو لوہا نہیں ہے لیکن آپ دیکھیں پلاسٹک کے برتن کے اندر لوہے کی مشین نہ ہو تو پلاسٹک کا برتن بن کر آپ کے سامنے نہیں آسکتا۔ آپ جب اپنی زندگی کا مطالعہ کریں گے تو پیدائش سے لیکر موت تک اور جو کچھ موت کے بعد کی جو زندگی کے علوم ہمیں پیغمبروں سے ملیں ہیں ان پر جب آپ غور کریں گے تو ایک ہی بات آپ کی سمجھ میں آئے گی کہ وسائل پہلے ہونگے تو کچھ ہو گا۔ مثلاً ایک آدمی ہے ایک عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق وہ جنت میں جاتا ہے تو نیکی جو ہے اس کے لئے پہلے سے وسیلہ موجود ہے ایک آدمی برائی کرتا ہے وہ دوزخ میں جاتا ہے۔

سیدھی سی بات ہے، برائی کرنے کا جو عملی نتیجہ مراتب ہو گا اس کے لئے دوزخ کا وسیلہ موجود ہے۔ زمین کو آپ دیکھئے۔ زمین نہ ہو تو نہ پھل ہو گا نہ فروٹ ہو گا، نہ درخت ہونگے کچھ بھی نہیں ہو گا آسمان نہ ہو بارش نہ ہو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں و من سمائے... کہ دیکھو آسمان کی طرف کہ ہم نے کیسے اس کو بلند کر دیا۔

نہ اس میں کوئی دڑاڑ ہے، نہ اس میں کوئی ستون ہے، نہ اس میں کوئی پیلر ہے، نہ اس میں کوئی دیوار ہے و من سمائے کیف... یعنی بلندی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے انسان کے لئے ایک رفعت حاصل کرنے کے لئے بھی ایک وسیلہ بنایا ہوا ہے و من سمائے... کہ جب انسان اس وسیلے کی تلاش کرتا ہے جدوجہد کرتا ہے جو رفعت اور بلندی سے متعلق ہے تو وہاں اسے نظر آتا ہے ایک ایسی چیز موجود ہے جس میں نہ کوئی ستون ہے، نہ کوئی دیوار ہے، نہ کوئی کیل ٹھونکی ہوئی ہے ایک چیز اس طرح کھڑی ہوئی ہے جو انسان کے شعور سے بالکل ماورا ہے واللہ... اور دیکھو ہم نے زمین کو کس طرح پھیلا دیا ہے... اور دیکھو ہم نے پہاڑوں کو زمین کے اندر میخیں بنا کر کس طرح گاڑ کر دیا ہے یہ سارا تذکرہ اس بات سے متعلق ہے اللہ تعالیٰ کا تخلیقی فارمولا تخلیقی سسٹم اس طرح قائم کیا ہے کہ اگر وسائل موجود نہیں ہونگے تو انسان نہ کوئی ترقی کر سکتا ہے، انسان نہ کوئی کھانا کھا سکتا ہے، انسان نہ کوئی کاروبار کر سکتا ہے، انسان نہ خود اولاد ہو سکتا ہے اور انسان نہ خود باپ ہو سکتا ہے۔

www.ksars.org

یہ سارا سسٹم ہے وسائل پر اور وسائل کی تخلیق کا دارومدار اللہ کے ہاتھ میں ہے خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے احسن خالقین... کہ میں تخلیق کرنے والوں میں بہترین خالق ہوں اس کا مطلب یہ ہوا انسان بھی تخلیق کرتا ہے لیکن انسان اللہ کے بنائے ہوئے وسائل کے ساتھ تخلیق کرتا ہے وسائل اگر نہیں ہونگے تو انسان تخلیق نہیں کر پائے گا۔ یہ ایک طرز فکر ہے جو انبیاء کی ہے، انبیاء کے وارثین اولیاء اللہ کی ہے اور دوسرے طرز فکر یہ ہے کہ انسان باوجود کہ بہت بڑی بڑی ترقی کرلیتا ہے بہت بڑی چیزیں ایجاد کرلیتا ہے لیکن ذہنی پسمندگی کا یہ عالم ہے کہ وہ اپنی ذات سے اپنے خول سے باہر نہیں نکلتا کتاب تذکرہ باباتاج الدین ناگپوریؒ کی زندگی پر ایک چھوٹی سی کتاب ہے۔ اس کو آپ کہے لیں اس کا انتخاب ورکشاپ کے لئے اس لئے کہا گیا ہے تاکہ ہمارے سامنے یہ بات آجائے۔ کہ اللہ والے، اللہ کے دوست، اللہ کے بندے اور اللہ کی رحمتوں اور نعمتوں سے مستفیض لوگ کس طرح سوچتے ہیں اور ان کی طرز فکر کیا ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اس کتاب کو سمجھنے کی اور باباتاج الدین ناگپوریؒ کے جو علوم ہیں اور ان علوم کے پیچھے اسرار ورموز ہیں ان علوم میں گہرائی میں جاکر تفکر کرنے کی توفیق عطافرمائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں ہمت اور توفیق عطا فرمائے کہ ہم زیادہ سے زیادہ علمی اور اخلاقی اور معاشرتی سب قدروں کی حفاظت کرتے ہوئے زیادہ سے زیادہ انبیاء اور اولیاء اللہ کی طرز فکر حاصل کرنے کی جدوجہد کریں اور کوشش کریں اللہ تعالیٰ آپ کا حامی اور ناصر ہو السلام وعلیکم ورحمتہ... اختتام

www.ksars.org

قرآن پاک کی حکمت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تلاوت سورۃ القرآن...

رسول اللہ ﷺ کی محفل میں اپنے ساتھیوں سے پہلے قرآن حکیم کے متعلق بات کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نوع انسانی کو قرآن کے انوار تجلیات کے بارے میں متوجہ کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر ہم قرآن کو پہاڑ پر نازل کرتے تو پہاڑ قرآن کی ہیبت اور طاقت سے ریزہ ریزہ ہو جاتے اور یہ ایک قرآن کریم کی تجلیات سے پہاڑ واقف ہو جاتے کہ یعنی ہم پہاڑوں کو قرآن پاک کو سمجھنے کا شعور عطا کر دیتے تو پہاڑ اپنا وجود ختم کر دیتے اور ایک بہت بڑی بات ہے۔ اس میں غور طلب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کی طاقت کا بیان فرماتے ہیں کتنا یہ طاقت ور ہے قرآن ہے۔ چودہ سو سال سے مسلمان قرآن کو سینے سے بھی لگایا ہوا ہے۔ قرآن کریم کو سر پر بھی رکھا ہے قرآن کریم پڑھتا بھی ہے لیکن کہیں بھی قرآن کی طاقت کا مظاہرہ نظر نہیں آیا اللہ نے جب فرمادیا قرآن اگر پہاڑ پر نازل ہو جاتا تو پہاڑ اس کی تجلیات سے ریزہ ریزہ ہو جاتا اور انسان چودہ سو سال سے قرآن پڑھ رہا ہے اس کے اندر کوئی تبدیلی ہی واقع نہیں ہوتی تو ظاہر ہے انسان جو کچھ قرآن میں پڑھتا ہے اور برتاؤ یہ ہے کہ قرآن کے اندر جو تجلیات اور انوار ہیں اس کا انسان کو آتا پتا ہی نہیں ہے جانتا ہی نہیں ہے آپ معمولی سے تار میں کرنٹ ہو تو آپ کے ہاتھ کو جھٹکا لگے گا۔

غور کریں اور غور کریں یہ وہ بجلی ہے وہ انسانوں نے بنائی ہے اور یہ تذکرہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ اگر قرآن پہاڑوں پر نازل ہو جاتا تو پہاڑ ریت میں تبدیل ہو جاتا تو سوچنے کی بات یہ ہے جو چودہ سو سال سے قرآن پڑھ رہے ہیں وہ قرآن کے انوار و تجلیات سے ہم کیوں واقف نہیں ہیں۔ جیسے کہ ایک پہاڑ ہے۔ قرآن ہمارا ہے بھئی تم مسلمان کو قرآن کتاب عطا فرمائی تو جس قوم کے پاس اتنی بڑی طاقت ہو کہ اس طاقت کے مشاہدے سے پہاڑ ریت میں تبدیل ہو جائیں تو قوم غلام نہیں بن سکتی۔ اب امریکہ جیسے غیر مسلم اقوام ہے ان کا عروج ہے ان کے پاس پیسہ ہے ان کے پاس وہ ہتھیار ہے کہ ایک منٹ میں کئی کئی لاکھ آدمیوں کو تباہ اور برباد کر سکتے ہیں طاقت ہی ہے اس سے امریکہ کا ساری دنیا کا طاقت ور ملک ہے۔ تو اس طاقت کی بنیاد پر آدمی ساری دنیا کو غلام بنایا ہوا ہے اور آپ کے پاس اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی وہ طاقت ہے جو پہاڑوں کو ریت میں تبدیل کر دیتی ہے اس کے باوجود ہمارے پاس طاقت ہے ہم غلام ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن تو آپ کے پاس موجود ہے۔

لیکن آپ قرآن سے انوار و تجلیات سے واقف نہیں ہیں۔ قرآن کے اندر اللہ تعالیٰ نے جو حکمتیں بیان کی ہیں آپ ان سے واقف نہیں ہیں نہ کوئی آپ کو بتاتا ہے کہ قرآن شریف میں آپ نے کتنی دفعہ یہ آیت پڑھی ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ پہاڑوں پر قرآن نازل کر دیتے تو پہاڑ ریت میں تبدیل ہو جاتے۔ تو کیوں نہیں سوچتا مسلمان جب قرآن اتنی بڑی طاقت ہے جیسے کہ بڑے بڑے پہاڑ میلوں میل پہاڑ کو ریت میں تبدیل کرنے کا تو یہ ہماری کتاب ہمیں بھی یہ حاصل ہے اور جب مسلمان ہماری اس طاقت سے قرآن کی حکمت سے قرآن کی انوار سے

www.ksars.org

قرآن کے اندر اللہ تعالیٰ نے تجلیات سے واقف رہے مسلمان حکمراں رہے اور ساری دنیا کی قومیں جو ہیں انہیں معلوم ہوتا ہے ایسا تو نہیں ہے مسلمان جیسے آج ایسا ہے تو ہمیشہ ہی ایسا تھا ایک زمانہ تھا آپ کے اسلاف کا زمانہ تھا کہ وہ جو آج سائنسداں ہیں وہ تو کچھ بھی نہیں جانتے تھے ہر چیز کے محتاج تھے مسلمان کے اور آج صورت یہ ہے کہ وہ ہر چیز ان کے پاس ہے وہ مسلمانوں کے پاس نہیں۔

اب جتنی بھی سائنس پڑھائی جا رہی ہے ان کی جو علم کی درسگاہیں تو وہ خود بھی کہتے ہیں کہ تمام علوم ہم پورے پورے نے مسلمانوں سے حاصل کئے ہیں۔ وہ بالکل اپنی ذہنی کاوش سے قرآنی حکمت کو تلاش کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں ہم نے لوہا نازل کیا اور اس میں انسانوں کے لئے لوہے کی صلاحیت کو استعمال سیکھو۔ اور اس میں انسانوں کے لئے بے شمار فائدے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ ہم نے لوہا نازل کیا اور اس میں بے شمار فائدے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ اب مسلمانوں نے لوہے کے اندر قوت کو تلاش کیا لوہے کے مخفی قوت کو تلاش کیا لوہے مختلف طریقے سے لوہے کو مولڈ کیا اس کے نتیجے میں آپ دیکھیں کیا ہوا ریل کی پٹڑی بنی، ریل بنی، چمٹا بنا، توا بنا، چوھا بنا، جہاز بنے آپ کے لئے طرح طرح کے چیزیں تخلیق ہوئی مثلاً ریڈیو، ٹی وی آپ کہے کہ ریڈیو ٹی وی میں لوہا ہی نہیں ہے کیسے نہیں ہے آپ ذرا دیکھیں اس کے اندر سارا لوہا بھرا ہوا ہے۔

دوسری یہ اگر پلاسٹک کی باڈی کسی چیز کی ہے تو پلاسٹک کی باڈی کے لئے ڈائی تو لوہے کی بنتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے لوہا نازل کیا اور اس میں انسان کے لئے بہترین منافع اور فائدے رکھ دیئے۔ تاکہ انسان لوہے کی صنعت قائم کرکے حکمرانی قائم کرکے پانی کے جہاز میں لوہا کام کر رہا ہے، کشتی میں لوہا کام کر رہا ہے، بیل گاڑی میں لوہا کام کر رہا ہے، ٹانگے میں لوہا کام کر رہا ہے، رکشہ میں لوہا کام کر رہا ہے، گاڑی میں لوہا کام کر رہا ہے، ہوائی جہاز میں لوہا کام کر رہا ہے، ہیلی کوپٹر میں لوہا کام کر رہا ہے لاسلکی نظام میں، ایٹم بم میں کون سی ایسی ترقی ہے جس میں آپ کہے گے لوہا یہاں کام نہیں کر رہا۔ لیکن قرآن ہمارا ہے محمد رسول اللہ ﷺ بھی ہمارے ہیں۔ ہمیں ان کے امتی ہونے کا دعویٰ بھی ہے۔ ہم یہ بھی کہتے ہیں مسلمانوں کو لیکن فائدہ نہیں ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے جس سے ہم ہیں اللہ تعالیٰ رب المسلمین نہیں ہیں اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ چیز پیدا کی کائنات میں وہ مسلمانوں کے لئے تخصیص نہیں ہے وہ عالمین کے لئے اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہے اب بھوک ہے کیا بھوک مسلمانوں کو ہی لگتی ہے۔ بھوک سے جس طرح ایک مسلمان فائدہ اٹھاتا ہے اس طرح ایک کافر بھی فائدہ اٹھاتا ہے اس طرح ایک مشرک بھی فائدہ اٹھاتا ہے۔ اور اسی طرح بھی فائدہ اٹھاتا ہے قرآن پاک قرآن پاک میں پورے عالمین کے لئے نازل ہوا ہے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی چیزوں سے اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی تخلیق سے جو قوم فائدہ اٹھانا چاہتی ہے وہ قوم فائدہ اٹھائے اللہ تعالیٰ نے فرمایا انا اللہ... عربی آیت... کہ جو قومیں خود اپنے اندر تبدیلی چاہتے ہیں ان کے اندر تبدیلی ہوتی ہے جو قومیں اپنی تبدیلی نہیں چاہتی ان میں تبدیلی نہیں ہوتی یہ اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے، ایک سسٹم ہے کہ جو قوم اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی تخلیق سے فائدہ اٹھانا چاہتی ہے وہ تخلیق سے فائدہ اٹھا لیتی ہے۔

مطلب اب ایک سورج اللہ تعالیٰ نے بنایا اب ساری زمین پر سورج کی ضیاپاشی ہوتی ہے کہ سورج کبھی اس بات سے انکار نہیں کرتا کہ یہ پتے ہیں یہ پھول ہیں یا یہ درخت ہیں یہ نوع ہے یہ محل ہے یا یہ جھونپڑی ہے یہ ہندو ہے یہ مسلمان ہے یہ بت پرست ہے پانی ہے ہوا

www.ksars.org

ہے آکسیجن ہے سورج سب کے لیے ایک جیسا ہے۔ یہاں صورت حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تخلیق سے فائدہ اٹھانے کے لئے تخلیق پر کبھی تفکر ہی نہیں کرتے۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب کی امتی ہیں۔ لیکن ہم عجیب اور غریب اللہ تعالیٰ کی جو صناعی ہے اللہ تعالیٰ کی جو پھیلائی ہوئی نشانیاں ہیں اسی رخ پر تفکر ہی نہیں کیا۔ قرآن ہمارا ہے نبی ہمارے ہیں۔ تو لوہے کے جو مصنوعات بن رہے ہیں جو ایجادات ہو رہی ہیں وہ مسلمانوں سے ہونی چاہئے یا غیر مسلم سے۔ ایک چیز تو آپ کی ہے نا قرآن بھی ہمارا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی امانت ہے حضور پاک ﷺ بھی ہمارے ہیں اللہ بھی ہمارا ہے آپ یہ بتائیں جن کا اللہ سے ناطہ ہو، اللہ سے رشتہ ہو، اللہ کے محبوب کے جو امتی ہیں، قرآن ان کے پاس کتاب ہے، تسخیر کائنات کے فارمولوں کی دستاویز اور کتاب ہے، وہ قوم ذلیل و خوار نہیں ہو سکتی تو یہ ذلیل و خوار کیوں ہے یہ ذلیل و خواریوں ہے کہ ہم نے جو اللہ تعالیٰ کے ارشادات ہیں اللہ تعالیٰ کے جو احکامات ہیں ان پر کبھی غور نہیں کیا کبھی تفکر نہیں کیا۔ جب تک غور و فکر نہیں کریں گے آپ دنیا میں کسی بھی چیز سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ آپ معمولی سے معمولی کوئی چیز لے آئیں کیا وہ غور و فکر کے بغیر وہ چیز بن جائے گی۔ بنائیں کیا غور و فکر کے بغیر بن سکتی ہے؟ آپ مٹی کا ہاتھی بنا ئیں کیا غور و فکر کے بغیر ہاتھی کی شکل بن سکتی ہے؟ تو یہ جب تک غور و فکر نہیں ہو گا عمل نہیں ہو گا کوئی چیز تخلیق اور ایجاد نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں اگر ہم قرآن کو پہاڑوں پر نازل کر دیتے تو یہ دنیا کے جتنے بھی پہاڑ ہیں سب ریت میں تبدیل ہو جاتے۔ اسکی کتنی طاقت ہے۔ اب مسلمان کے پاس تو قرآن ہے۔ اب مسلمان قرآن سے کیا فائدہ اٹھا رہا ہے، ہونا تو یہ چاہئے تھا جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا قرآن میں اتنی طاقت ہے کہ پہاڑ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتے ہیں۔ تو ہمیں قرآن کے اندر جو مخفی طاقت ہے اسے تلاش کرنا چاہئے۔ ہم نے مخفی طاقت کی تلاش کے بجائے قرآن سے کیا کام لیا کہ گھر میں قرآن شریف ہے رکھ دو جنات نہیں آئیں گے۔ ہم نے قرآن سے کیا کام لیا کہ اس میں سے وظائف پڑھو نوکری مل جائے گی آیۃ الکرسی کی ہیں مخالفت نہیں ہوں میں خود بھی آیۃ الکرسی بتاتا ہوں۔ میں تو جو مسلمانوں کی حالت راز ہے وہ بتا رہا ہوں۔ مسلمان ہی نہیں عیسائی، ہندو جو کاروبار میں ترقی کرتے ہیں ان کی ترقی کا انحصار اس بات پر ہے کہ وہ اپنا دماغ استعمال کرتے ہیں، فکر کرتے ہیں، محنت کرتے ہیں ہم نے قرآن کو ترقی کا ذریعہ بنالیا، کہ قرآن میں عزت و سلطنت بھی ہے۔

قرآن آپ کے لئے برکت کا ذریعہ بھی ہے، قرآن آپ کے گھر کی حفاظت کا بھی ذریعہ ہے قرآن میں بنیادی بات تو یہ ہے کہ قرآن میں وہ طاقت ہے جو پہاڑوں کو ریت میں تبدیل کرتی ہے۔ اگر ہم قرآن پاک کو محض اس لئے پڑھتے ہیں کہ ہمیں نوکری مل جائے تو مل جاتی ہے اگر ہم قرآن پاک کو اس لئے پڑھتے ہیں کہ ہمارے کاروبار میں برکت ہو جائے تو قرآن تو طاقت کا خزانہ ہے ہمارے پاس، وہ ہمیں برکت ہی دیتا ہے۔ لیکن جب ہم قرآن کو اس نقطہ نظر سے پڑھتے ہیں کہ قرآن کے اندر پوری کائنات کے تسخیری فارمولے موجود ہیں، ہم ان تفسیری فارمولوں سے واقف ہو کر ایٹم بم بنا سکتے ہیں، ہائیڈروجن بنا سکتے ہیں، لوہے سے بھی کام لے سکتے ہیں زمین سے بھی کام لے سکتے ہیں تو اس کے نتیجے میں کیا ہو گا اور مسلمان قوم کے گھر میں خود بہ خود برکت بھی آجائے گی۔ پوری مسلمان قوم اس ہیں پابند بھی ہو جائے گی اور پوری مسلمان قوم کی جو ذلت خواری کے دن ختم ہو جائے گنگے۔

www.ksars.org

اب آپ غور فرمائیں کہ قرآن شریف میں پانچ دفعہ الحمد اللہ پڑھتے ہیں قل اللہ شریف جو بھی اس کی صورت حال ہوتی ہے پڑھتے ہیں لیکن کبھی ہم اس بات پر غور نہیں کرتے کہ یہ جو عشاء کی نمازیں سترہ رکعتیں ہیں، سترہ رکعتیں میں کیا اثرات مراتب ہوتے ہیں۔اب الحمد اللہ رب العالمین...سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو عالمین کو پیدا کرتا ہے اور عالمین پالتا ہے پوستا ہے اور عالمین کے لئے وسائل فراہم کرتا ہے۔پڑھتے ہیں؟ اب آپ بتایئے ہمارے اندر کیا عقیدہ بن جاتا ہے اب فیکٹری میں کام نہیں کرتا وہ بے کار ہو جاتا ہے وہ کہتے ہیں کہ اگر مالک ناراض ہو جائے اول تو بات یہ ہے کہ آپ کا مالک ناراض ہو جائے تو آپ سے تو کیا؟ وہ کیا آپ کے لئے وسائل فراہم کرتے ہیں، بھئی آپ مسلمان کا مالک تو اللہ ہے، آپ مالک کے نوکر بن جائیں اس کی خوشنودی میں لگے ہوئے ہیں آپ ایمانداری سے کام نہ کریں۔

آپ امیر رشتہ دار سے توقع لگالیں کہ یہ میرے کام آئے گا اب جتنا ایک امیر ایک غریب کے کام آتا ہے یہ آپ سب کو پتہ ہے۔، میرا تو یہ تجربہ ہوا ستر سال کا یہ ہے کہ امیر رشتہ دار کسی کے کام نہیں آتا، ہر خاندان میں امیر غریب ہوتے ہیں اور غریب ہمیشہ کام آتا ہے لیکن دیکھنے میں یہ کہ عزت بھی ہمیشہ امیر کی کرتا ہے غریب کو برابری کا بھی درجہ نہیں دیتا۔آپ بتائیں یہاں بیٹھے ہوئے ہیں خاندان میں غریب بھی ہوتے ہیں امیر بھی ہوتے ہیں، پڑھے لکھے بھی ہوتے ہیں، جاہل بھی ہوتے ہیں اور اعلیٰ تعلیم یافتہ بھی ہوتے ہیں بالکل جاہل بھی ہوتے ہیں تو وہ کوئی خصوصیت نہیں ہے کسی خاندان کی۔اب یہ ہے کہ کسی خاندان میں زیادہ پڑھے لکھے نکلتے ہیں کسی میں کم مل جائیں گے ایسا نہیں ہو سکتا ہر جگہ سب برابر ہو۔ مگر آپ کا جو رویہ ہے اس دنیا میں رہتے ہوئے اللہ کے ساتھ کیا وہ دنیاداری کے حساب سے اللہ کی شان کے مطابق ہے۔

آپ غور کریں اللہ وہ اللہ ہے جو ہر چیز آپ کے پاس موجود ہے اللہ کی ہے۔اب یہ آپ کے جسم میں خون دوڑ کر رہا ہے۔آکسیجن کے بغیر تو خون دور نہیں کرتا، دوران خون آپ کا بند ہو جائے ہسپتال میں آپ کو لیجا کر ڈال دیں اور سلنڈر آپ کو لگادیں آکسیجن کا، تو آپ نے دیکھا ہو گا کس عذاب میں آدمی ہو جاتا ہے سلنڈر لگنے سے، ایک عجیب مصیبت ہے، مگر کبھی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہیں کیا کہ بیٹھے بھی ہیں کھڑے بھی ہیں سو بھی رہے ہیں جاگ بھی رہے ہیں کھیل بھی رہے ہیں کود بھی رہے ہیں کاروبار بھی کر رہے ہیں سانس آرہا ہے اور پتا ہی نہیں ہے، سانس کہاں سے آرہا ہے کہاں جارہا ہے۔آکسیجن کسطرح خون کے اندر شامل ہو رہی ہیں۔سانس آرہا ہے سانس جارہا ہے آکسیجن کس طرح پورے جسم میں دماغ کے اندر سے سر تک آتا ہے۔خون کو صاف کرتا ہے۔شریاں وریدیں گردے وہاں جناب پھر وہ خون دھل رہا ہے۔

کہ جسم کے اندر جتنی خون کے اندر کثافتیں ہیں دھل رہی ہوتی ہیں گردے میں دھل رہی ہیں آکسیجن تو سب کام کر رہا ہے۔تو سانس کے لئے باقاعدہ آپ ساری زندگی میں اگر آپ نے ڈھائی تین کروڑ سانس لیں، اتنے تو لیتا ہوگا، ڈھائی تین کروڑ سانس تو آدمی لے لیتا ہو گا۔زیادہ ہی لیتا ہو گا آپ نے اللہ کا زبانی بھی کبھی شکر ادا نہیں کیا۔لینا دینا نہیں ہے یہ میں نے پہلے بھی آپ کو بتایا تھا یہ ہڈیاں اب ساری ہڈیاں بنالی ہیں سائنسدانوں نے اسٹرکچر بنایا اب خریدیں تو دو کروڑ کی، دو کروڑ قیمت ہیں، لیکن جو اصل تخلیق ہے اس طرح کی نہیں ہے۔اب گردوں کا آپریشن ہوتا ہے تین ساڑے تین لاکھ روپے لئے جاتے ہیں۔اب ساڑے تین لاکھ روپے تو آپ نے وہ خرچ کر

www.ksars.org

دیئے۔ جو گردے ہیں اس کے بعد ہر مہینے آپ دوا لازماً کھایئے گردے کے آپریشن کے بعد، گردے کا آپریشن ہو گا آپ پھر بھی مریض رہے ہیں شادی وہ نہیں کر سکتے محنت مزدوری کے کام وہ نہیں کر سکتے، پتھر وہ نہیں کاٹ سکتا اور اسی ہزار روپے کا یہ خرچہ ہے، جو گردے آپ کے اندر کام کر رہے ہیں آپ کے خون کو خون کی کثافت کو زہریلے مادوں کو پانی کے ذریعے خارج کر رہے ہیں۔

آپ کے جسمانی نظام میں آنکھ ہے اب آنکھ کے اندر ہزاروں پردے ہیں اگر وہ ہزاروں پردے نہ ہوں آنکھ کے اندر، آپ دیکھ بھی نہیں سکتے اب اندھے آدمی کو کھڑا کر دو اور اپنے آپ کو کھڑا کر دیجئے اس کے ساتھ اب پھر بتائیں آپ میں اور اندھے آدمی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ان آنکھوں کے لئے اللہ تعالیٰ آنکھیں، ناک ہے، کان ہے، منہ ہے۔ اگر پیشاب بند ہو جائے، میرے ابا جی نے مجھے ایک واقعہ سنایا کہ ایک بادشاہ تھا اس کو تکلیف بہت ہوئی بڑی آزمائشیں ہوئیں پیشاب بند ہو گیا بڑے علاج ہوئے، جب علاج سے فائدہ نہیں ہوا تو وہ کہتے ہیں کہ جب آدمی دنیا میں ہر طرف سے ناکام ہو جاتا ہے تو اسے اللہ یاد آتا ہے جب تک دنیا ناکام نہیں ہوتی، اللہ یاد نہیں آتا۔ جب تو وہ پیسے یاد آتے ہیں تو جتنے پیسے آپ کی جیب میں ہیں اسی حساب سے ڈاکٹر بھی یاد آتا ہے۔

بڑی سے بڑی چیز حالانکہ ڈاکٹر وہ سارے پڑھے ہوئے ہوتے ہیں تو پتا چلا کہ ایک جنگل میں وہ صاحب رہتے ہیں وہاں لوگ بھی جاتے ہیں روحانی علاج کرتے ہیں اللہ تعالیٰ شفاء بھی دیتا ہے تو بادشاہ نے کہا انہیں بلا کر لاؤ تو جب بادشاہ کے کارندے انہیں بلانے گئے تو انہوں نے کہا بھئی بات یہ ہے کہ میں بادشاہ کے کسی کام کا نہیں ہوں، بادشاہ کے پاس میرا کوئی کام نہیں ہے بھئی بادشاہ کے پاس میں اس لئے جاؤں کہ بھئی میرا کوئی کام ہو یہ مجھے تو بادشاہ میں کوئی غرض ہے ہی نہیں فقیر آدمی بھئی میں بادشاہ کے کسی کام آسکتا ہوں تو بادشاہ خود یہاں کیوں نہیں آتا۔ تو بات مختصر یہ تھی کہ بادشاہ خود پہنچ گیا۔ تکلیف میں سب کچھ ہو جاتا ہے سب کچھ یاد آجاتے ہیں یہ غرور تکبر بڑائی سب ختم ہو جاتی ہے اگر آدمی پھنس جاتا ہے تو یہ غرور تکبر بھی ادھر ہی ہے جب تک اللہ چاہے۔

تو وہ فقیر نے کہا بھئی ٹھیک ہے علاج تو ہو جائے گا لیکن کوئی چیز دینی ہو گی، بادشاہ کا علاج ہے کی بات کوئی نہیں ٹھیک ہے آدھی سلطنت دے دو، تو بادشاہ نے کہا جلدی لاؤ کاغذ جلدی لاؤ بھئی کہاں ہو، جلدی سے لکھ کر وہ جناب بادشاہ نے لکھ کر دے دیا، تو اس فقیر نے وہ کوئی تعویز دیا پیشاب کھل گیا بڑے شادیانے بجے بڑی خوشیاں ہوئیں چراغاں ہو گیا پورے شہر میں بادشاہ کو صحت ہو گئی بادشاہ کو صحت ہو گئی۔ مگر اب صورت الٹ گئی ہے پیشاب رک نہیں رہا ہے اب وہ پیاس بھی لگ رہی ہے پیشاب بھی آرہا ہے پیاس بھی لگ رہی ہے پیشاب بھی آرہا ہے کیا کریں؟، کیا کریں؟

اب جتنے شہر میں جناب کپڑوں والوں کی دکانیں تھی پورے کے پورے تھان سارے بھیگ گئے، پیشاب نہیں رو کا ادھر پیاس لگے ادھر پیشاب آئے، کئی علاج کروایا لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا پھر اس فقیر کے پاس پہنچ گئے فقیر نے کہا بھئی آدھی اور لکھ دو ٹھک ہو جاؤ گے دعا کریں گے اللہ میاں سے، اس نے آدھی بھی لکھ دی اب پھر محل میں آگیا صحت مند ہو گیا جب پوری طرح صحت مند ہو گیا تو وہ تو زمانے بھی اچھے تھے آج کل کوئی بادشاہ ہو تا وہ تو بے ایمان ہی ہو جاتا وہ بادشاہ نے جناب پھر پہنچا اپنے سر سے تاج اتار کر ان کے قدموں میں رکھ دیا اور تلوار پیش کی کہ حضور اب تو آپ ہی بادشاہ ہیں یہ تاج آپ کے قدموں میں ہے اور تلوار میں اس لئے لیکر آیا ہوں میں آپ کا سپاہی ہو جو آپ حکم کریں گے اب میں حاضر ہوں۔

www.ksars.org

تو فقیر نے یہ دیکھا اور دیکھ کر ہنسے، فقیر نے اس نے کہا بیوقوف آدمی ہمیں اس سلطنت کا کیا فائدہ ہم تو تجھے یہ بتا رہے تھے کہ تیری سلطنت کی قیمت پیشاب سے بڑھ کر بھی نہیں صرف، اگر غرور کر رہا ہے کہ میں بادشاہ ہوں اس کو بند کر وادو، اس کو مار دو، اس کو قتل کر وادو، اس کو پکڑ لو، اس کو یہ کر دو تیری حیثیت پیشاب جتنی بھی نہیں ہے اور اپنا تاج بھی اٹھا اور اپنی یہ کیا کہتے ہیں یہ جو تیرا معاہدہ ہے یہ بھی لیجا اور اس طرح کر انسان بن کے رہے، آدم بن کے اللہ نے تجھے عزت دی تو بھی اپنے عوام کو عزت دے، اللہ نے تجھے آرام دیا تو بھی اپنی عوام کو آرام دے۔ ہم سب بیٹھے ہوئے ہیں اب دیکھئے ہمارے اندر میں سے کسی کا بھی پیشاب بند ہو جائے۔ کیا ہم اپنا گھر بار جا ئیداد نہیں دے دینگے۔ یہ پیدا ہونے سے ستر اسی سال کا روزانہ پیشاب کرتے ہیں۔ بغیر تکلیف کے کتنے مرتبہ اللہ کا شکر کرتے ہیں آپ، کبھی آپ نے یہ سوچا کہ وہ کتنا بڑا مالک اور قادر اللہ ہے جو ہمیں پیاس بھی لگا رہا ہے اور جسمانی نظام کی صفائی کے لئے اس نے پانی کے نکاس کا بھی انتظام کر دیا ہے آپ روز سوتے ہیں اب اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں کہ ہم تمہیں روز مار دیتے ہیں روز زندہ کر دیتے ہیں۔

وہ بڑے بوڑوں سے آپ نے سنا ہو گا سویا مرا برابر آپ سوگئے مر ہی گئے نا، اس دنیا سے تو کوئی آپ کا ناطہ رشتہ کچھ بھی نہیں رہا کسی کو کچھ پتا ہی نہیں ہے ہو کیا رہا ہے لیکن صبح کو پھر آپ زندہ ہو کر بیٹھ جاتے ہیں تو اب اس روز مرنے کے بعد زندہ ہونے کا آپ نے کتنی دفعہ اللہ کا شکر ادا کیا ہے شکر تو آپ جب کریں گے جب اللہ کی طرف آپ کی توجہ ہو گئی۔ شکر تو آدمی اس وقت کرے گا جب اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو یاد کرے گا اس پر غور و فکر کرے گا قرآن پڑھے گا۔ تو کس لئے پڑھے گا اس میں اللہ نے کیا فرمایا ہے یہ کتاب کیوں نازل ہوئی۔ نوع انسانی کی فلاح کے لئے اس کتاب میں کیا ہے؟ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کتنی اذیتیں تکلیفیں برداشت کر کے یہ کتاب امت مسلمہ میں کیوں چھوڑی؟۔ کیوں اس بات کا حکم ہے کہ قرآن میں تفکر کرو؟ غور کرو، اگر آپ قرآن کے اوپر تفکر نہیں کریں۔

اللہ پر بھی تفکر نہیں کریں گے۔ قرآن میں تفکر نہیں ہو گا تو سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی باتوں پر بھی عمل نہیں ہو گا۔ حضور پاک نے خود فرمایا کہ میں اپنی دو بات چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور ایک اپنے وارث اولاد کہے لیجئے یا اہل بیت کہے لیجئے یا وہ علماء کہے لیجئے جن کو علم حاصل ہوا، اب قرآن میں آپ جب غور و فکر کرتے ہیں تو میں نے ایک دفعہ قرآن میں غور و فکر کیا تھا ابھی بھی کرتا رہتا ہوں، پورا سال کرتا ہوں حضرت عزیر کا قصہ آپ پڑھ لیجئے ایک گدھا تھا ان کے پاس ایک بستی پر سے گزرے تو دیکھا کہ اتنی بڑی بستی ہے اتنی بڑی آبادی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کہا، کہ اللہ تعالیٰ آپ یہ کہتے ہیں کہ یہ مرنے کے بعد ہم دوبارہ تمہیں اٹھائیں گے جسم کے ساتھ دوبارہ آدمی اٹھ جائیں گے کیسے اٹھ جائیں گے۔

ایک گدھا تھا ان کے پاس ایک ناشتہ دان تھا جس میں کھانا رکھا تھا تھوڑی دیر کے لئے لیکر سوگئے جب اٹھے تو دیکھا کہ گدھا مرا ہوا ہے اور گدھے کی جو ہڈیاں ہیں وہ راکھ میں تبدیل ہو گئیں مٹی ہو گئی، بعد میں کھانے کی خواہش ہوئی تو ناشتہ دان کھولا تو کھانا اس میں نہ سڑا، نہ خراب ہوا، تو وہ حیران ہوئے کہ گدھا تو مر گیا اور اس کی ہڈیاں بھی راکھ بن گئی اور یہ تو کوئی سو برسوں گزر گئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ جو تیرے ذہن میں خیال آرہے تھے نا، کیسے دوبارہ زندہ کرے گا تجھے تو سوئے ہوئے سو سال گزر گئے۔ تو یہ نہ سمجھ میں چند گھنٹے چند منٹ سویا ہوں تجھے سوئے ہوئے سو سال گزر گئے۔ تم سو سال کے بعد اٹھے ہو اب یہ ہڈیاں سب سے دیر میں راکھ ہوتی ہیں جسم کی، کھانا صحیح

www.ksars.org

تھا۔ قرآن میں اگر ہم تفکر کریں تو آج کل سائنس کی ٹائم اسپیس ٹائم کو کم کریں۔ سائنس کی ترقی کی بنیاد ہی یہ ہے کہ کس طرح ٹائم کو کم کر دیا جائے۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا قصہ آپ دیکھ لیں تو وہاں انہوں نے کہا ہے کوئی جو تخت لے آئے تو حضرت سلیمان کی تو حکومت پرندوں پر بھی تھی پیڑوں پر بھی تھی ہوا پر بھی تھی جنات پر بھی تھی دربار سب ہی تو تھے تو ایک جن نے کہا، دربار میں بیٹھے ہوئے ایک جن نے کہا اس سے پہلے کہ آپ دربار برخواست کریں میں اس کا تخت لے آؤں گا دربار میں۔ آدمی بھی انسان بھی بیٹھا ہوا تھا، اس سے پہلے کے آپ کی پلک جھپکے میں یہ تخت یہاں لے آیا۔ پلک جھپک کے آنکھ کے بعد کھلی تو بلقیس کا تخت 28 سو میل سے ان کے دربار میں موجود تھا۔ تقریباً 28 سو میل تخت رکھا ہوا تھا پلک جھپکنے میں کتنا وقت ہوتا ہے بھئی آپ اس کو آن بھی نہیں کہہ سکتے لمحہ بھی نہیں کہہ سکتے کیا کہے گے اسے پلک جھپکتے ہی میرے خیال ہے ایک سیکنڈ میں سو دفعہ پلک جھپک جاتی ہے۔ قرآن میں سارے فارمولے موجود ہیں، سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا معراج شریف میں جانا اب بتایئے جی یہاں سے کہتے ہیں سورج کا فاصلہ نو کروڑ میل ہے اب سورج، پہلا آسمان، دوسرا آسمان، تیسرا، چوتھا، پانچواں چھٹا، ساتواں، عرش، کرسی، بیت المعمور۔

سدرہ المنتہیٰ، حجاب محمود، حجاب کبریا، حجاب عظمت ہیں۔ یہ 72 کروڑ میل حضور تشریف لے گئے نماز بھی پڑھائی انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بیت المقدس میں، ایک ایک آسمان کی سیر بھی کی، جنت بھی دیکھی، دوزخ کا بھی معائنہ کیا۔ فرشتے سے ہم کلام ہوئے، حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، حضرت آدم علیہ السلام سے بھی ہوئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھی ہوئی اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز بھی ہوا اور واپس آئے تو کنڈی ہل رہی تھی جس طرح بستر مبارک گرم تھا کیا یہ ٹائم لیس کا فارمولا نہیں ہے۔ اب اس کے علاوہ مسلمان کو کوئی کام ہی نہیں ہے کہ پیسہ کہاں سے آئے، کھانا کہاں سے کھاؤں گا جب کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انا اللہ... عربی آیت... کہ ہم رزق بغیر حساب کے دیتے ہیں، محنت مزدوری سے رزق کا کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ اگر محنت مزدوریوں سے، فیکٹریوں سے کاروباروں سے بازاروں سے بڑے بڑے شاپنگ سینٹر سے اس رزق کا تعلق ہوتا تو سارے پرندے بھوکے مر جاتے، سارے چوپائے بھوکے مر جاتے۔

یہ چوپائے ہیں یہ کون سی انہوں نے دوکانیں کھولی ہوئی ہیں یہ پرندے ہیں کون سی انہوں نے دوکانیں کھولی ہوئی ہیں۔ کون سی فیکٹریاں لگائی ہوئی ہیں اگر آپ غور کریں تو مسلمان کو ڈوب مرنا چاہئے پانی میں کہ یہ پرندوں سے اور چوپائے سے بھی سے گیا گزرا ہے۔ کیا ہم سے اچھا کتا نہیں ہے رزق کے معاملے میں کیا وہ روٹی نہیں کھاتا، شادی نہیں کرتا، اس کے بچے نہیں ہوتے، کتے کے بچے اپنی ماں کا دودھ نہیں پیتے، کتے کے بچے جوان نہیں ہوتے کون سی وہ دوکانیں کھولی ہیں کون سے انہوں نے کارخانے کھولے ہیں... انا اللہ یرزق یشا بغیر حساب... اللہ ہر مخلوق کو رزق عطا کرتا ہے اب یہ چھل پھل محنت مزدوری یہ اس لئے ہے کہ انسانی مشین بھی زنگ آلود نہ ہو جائے۔ انسان آپاہج نہ ہو جائے معذور نہ ہو جائے اس کے گھٹنے دب نہ جائیں۔ آپ دیکھیں پرندے صبح سے بیدار ہوتے ہیں سارے دن اِدھر سے اُدھر... اُدھر سے اِدھر... اِدھر سے اُدھر اتنی سے چڑیا ہوتی ہے آپ نے نہیں دیکھا اس کو اتنی اتنی حرکتیں کیا وہ سارے دن رزق کی تلاش میں حرکت کرتی رہتی ہے اس کا تو پیٹ بھی اتنا سا دس بارہ دانے کھائے اس کا پیٹ بھر گیا۔

www.ksars.org

کائنات میں ہر چیز متحرک ہے، حرکت اگر نہیں ہوگی تو کائنات میں جمود آجائے گا، ٹھہراؤ ساکت ہو جائے گی روک جائے گی ٹھہر جائے گی۔ نہ یہاں گھر بنے گا نہ یہاں گاڑی بنے گی نہ یہاں شادی ہوگی نہ یہاں بچے ہوں گے نہ یہاں تعلیم ہوگی سب حرکت سے ہے۔ تو آپ یہ سمجھ لیں آپ محنت مزدوری کر رہے ہیں اس لئے آپ کو رزق ملا ہے اگر محنت مزدوری کے بعد اگر آپ کو رزق مل رہا ہے تو ماں کے پیٹ میں نو مہینے آپ نے کس طرح گزارے۔ اگر آپ کو محنت مزدوری سے ہی رزق مل رہا ہے تو دو سوا دو سال تک ماں کا دودھ جو آپ نے پیا ہے اس میں کیا محنت آپ نے کی اگر محنت مزدوری سے ہی آپ کو رزق مل رہا ہے تو اٹھارہ سال تک بیس سال تک ابا انگلی پکڑ وا کر چلتے رہتے ہیں اور ساری عمر ساری تربیت دل ہی رکھتے ہیں بتایئے کون سا ایسا گھر ہے جس میں اٹھارہ سال کے بچے محنت مزدوری کے لئے چلے جاتے ہیں ایک باپ ہوتا ہے ایک ماں ہوتی ہے وہ اپنے بچے کو پڑھاتے بھی ہے تعلیم بھی دلاتا ہے اور آپ غور کریں بڑی عجیب بات یہ ہے دن میں سوچ رہا تھا کہ ایک آدمی ہوتا ہے۔

وہ کہتے ہیں تمہاری تو شادی بھی نہیں ہوئی وہ ڈرتا ہے کہ بھئی میں تو اکیلا آدمی ہوں میرا تو گزارہ ہو نہیں رہا شادی کے بعد کیا ہوگا۔ صحیح تقریباً سب ہی سوچتے ہیں یہ میرا خیال ہے نوے سے پچانوے فیصد تو ضرور سوچتے ہیں پانچ ہی فیصد ہی ایسی ہوتے ہیں جو بہر حال وہ رشتے دار اس کے کہتے کہ خوش قسمت بیوی آئے گی تو قسمت اچھی ہو جائے گی اور وہ شادی ہو جاتی ہے۔ وہ آدمی جو شادی سے ڈر رہا ہے گھبرا رہا ہے وہ اس لئے کہ گزارہ کہاں سے ہوگا؟ اور باپ جب وہ اپنی عمر پر غور کرتا ہے تو ایک سے دو، دو سے چار، چار سے چھ، چھ سے دس، دس سے بارہ اب وہ بارہ بچے ہر ایک تعلیم بھی پا جاتے ہیں، شادیاں بھی ہو جاتی ہیں ان کے بچے کے بچے بھی ہو جاتے ہیں، اور بچے کے بچوں کی باپ جو ہے تقریبات بھی کرتا رہتا ہے۔ کیا یہ غور وفکر کا مقام نہیں ہے ایک آدمی جو شادی سے گھبرا رہا ہے ہے گزارہ کہاں سے کروں گا وہ بارہ بچوں کے دس بچوں کی کفالت کرتا ہے نہ صرف یہ کہ خالی روٹی کھلاتا ہے بلکہ شادی بھی کرتا ہے۔

اب وہ ہمارے ایک دوست ہے، ہندوستان کا قصہ ہے ایک صاحب کا بیٹا ملازم ہوا تو انہوں نے اپنے والد کو دس روپے دے دیئے، انہوں نے کہا پہلی تنخواہ ملی تو دس روپے دے دو اب ابا خوش ہوئے بیٹے نے تنخواہ بھیجی تقریب کر ڈالی۔ پوری برادری کو بلا لیا مگر یہ تو نہیں بتا رہے بیٹے نے کتنی تنخواہ بھیجی، بس بیٹے نے تنخواہ بھیجی، بیٹے نے تنخواہ بھیجی اس زمانے میں تیس روپے تقریب پر خرچ کرتے تھے۔ بیٹے نے دس روپے بھیجے باپ نے تیس روپے خرچ کئے اور جب وہ شادی ہوئی تو گھبرا رہا تھا کہ گزارہ کہاں سے ہوگا میرا تو اپنا ہی گزارہ نہیں ہوتا بیوی کا گزارہ کہاں سے ہوگا۔ کیا اس میں اللہ تعالیٰ کی راضا کی شامل نہیں ہے۔

کیا یہ سوچنے کی بات نہیں ہے اچھا نہ صرف یہ کہ بچوں کی تعلیم و تربیت ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ اپنا یہ بھی فضل کرتا ہے اپنا ذاتی گھر لے لیتا ہے، بچوں کا بھی ایک آدھا پلاٹ ہو جاتا ہے اور اگر موقع مل گیا تو بچوں کا گھر بھی بنالیتا ہے یہ سب دیکھئے یہ اللہ تعالیٰ کے یہ وہ انعامات ہیں، اللہ تعالیٰ کی وہ ربوبیت ہے اللہ تعالیٰ کی وہ خالقیت ہے، کہ جو ہر انسان کے ساتھ ہمہ وقت مصروف ہے اللہ تعالیٰ ہر انسان کے ساتھ ہمہ وقت ہیں پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں...جہاں تم ایک ہو وہاں میں دوسرا ہوں جہاں تم دو ہو وہاں میں تیسرا ہوں۔ میں ہی تمہاری ابتداء ہوں میں ہی تمہاری انتہاء ہوں میں ہی تمہارا ظاہر ہوں یں ہی تمہارا باطن ہوں۔ میں ہی تمہیں پیدا کرتا ہوں میں ہی تمہیں روز مارتا

www.ksars.org

ہوں میں ہی تمہیں روز زندہ کرتا ہوں۔اس اللہ کے لئے آپ نے کتنا شکر ادا کیا۔پانی موجود ہے حلق بند ہو جائے کیا آدمی نہیں مر جائے گا؟

اب یہ سائنس داں کہتے ہیں وہاں لندن میں بہت بڑا اجتماع تھا وہاں انگلش لوگ وہاں بہت سارے تھے تقریر ہوئی تقریر کے بعد سوال جواب ہو گیا تو میں نے کہا بھئی یہ سائنسداں یہ کہتے ہیں آدمی جو ہے آکسیجن کی وجہ سے زندہ ہے مطلب یہ پانی بھی ہے ہوا بھی ہے لیکن وہ یہ کہتے ہیں آکسیجن ماحول میں اگر ہو گی تو آدمی زندہ رہے گا اب یہ آپ کا فارمولا صحیح ہے تو اب میں نے کہا بھئی یہ بات بتاؤ اگر گھر میں ایک آدمی مر گیا مطلب پندرہ بیس آدمی گھر میں موجود ہیں تو اس میں گھر میں جو پندرہ بیس آدمی زندہ ہیں آپ کہے رہے ہیں کہ آکسیجن کی وجہ سے زندہ ہے تو اب ایک آدمی کیوں مر گیا آکسیجن تو موجود تھی۔آپ غور کریں اس بات کا اس مسجد میں اتنے سارے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔اب ہم یہ کہے رہے ہیں یہ سب اس لئے زندہ ہیں یہاں آکسیجن بھری ہوئی ہے اور ہے آکسیجن ہے اب ان میں سے ایک آدمی مر گیا اب آکسیجن ہے تو وہ کیوں مر گیا؟

اور اگر آکسیجن نہیں ہے تو پندرہ کیوں زندہ ہیں؟ یہ سو آدمی بیٹھے ہوئے ہیں یہ کیوں زندہ ہیں۔تو اس کا مطلب ہے کہ جینا مرنا سب اللہ تعالیٰ کے اپنے نظام کے اوپر ہے۔ایک آدمی مر جاتا ہے ایک کروڑ آدمی زندہ رہتے ہیں اس ایک آدمی کے لئے کیا آکسیجن ختم ہو گئی۔نہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے جس دن تک رکھنا ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے رزق فراہم کیا آکسیجن بھی تو رزق ہے ہر وہ چیز جو انسان کو زندہ متحرک رکھے وہ رزق کے دائرے میں آتی ہے تو مسلمانوں کا المیہ یہ ہے کہ مسلمان اس طرف غور و فکر ہی نہیں کرتا کہ میں زندہ کس طرح ہوں مرتا کیوں ہوں سوتا کیوں ہوں جاگ کیوں جاتا ہوں اور آکسیجن کیا ہے دھوپ کیا ہے۔پانی کیا ہے اور یہ سب چیزیں اس وقت تک اس کے اوپر منکشف نہیں ہو سکتی جب تک انسان قرآن پاک میں تفکر نہیں کرے گا غور نہیں کرے گا،اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم اگر قرآن کو نازل کر دیتے تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتے۔

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ قرآن ایک ایسی عظیم کتاب ہے کہ اس میں سے آپ جو چاہیں نکالیں۔ہر چیز اس میں ہے جو آپ کو چاہئے۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز ہر بڑے سے بڑا فارمولا اس کتاب میں وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا گیا ہے۔اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ جب ہم یہ کہے کہ ہم حضور پاک ﷺ کی امت ہیں تو ہم یہ بھی ہے کہ حضور پاک ﷺ کی امت ہو نے کا جو تقاضہ ہے اس پر بھی عمل کریں۔جب ہم یہ کہتے ہیں ہم حضور پاک ﷺ کی امت ہیں اور قرآن پاک میں تفکر نہیں کرتے اور قرآن پاک میں تفکر نہ کرنے کے نتیجہ میں ہم ناکام قوم بن جاتے ہیں تو یہ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرتے ہیں۔حضور یہ نہیں چاہتے کہ حضور کی امت محکوم اور غلام بن کر رہے۔اگر ایسا ہوتا تو حضور پاک ﷺ کو غزوات میں جنگیں کرنے کی کیا ضرورت تھی حضور پاک ﷺ کو اتنی تکلیفیں برداشت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

وہ تو یہ کہتے تھے صاحب آپ ہمارے مذہب کو برا نہ کہے ہمارے بتوں کو برا نہ کہے آپ بادشاہ بن جائیں۔حضور نے اس بات کے لئے ساری زندگی جدوجہد کی،کوشش کی،تکلیفیں برداش کیں۔ابھی یہاں ایک کتاب چھپی ہے محمد رسول اللہ ﷺ سیرت کی تو جن لوگوں نے نہیں پڑی وہ ضرور پڑھیں اس میں میں نے کوشش کی ہے کہ حضور پاک نے امت مسلمہ کے لئے کیسی کیسی تکلیفیں برداشت کیں

www.ksars.org

ہیں۔ کن مسائل سے کن پریشانیوں سے گزریں ہیں کیوں یہ سب کیوں ہوا؟ اس لئے کہ حضور پاک ﷺ یہ چاہتے ہیں کہ حضور پاک ﷺ کی امت زمین پر حکمراں ہو حضور کی امت کو عروج حاصل ہو۔ حضور کی امت مالی اعتبار سے، انتظامی اعتبار سے، عزت کے اعتبار سے ہر اعتبار سے دنیا کی تمام قوموں سے اعلیٰ اور افضل ہو۔ حضور پاک ﷺ کی دعا ہے حضور پاک ﷺ نے فرمایا!

یااللہ مجھے میری امت کو اس افلاس سے بچا حضور دعا کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ امت کو غریب نہ سمجھ مفلس نہ کر لیکن جب ہم حضور کی امت ہیں تو ہمارے اوپر یہ فرض نہیں ہے کہ ہم جدوجہد کریں کوشش کریں، تو جو حضور پاک ﷺ نے اپنے زمانے میں مسلمانوں کو عروج عطا فرمایا تھا وہ ہمیں بھی حاصل ہو اور یہ جب ہی ہو گا جب ہم قرآن پاک میں تفکر کریں گے اور سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے سچی دلی محبت کریں گے یہ جو محبت ہے نہ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ...حج کرنا، نماز پڑھنا، زکوٰۃ کرنا آذانیں دینا یہ سب زبانی کلامی ہیں اگر اس زبانی کلامی میں اگر آپ کی روح بھی داخل ہو جائے تو دنیا کی کوئی قوم آپ کو غلام نہیں بنا سکتی۔ اب عید کی نماز دیکھیں بقر عید کی نماز میں دیکھیں سب فوجی نظام ہے اب امام نے کہا اللہ واکبر تو ایک لاکھ آدمی پیچھے کھڑے ہوئے ہیں انہوں نے کہا اللہ واکبر اب امام اگر رکوع میں جھک گیا تو اگر دو کروڑ آدمی پیچھے کھڑا ہے تو دو کروڑ آدمی رکوع میں ہو گا تو یہ فوجی فلٹ ہے۔

اسلام میں نماز کا سارا کا سارا نظام فوجی کی طرح ہے جس قوم میں ایک ارب آدمی فوجی ہو۔ مسلمانوں کی تعداد ایک ارب ہے جس قوم میں ایک ارب آدمی فوجی ہوں اور پانچ وقت وہ فوجی سجدے کرتے ہوں ساتھ ساتھ اس کا ذہن بھی اللہ کی طرف ہو کیا اس قوم کو کوئی غلام بنا سکتا ہے۔ پھر ہم کیوں غلام ہیں، ہم غلام اس لئے ہیں کہ ہمارے سارے وظائف جو ہیں جسمانی ہو کر رہ گئے ہیں آدھا کام تو ہم نے کر ہی لیا ہے بھئی جسمانی نظام کا جو حرکت ہے مادی جو سلسلہ ہے وہ ہم نے پورا کر لیا ہے اب ہمارے لئے تو کوئی کام بھی باقی نہیں رہ گیا ہے اب ہمیں یہ کرنا ہے یہ جسمانی نظام کو روح سے وابستہ کرنا ہے بس اب روح سے وابستگی بہت آسان ہے وہ یہ ہے کہ آپ اپنے اندر کھوج لگائیں اپنے آپ کو ڈھونڈیں قرآن پڑھیں قرآن کی حکمت میں تفکر کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم حضور پاک ﷺ کے سامنے ہوں اچھا تو یہ کہ ہم مرنے سے پہلے حضور پاک ﷺ کی زیارت نصیب ہو۔

یہ تو بڑے نصیب کی بات ہے اگر اس کے لئے کسی کو یہ شرف حاصل نہیں ہوا تو مرنے کے بعد تو پیش ہونا ہی ہونا ہے اس سے کوئی انکار نہیں کر سکتا تو کیا منہ لیکر جائیں گے حضور پاک ﷺ کے پاس اگر حضور پاک ﷺ ضرور پوچھیں گے حضور یہ نہیں پوچھیں گے میں تمہارے لئے کتاب چھوڑ کر آیا تھا تم نے اس کی کیا مشق کی میں نے تمہارے لئے اپنی زندگی کو بشر بنایا اپنی زندگی کا پورا نمونہ چھوڑ کر آیا تم نے اخلاق حسنہ پر کتنا عمل کیا ہمارے پاس شرمندگی کے سوائے کیا جواب ہو گا ہر مسلمان کو چاہیئے اس دنیا میں رہتے ہوئے سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار میں جانے کی تیاری کرے۔ اور ہر مسلمان کی یہ خواہش ہونی چاہیئے دعا ہونی چاہیئے اللہ تعالیٰ ایسا ضرور کرے گا تو سیدنا حضور علیہ االصلوٰۃ والسلام کے دربار میں جب جائیں۔ تو ہم خلوص ہو کر جائیں آمین یارب العالمین...اختتام

www.ksars.org

انسان اللہ کا دوست کس طرح بن سکتا ہے

)ورکشاپ سے خطاب(

معزز کوڈینٹرز اور طالبات طلباء اور ارکان کمیٹی کے نگران ہم ان سب کو دل سے خوش آمدید کہتے ہیں۔اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں آپ سب لوگ جس مقصد کے لئے دور دراز کا سفر کر کے یہاں تشریف لائے ہیں۔اللہ تعالیٰ آپ کو اس میں کامیابی عطا کرے۔جہاں تک ورکشاپ کا تعلق ہے اس کا موضوع آپ کے سامنے ہے خدمت خلق اور سلسلہ عظیمیہ کی تعلیمات ہم یہ بات جانتے ہیں اور ہمارا ایمان اور یقین بھی ہے کہ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام آخری نبی ہیں اور آخری نبی ﷺ ہونے کی جو دلیل ہے وہ یہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا کہ میں نے اپنے محبوب محمد ﷺ پر نعمتوں کی تکمیل کر دی ہے۔اور دین پر مکمل کر دیا ہے۔دین کو مکمل کرنا اور دین نعمتوں کی تکمیل ہو جانے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں اپنے محبوب بندے محمد ﷺ سے راضی ہو گیا، یعنی اللہ تعالیٰ نے کائنات کو جس مقصد کے تحت بنایا تخلیق کیا وہ مقصد جانتے ہیں۔

بار بار اس بارے یں بات کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کی تخلیق اس لئے فرمائی کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں بندے مجھ سے قربت حاصل کرے اور مجھے پہنچانے کا حق ادا کریں۔جتنا ان کو صلاحیت عطا کر دی گئی ہے سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دین کی تکمیل کی اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرنا اس بات کی تصدیق کرتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے اس مقصد کو محمد ﷺ نے پورا کر دیا۔سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خاتم النبیین جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا تو اس کا مطلب یہ ہوا حضور ﷺ سے پہلے جتنے بھی انبیاء اکرام اس دنیا میں تشریف لائے انہوں نے الٰہی مشن کے لئے جو جدوجہد کی، مشرکین یں جس طرح اللہ کی وحدنیت کا پرچار کیا اس میں بہت سارے پیغمبر قتل کر دیا، شہید کر دیے گئے۔شہر بدر کر دئے گئے ان کا بائیکاٹ کر دیا گیا انہیں طرح طرح کی اذیتیں دی گئیں۔

لیکن ان کی زندگی کی روش یہ ہے کہ انہوں نے دنیا کی ہر تکلیف کو برداشت کر کے واحدنیت کے چراغ کو گم ہونے نہیں دیا۔اگر اسلاف کی آندھی اور طوفان نے اس چراغ کو بجھانا چاہا تو اس سے پہلے وہ ٹمٹماتا دیا جھج جاتا اس نے اس کو بھجنے نہیں دیا، پیغمبروں نے اس روشنی کو پھیلانے کے لئے انہیں طرح طرح کی تکلیفیں برداشت کرنی پڑی۔اور پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے تجھے تخلیق کیا، اپنے رب کے حکم سے، جس نے تجھے تخلیق کیا، علم کی تکمیل ہوئی نعمتوں کا اہتمام ہوا اس ذات مقدس کی زندگی کا آغاز علم سے ہوا۔علم کا آغاز کہاں سے ہوا؟ علم کا آغاز وہاں سے ہوا جہاں دوسرے پیغمبر آدم اپنا کام کر کے ثابت یہ ہوا کہ اللہ کی قربت حاصل کرنے کے لئے اللہ کے عرفان حاصل کرنے کے لئے، اللہ کا دوست بننے کے لئے اللہ تعالیٰ کے نعمتوں کے حصول کے لئے علم بنیاد ہے۔سلسلہ عظیمیہ کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ پیغمبران علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرز فکر حاصل کر کے ان کی نقوش پر چل کر ان کی زندگی کو سامنے رکھ کر ہم وہ علم سیکھیں جو پیغمبروں کی طرز فکر کو حاصل تھا۔

وہ علوم حاصل کرلئے جس علوم کے ذریعے سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر اللہ کی نعمتوں کی بارش برسی اور جن علوم کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندے حضرت محمد ﷺ سے راضی ہو گئی اور راضی ہونے کا منشاء یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے یہ کہہ دیا کہ راضی ہو جا بلکہ اللہ

www.ksars.org

تعالیٰ نے اپنے بندے کو قربت عطا ہو... میرا اور میرے بندے کے درمیان دو کمان کا فاصلہ رہ گیا یا اس سے بھی قریب کا مطلب اقرب بالکل قریب ترین فاصلہ جس کو آپ الفاظ میں کسی طرح بیان نہ کر سکتے ہوں تو اللہ تعالیٰ سے سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قربت کا اللہ تعالیٰ اس فاصلہ کی خود نفی فرماتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے اپنے بندے سے راز و نیاز کیا، ایسی باتیں کی اپنے بندے سے جو اب تک ہم نے بحیثیت خالق کے کی مخلوق سے نہیں کی تھی۔

پھر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ یہ خواب خیال نہیں ہے نوع انسانی کو اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا کہ یہ نہ سمجھا جائے کہ حضور پاک ﷺ نے کوئی خواب دیکھ لیا ہے یا خیالی طور پر ان کو اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل ہو گئی ہے "جو کچھ دیکھا دل نے جھوٹ نہیں دیکھا" اللہ تعالیٰ نے اس بات کی بھی تصدیق فرمائی کہ ہمارے بندے محمد رسول اللہ ﷺ سے جو ہمیں قربت عطا کی جو ہم نے ان سے راز و نیاز کی باتیں کیں جو خواب و خیال کی بات ہے ہم اس بات کی تصدیق کرتے ہیں۔ ایک ایسی ملاقات ہوئی جس میں قربت بھی عطا ہوئی اور حضور سے اللہ تعالیٰ نے باتیں بھی کی۔ لیکن یہ قربت اللہ تعالیٰ کا باتیں کرنا اللہ تعالیٰ کا تصدیق کرنا سب علم کے دائرے میں ہے۔ پہلی وحی جب حضور پاک ﷺ پر نازل ہوئی، کہ پڑھ اپنے رب کے حکم سے تو یہ پڑھنا اپنے رب کے حکم سے زیادہ اور اتنا زیادہ علم میں اضافہ کر گیا کہ حضور پاک ﷺ سے قربت حاصل ہو گئی۔

سلسلہ عظیمیہ کا بنیادی مقصد یہی ہے کہ نوع انسانی علوم کو حاصل کریں۔ جو علوم پیغمبران علیہ اسلام کے مطابق ہوں اور جن علوم کی بنیاد پر انسان کو اللہ تعالیٰ کی قربت بھی حاصل ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عرض معروضات بھی پیش کرتا ہو اور لبیک کہے تو متعلق سن بھی سکتے ہیں۔ یہ سلسلہ عظیمیہ کا بنیادی مقصد ہے اس مقصد کے حصول کے لئے امام سلسلہ عظیمیہ حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے ایک آسان ترین کام بنایا وہ یہ ہے کہ ہر انسان اس بندے سے زیادہ قریب ہو جاتا ہے اس بندے پر اعتبار کرتے، عادات کو دلچسپیوں کو پسند کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کائنات میں جب بھی آپ غور کریں گے۔ آپ کو ایک ہی بات نظر آئے گی اللہ تعالیٰ نے اس کائنات میں انسانی ضروریات کے لئے انسانی تقاضے کو پورا کرنے کے لئے جتنے بھی وسائل پیدا کئے ہوئے ہیں چاند ہیں سورج ہیں، پانی ہے، ہوا ہے، آکسیجن ہے، زمین ہے، شجر و حجر ہے، نباتات ہے جب بھی آپ غور کریں گے تو آپ کو ایک ہی بات نظر آئے گی کہ زمین کے اوپر تمام وسائل انسان کی خدمت گزاری میں مصروف رہے اور اللہ تعالیٰ نے کائنات کو پابند کر دیا ہے انسان کی خدمت کی جائے۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کا براہ راست مخلوق کی خدمت میں مصروف رہے۔ سلسلہ عظیمیہ کا مشن یہ ہے۔ کہ پیغمبراں طرز فکر حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل کرنے کے لئے آسان طریقہ یہ ہے کہ وہ عادات و اطوار اختیار کئے۔ جو اللہ کی ہے پسندیدہ اور نافذ عمل ہے اور وہ اللہ کی عادت جو ہے وہ مخلوق کی خدمت کریں آپ سب حضرات ایک پلیٹ فارم پر ان تعلیمات کو سیکھنا ہے جن تعلیمات کی بنیاد پر انسان اللہ کا دوست بن جاتا ہے اور اللہ کا دوست بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق... اللہ اولیاء خوف ... کہ اس کی زندگی میں سکون کے علاوہ کچھ نہیں آئے گا۔ جو آدمی اللہ کا دوست بن جاتا ہے اس کی زندگی میں سکون کے علاوہ کچھ نہیں ہے کوئی چیز باقی نہیں رہتی میری دعا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراط مستقیم پر قائم رکھے اور سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی علمی روحانی مشن

www.ksars.org

کو اور حضور الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کو دنیا میں جاری رکھنے کے لئے سلسلہ عظیمیہ کی تعلیمات پر کے ایک پلیٹ فارم پر اللہ کی مخلوق کی خدمت کر کے وہ علوم حاصل کریں کہ ان علوم کی بنیاد پر شرف حاصل ہو۔

اختتام

www.ksars.org

سلسلہ عظیمیہ کا مقصد روحانیت کو سائنسی انداز میں پیش کرنا

)کراچی مراقبہ ہال کے سنگ بنیاد کے موقع پر(

اعوذ باللہ من الشطین الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تلاوت سورۃالقران... تلاوت الحمد...

معزز حضرات گرامی قدر صدر اور معزز مہمان اور حاضرین مجلس خواتین و حضرات میرے بزرگوں میرے بھائیوں میرے بہنوں اور میری بیٹیوں السلام و علیکم...آپ حضرات دور دراز سے سفر اختیار کرکے اس بیابان میں محض اللہ کے لئے تشریف لائے اس کے لئے آپ کا شکر گزار ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ آپ کے اس جذبے کو قبول فرمائے اور ہم سب آقا نامدار تاجدار مدینہ محمد رسول اللہ ﷺ کی نظروں کے سامنے آجائیں اللہ ایسا کرے جس طرح ہم ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اس طرح ہم اپنے آقا نامدار تاجدار مدینہ محمد رسول اللہ ﷺ کو بھی دیکھیں اور یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ انہونی بات ہو، اگر ہم اپنے اندر تھوڑا سا غور فکر کریں اور کھوج لگائیں تو یہ بات بہت آسان ہے کہ ہمارے اندر کی نظر جب کھل جاتی ہے تو غیب سے پردے ہٹ جاتے ہیں اور جب غیب کے پردے ہٹ جاتے ہیں تو رسول اللہ ﷺ کو ہم اسی طرح دیکھتے ہیں جس طرح ہم اس وقت ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہیں جب نظر میں اور وسعت پیدا ہوتی ہے اور رسول اللہ ﷺ کی نسبت حاصل ہو جاتی ہے تو ہم اللہ کو بھی اسی طرح دیکھتے ہیں جس طرح ہم سب آپ ایک دوسرے کو دیکھتے ہیں اور یہ ایسی بات نہیں ہے کہ جس کو آپ کہانی کہے یا جس کو آپ خواب وخیال کی باتیں، ایسا نہیں ہے رسول اللہ ﷺ نے معراج میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا اللہ تعالیٰ سے باتیں کیں راز و نیاز کی باتیں کیں اور اللہ تعالیٰ نے اس راز و نیاز کو مستند بنانے کے لئے خود فرمایا... کہ میرے بندے نے جو کچھ دیکھا اور میں نے اپنے بندے سے جو کچھ باتیں کی وہ خواب و خیال نہیں ہے میں اس کی تصدیق کرتا ہوں میرے بندے نے جو دیکھا جھوٹ نہیں دیکھا اصل دیکھا ہے خواب میں نہیں دیکھا، خیال میں نہیں دیکھا۔

آنکھوں سے دیکھا ہے۔ معراج کا مفہوم ہے غیب کی دنیا میں سفر کرنا معراج کے معنی ہیں وہ آنکھ کھل جانا جس آنکھ سے آدمی غیب کی دنیا کا مشاہدہ کرتا ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنی امت کو ایک پروگرام دیا اور اس پروگرام کے بارے میں فرمایا الصلوۃ معراج المومنین کہ جو آدمی نماز یا صلوۃ قائم کرلیتا ہے اس کو معراج حاصل ہو جاتی ہے یعنی کوئی بندہ صلوۃ کے ذریعے غیب کی دنیا میں داخل ہو کر رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کو بھی دیکھ لیتا ہے لیکن جب ہم چودہ سو سال کی تاریخ کا تجزیہ کرتے ہیں تو ہمارے سامنے یہ بات آتی ہے کہ ہمارے بزرگ بھی نماز پڑھتے تھے، ہمارے بزرگ بھی روزے رکھتے تھے، ارور ہمارے اسلاف کا یہ کارنامہ تھا کہ وہ اسلام کے ایک ایک رکن کو پورا کرتا تھے، جو کام چودہ سو سال پہلے ہمارے اسلاف کرتے تھے وہی کام ہم بھی کر رہے ہیں لیکن فرق یہ ہے جب یہی کام ہمارے اسلاف کرتے تھے ان کو اللہ تعالیٰ نے عزت دی تھی، وقار دیا تھا اور ساری دنیا میں ان کی حکمرانی قائم

www.ksars.org

تھی وہی کام جو ہمارے بزرگ کرتے تھے ہم بھی کر رہے ہیں لیکن ہم ان کاموں کے نتیجے میں ذلیل خوار ہیں، پریشان ہیں، بد حال ہیں اور غیروں کی خیرات لینے پر محتاج ہیں۔

میں یہ سمجھتا ہوں آج کی مجلس میں ہم سب اس بات پر غور و فکر کریں آخر کیا وجہ ہے جب ہمارے اسلاف بھی نماز قائم کرتے تھے اللہ تعالیٰ ان کو عروج بخشتا تھا اللہ تعالیٰ نے ان کو اتنا عروج بخشا کہ دنیا کے ہر کونے میں اسلام کی حکمرانی قائم ہوتی ہے وہی نمازیں جو ہمارے اسلاف پڑھتے تھے ہم بھی پڑھتے ہیں یہ آج کی نشست میں اگر اس پر سوچ و بچار ہو جائے اور مسئلے کا کوئی حل نکل آئے تو میں سمجھتا ہوں آپ سب حضرات کو اتنی دور دراز سے آنا کارآمد ثابت ہو جائے گا اس وقت کوئی نتیجہ نظر آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ''کہ ہم نے تمہارے لئے زمین آسمان اور اس کے اندر جو کچھ تھا مسخر کر دیا''۔ ہم جب اپنے اوپر غور کرتے ہیں تو ہماری صورت یہ ہے کہ جب ہم تو چیونٹی کاٹ لے تو اس سے بھڑک جاتے ہیں مسخر ہونا تو بڑی بات ہے مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات کو آپ کے لئے بنایا ہے اور اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں اس کائنات پر آپ کی حکمرانی ہو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں الشمس و قمر... ہم نے تمہارے تابع کر دیا ہے سورج کو، تمہارے تابع کر دیا ہے چاند کو، تمہارے تابع کر دیا ہے نجوم کو۔

لیکن ہماری صورت یہ ہے کہ ہماری بے بسی کا حال یہ ہے کہ ہم تو اتنے بے بس اور مجبور ہیں کہ عزت کی روٹی بھی نہیں کھا سکتے امریکہ سے ایڈ آئے گی تو روٹی کھائیں گے امریکہ سے ایڈ آئی گی تو ہمیں تنخواہ ملیں گی۔ ہمارے معاشرتی نظام کا یہ حال ہے کہ قرآن کہتا ہے سود حرام ہے اور جو لوگ سودی کاروبار کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ دشمنی کرتے ہیں۔ حال یہ ہے کہ ہماری معیشت کا کوئی پہلو ایسا نہیں ہے جس میں سودی نظام قائم نہ ہو اور سودی نظام جو ہمیں ملا ہے وہ اقوام غیر سے ملا ہے جب ہم علم کی طرف آتے ہیں تو ایک وقت تھا کہ مسلمان ہمارے بزرگ جو ہیں ایجادات کرتے تھے۔ بڑی بڑی ایجادات مسلمانوں نے کیں اور آج یہ وقت ہے ہم ان کے محتاج ہیں، امریکہ کے محتاج ہیں، فرانس کے محتاج ہیں، جرمنی کے محتاج ہیں، علم وہاں سے آجائے تو ہم کچھ پڑھ سکتے ہیں، وہ علم وہاں سے بھیجنا بند کر یں دیں تو ہم علم بھی نہیں حاصل کر سکتے۔

ہم تو علم میں بھی فریب کرتے ہیں اللہ تعالیٰ قرآن پاک فرماتے ہیں انا فی ذلک لا یا... یہ اللہ تعالیٰ کی جو نشانیاں ہیں یہ اللہ تعالیٰ کا جو کائناتی سسٹم ہے اللہ تعالیٰ کا جو کائناتی نظام ہے یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو فکر سے کام کرتے ہیں جو تفکر کرتے ہیں اور یہ وہی نقطہ ہے جس کی طرف ابھی میں نے آپ سے اشارہ کیا تھا کہ ہمارے اسلاف میں اور ہم میں فرق یہ ہے کہ وہ اس عمل کے ساتھ ساتھ تفکر کرتے ہیں اور ہمارے اندر سے تفکر نکل گیا ہے۔ نماز وہی ہے، قرآن وہی ہے، روزہ وہی ہے، حج وہی ہے، زکوۃ وہی ہے، قرآن کے معنی وہی ہیں بات صرف اتنی ہے کہ ہم نے اپنے اسلاف کے اس ورثے کو جس کو ہم تفکر کا نام دے سکتے ہیں چھوڑ دیا۔

اب ہم اس لئے ذلیل و خوار ہیں اور اس لئے پریشان ہیں اور اس لئے غیر قوموں کے محتاج ہیں یعنی علم کے محتاج ہیں کہ ہم نے اپنے اسلاف اور بزرگوں کی اس روایت کو چھوڑ دیا ہے جس روایت کا نام تفکر ہے اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں تفکرون،... تعقلون... تعلمون ... یعلمون... قرآن کے معنی اور مفہوم کو سمجھنے کے لئے آپ کنسنٹریشن کی ضرورت ہے، آپ کو سوچ و بچار کی ضرورت ہے، آپ کو فکر کی ضرورت ہے اور اگر آپ کے اندر فکر نہیں ہے اگر تفکر نہیں ہے تو دنیا کی کوئی طاقت آپ کو قرآن نہیں سمجھا سکتی اور جب آپ قرآن

www.ksars.org

نہیں سمجھیں گے تو ظاہر ہے آپ ذلیل وخوار اس لئے ہونگے کہ آپ کے بزرگوں کا یہ ورثہ ہے کہ قرآن کو تفکر کر کے سمجھیں اور قرآن میں سے ہی وہ ساری ایجادات اور سارے فارمولے نکالتے تھے اور نئی نئی سائنسی ایجادات کرتے تھے۔ابھی میں آپ سے عرض کر رہا ہوا بھی میں امریکہ کے دورے پر گیا تھا وہاں اسٹیسٹ میں، میں گیا تو میں نے وہاں غور سے دیکھا کہ ان کی ترقی میں بنیادی عنصر کیا ہے مادی طور پر ان کی ترقی میں بنیادی عنصر کیا ہے؟

تو میں نے ان کی ترقی میں بنیادی عنصر دیکھا لوہا۔ اگر ایک سو دس منزل عمارت ہے تو ایک سو دس منزل عمارت لوہا ہے اگر انڈر گراؤنڈ ریلوے اسٹیشن ہے پانچ پانچ منزل تین تین منزل تو وہ سارا کا سارا وہ لوہے پر کھڑا ہوا ہے اوپر نیچے وہ لوہے کے بنے ہوئے ہیں ہوائی جہاز دیکھے وہ لوہے کے بنے ہوئے ہیں، جتنی مشینیں ہیں وہ آپ سب دیکھیں وہ لوہے کی بنی ہوئی ہیں یعنی ان کی ترقی کا بنیادی عنصر مادی طور پر لوہا ہے۔اب دیکھو اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں وانزلہ...کہ ہم نے لوہا نازل کیا اور اس میں انسانوں کے لئے بے شمار فوائد رکھ دیئے ہے کوئی ڈھونڈنے والا۔

میں نے یہ سمجھتا ہوں وہاں کے کسی سائنٹسٹ نے انگریزی میں قرآن پڑھا اور جب وہ اس آیت پر آیا کہ اللہ تعالیٰ یہ کہے رہے ہیں ہم نے لوہا نازل کیا اور اس میں انسان کے لئے بیشمار فوائد ہیں تو اس پر ریسرچ کرنی چاہیئے سائنٹسٹ نے اس پر غور کریں، سائنسی ایجادات میں آپ کو ہر ایجاد کسی نہ کسی طرح لوہا ملے گا بجلی کا تار لے لیں، کھمبے لے لیں، ریلوے کے پٹری لے لیں، بسیں لے لیں، آپ کی یہ کاریں لے لیں، ٹیکسیاں آپ کے پل آپ کی بلڈنگیں کس جگہ آپ کو لوہے کا وجود نہیں ملے گا آپ کس جگہ لوہے کے وجود سے انکار کر سکتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ناالنزلہ...اے لوگوں غور کرو اللہ کی نشانیوں پر اس کے اندر تفکر کرو اگر تم اس لوہے کے اندر تفکر کرو کے تو اس لوہے کی صلاحیت ہے اور لوہے کے اندر جو اللہ تعالیٰ نے مختلف شخص، مختلف روپ میں ڈھلنے کی جو صلاحیت رکھی ہے وہ آپ کے ساتھ ہے تو بنیادی وجہ جو ہمارا اس وقت جو زوال پذیر ہونے کا جو بنیادی سبب ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن پاک میں تفکر کرنا چھوڑ دیا ہے اور غیر قوموں میں اگر ترقی کا کوئی راز ہے وہ تفکر ہے کوئی بھی سائنسی ایجادات بغیر تفکر کے ممکن ہی نہیں ہے اگر آپ ٹیلفون پر غور کریں تو ایک آدمی کے ذہن میں خیال آیا کہ صاحب ایسا کوئی آلہ بنانا چاہیئے کہ آواز جو ہے وہ دور دراز پہنچ جائے اس نے سوچا سوچا پھر دوسرے آدمی نے سوچا پھر تیسرے آدمی نے سوچا ٹیلفون ایجاد ہو گیا پھر دوسرے آدمی نے کہا ٹھیک ہے آواز تو ٹیلفون کے ذریعے پہنچ سکتی ہے اب کوئی ایسی بھی صورت ہونی چاہیئے ہزاروں میل دور ہم تصویر بھی دیکھا دیں تو جناب دماغ سوچنے شروع ہو گئے انہوں نے ٹی وی نکال دیا تو کتنی بھی اس وقت سائنسی ترقی ہے اس ترقی کی بنیاد صرف اور صرف تفکر ہے اور قرآن تفکر کے علاوہ کچھ نہیں ہے اگر قرآن کے اندر مسلمان تفکر نہیں کریں گے تو جتنے اب ذلیل ہیں، اتنے اور زیادہ ذلیل وخوار ہو جائیں گے کہ اللہ تعالیٰ زمین سے ان کا نام ونشان مٹا دیں گے اللہ تعالیٰ آپ کے رشتہ دار نہیں ہیں۔

اللہ تعالیٰ حاکم ہے اللہ تعالیٰ مالک ہیں رب ہیں اللہ تعالیٰ کے نظام میں اگر آپ غور وفکر سے کام لیکر اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر چلے گے اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا راستہ کیا اللہ کی نشانیوں میں غور کریں کائنات کے نظام پر تفکر کریں۔ دیکھو یہ کہکشانی نظام کس طرح قائم ہے، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں دیکھو ہم نے آسمان کو کس طرح بلند کر دیا اس میں کوئی ستون ہی نظر نہیں آتا والجبلا...اور دیکھو ہم نے پہاڑوں کو

www.ksars.org

کیلیں بنا کر نوکیں بنا کر کس طرح زمین میں گاڑ دیا ہے۔دیکھو ہم زمین کو کس طرح غار بن کر تمہارے لئے تمہارے آرام کے لئے تمہارے بچوں کے لئے آرام کی جگہ بنائی۔تمہاری کھیتی باڑی کے لئے وہ سب دے دی اور زمین کو ہم نے اس طرح بنادیا کہ نہ اس کو اتنا نرم کر دیا ہے کہ تم اس کے اندر دھنس جاؤ نہ اس کو اتنا سخت کر دیا ہے کہ تم ٹھوکر کھا کھا کر گرو اور تمہارے جسم سے خون بہے یہ ساری باتیں اللہ تعالیٰ اس لئے بتاتے ہیں کہ ہمارے اندر تفکر پیدا ہو اور آپ دیکھ رہے ہیں جب قوموں میں تفکر ہے وہ ترقی یافتہ ہیں اور جن قوموں کے اندر سے تفکر نکل گیا وہ قومیں سب کی سب ذلیل و خوار ہیں۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ کو اللہ تعالیٰ نے ہزراوں سال کے رہنے والے مفلس وافلاس بندوں کی تربیت کے لئے پیدا کیا۔اللہ تعالیٰ کو رحم آگیا انبیاء تو آنہیں سکتے نبوت تو ختم ہو گئی اللہ تعالیٰ نے اس نبوت کے سلسلے کو جاری کرنے کے لئے انبیاء کے تربیت یافتہ گروہوں کو اپنی مخلوق کی ہدایت کے لئے بھیجنا بند نہیں کیا۔نبوت ختم ہو گئی لیکن چودہ سو سال سے اللہ کے رسول کے دوست اور اللہ کے رسول کے علوم کے وارث برابر تشریف لا رہے ہیں اور وہ ہی بات کہے رہے ہیں جو نبی کہا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں قلندر بابا اولیاءؒ کو پیدا کیا اور ان کو ایسی تعلیمات کو پرچار کرنے کا شعبہ دیا جن تعلیمات میں سائنس ہو،روحانی کو اس طرح بیان کیا جائے کہ وہ سائنسی نقطہ نظر سے لوگوں کے سامنے آئے اور لوگوں کا جو سائنسی نقطہ بیدار ہو گیا ہے۔

وہ شعور کے مطابق ہو،لوگ اگر چاہئیں تو اللہ کی نشانیوں پر غور کریں اور اللہ کے نظام میں شریک ہو جائیں میں آپ سے عرض کروں ایک شعبہ تکوین ہیں اللہ تعالیٰ کے بندے ہی اس کو چلاتے ہیں میرے حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے زمانے میں تعلیم کے مطابق مجھے بتایا کہ یہ کائناتی نظام کچھ اسطرح ہے ایک کتاب میں تیس کروڑ لوح محفوظ ہیں،ہر لوح محفوظ پر اسّی ہزار حضیرے ہیں اور ایک حضیرے میں کم از کم ایک کھرب مستقل نظام شمسی ہیں،اور ہر نظام شمسی میں کم از کم سات اور زیادہ سے زیادہ تیر اسیارے ہیں۔

اب غور کریں آپ حساب کریں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نظام کس طرح چل رہا ہے اور کس طرح کا ہے یہ نظام فرشتے نہیں چلاتے یہ میں آپ سے عرض کر رہا ہوں یہ نظام فرشتے نہیں چلاتے یہ نظام بندے چلاتے ہیں اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے فرمانا از قال ربک الذی ملائکتہ...فی الارض خلیفہ و قالو تجلو... وعلما...معالا تعلمون... ثم ردنہ... صدیقین... قالو سبحان...انا قانت العلیم حکیم...اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں نے ایک کائناتی نظام بنائے اور وہ کائناتی نظام اس طرح بنایا کہ میں اس نظام کو چلانے کے لئے انسانوں میں سے خلیفہ بناؤں،اپنا نائب بناؤں، فرشتوں سے کہا فرشتوں یہ جو میں نے نظام قائم کیا ہے کائنات کا اس کو انسان چلائے فرشتوں نے کہا اللہ میاں جس انسان کو نظام کائنات چلانے کے لئے منتخب کیا ہے وہ تو فساد کرے گا وہ تو خون خرابہ کرے گا۔

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو اپنی صفات سکھائی یعنی اللہ تعالیٰ نے کائنات کے تخلیقی فارمولے آدم کو سکھائے اور آدم نے کہا اے آدم بیان کر کائنات کے تخلیقی فارمولوں کو بیان کر جب آدم نے کائنات کے تخلیقی فارمولوں کو بیان کیا تو فرشتے دم بخود رہ گئے اور انہوں نے کہا بے شک ہم نہیں جانتے ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا آپ نے ہمیں بتا دیا ہے اور اس کے بعد فرشتوں نے آدم کی حاکمیت کو قبول کر لیا دیکھئے اس آیت سے یہ نقطہ نکلتا ہے کہ انسان کا شرف یہ ہے کہ اسے یہ علم آتا ہو جو فرشتے نہیں جانتے اب غور کریں انسان پھر اس بات کو غور کریں فرشتوں نے کہا صاحب یہ خون خرابہ کرے گا اللہ تعالیٰ نے کہا اے آدم تو بیان کر ہم نے تجھے کیا سکھایا ہے،ہم نے تجھے اپنے

www.ksars.org

آسماء اور اپنی صفات اور تخلیقی فارمولوں کا جو علم سیکھایا ہے وہ فرشتوں کے سامنے بیان کر، آدم نے جب تخلیقی فارمولوں کا علم فرشتوں کے سامنے بیان کیا تو فرشتوں نے آدم کو سجدہ کر لیا یعنی آدم کو اپنا حاکم تسلیم کر لیا تو انسان کا شرف یہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے وہ علوم عطا کر دیئے نہ وہ علوم جنات کو حاصل ہیں نہ وہ علوم فرشتوں کو حاصل ہیں اگر وہ علوم حاصل ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ کو حاصل ہیں یا آدم کو حاصل ہیں ہماری بدقسمتی یہ ہے کہ ہم نے انہی علوم کو بھلا دیا ہے اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں تخلیقی فارمولے سیکھائے جو کائنات سے متعلق وہ ہم نے بھلا دیئے ہیں اور ہمارے اسلاف اور ہم میں یہ فرق ہے کہ ہمارے اسلاف ان علوم کو جانتے تھے ان علوم پر تفکر کرتے تھے نتیجے میں وہ ساری دنیا پر حاکم تھے ساری دنیا پر قبضہ تھا۔

تو ان علوم کو حاصل کرنے کے لئے سب سے پہلی بات قرآنی نقطہ نظر سے یہ ہے کہ ہم تفکر کریں وہ سب سے پہلے تو ہمیں یہ سوچنا چاہئے بھئی ہم گیارہ سال سے روزے بھی رکھ رہے ہیں نمازیں بھی پڑھ رہے ہیں آخر اس کا نتیجہ کیوں مرتب نہیں ہوا ہم روز بروز ذلیل وخوار ہی کیوں ہو رہے ہیں تو پہلے تو یہ غور کرنا چاہئے ہم غور کریں گے تو آپ کے سامنے ایک ہی بات آئے گی ہمارے بزرگ ہمارے اسلاف جو عمل کرتے تھے اس میں تفکر بھی کرتے تھے اس کی حکمت پر بھی غور کرتے تھے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ وہ اندر سے، اپنے اندر سے، اپنی روح سے اور اللہ تعالیٰ کے علوم سے واقف تھے جن علوم کی بنیاد پر فرشتوں نے انسان کو سجدہ کیا اب پہلی تو یہ بات ہے تفکر۔ اب صاحب تفکر کریں اب تفکر کے بعد کیا نتیجہ کیسے مرتب ہو گا تفکر کو آگے کیسے بڑھائیں تفکر کو آگے بڑھانے کے لئے بھی بہر حال ہمیں انبیاء کی اور پیغمبروں کی زندگی سے ہی راستہ ملے گا۔

رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہم سب کے لئے ہے مشعل راہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ مکے میں میلوں دور ایک اونچی پہاڑی غار پر تشریف لیجاتے تھے وہاں مراقبہ کرتے تھے، مراقبہ کا مطلب ہے تفکر کرنا غور و فکر کرنا اللہ کی آیت پر اللہ کی کائنات پر غور و فکر کر کے کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کرنا، رسول اللہ ﷺ نے جب مراقبہ کیا سالوں کیا، اس مراقبے کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کی ڈیوٹی لگادی اے جبرائیل جا اور ہمارے بندے سے کہے اقراء بسم ربک... رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں پڑھا ہوا نہیں ہوں جبرائیل نے کہا آپ کا رب ایسا ہی چاہتا ہے کہ آپ پڑھیں اس مراقبہ کے نتیجے میں رسول اللہ ﷺ امی ہے جو خط لکھنا نہیں جانتے جو دستخط کرنا نہیں جانتے قرآن جیسی کتاب آپ سامنے ہے یعنی مراقبہ ایک ایسی چیز ہے اگر ہم اس کو اپنا لئے تو اسکے نتیجے میں ہمارے ایسے دریچے کھل جاتے ہیں جو جبرائیل کو دیکھتے ہے، جو دریچے فرشتوں کو دیکھتے ہیں، جو دریچے جنت کی ایک ایک حصے کو، جنت کی ایک ایک زون کو جو درجہ بندی ہے جنت کی اس کو دیکھتے ہیں ہماری کوشش اور جدوجہد کا آغاز تقریباً بیس سال پہلے ہوا میرے مرشد کریم قلندر بابا اولیاءؒ نے مجھے یہ علم سیکھایا مراقبہ کا۔

آج میں برملا اس بات کا اعلان کرتا ہوں فقیر بندہ جو آپ کے سامنے کھڑا ہوں کبھی بھی اسکول یں داخل نہیں ہوا میں نے کسی بھی اسکول میں پہلی جماعت نہیں پڑھی، نہ میں نے کوئی درس نظامی پڑھا، نہ یں کوئی عربی اسکول میں داخل ہوا۔ البتہ یہ ہے قرآن پاک پڑھا وہ حافظ جی صاحب نے مار مار کر، یاد کروا دیا وہ میں بھول گیا اسی لئے کہ اس کا بیک گراؤنڈ اتنا خراب تھا کہ سوائے مار کے پٹائی کے کوئی چیز ہی نہیں تھی اور تھوڑی بہت یہ اردو کی کتابیں جیسے بچے گھر میں پڑھ لیتے ہیں یہ میں نے پڑھی میں مطلب علم میرے پیر و مرشد کی توجہ ان

www.ksars.org

کے فیض اور مادی طور پر ہے اگر کوئی انسان آپ رسول اللہ ﷺ کی غار حرا والی سنت پر عمل کر کے مراقبے کو اپنی زندگی میں داخل کر لیں تو آپ کی نظر بھی کھل جائے گی آپ کا ذہن بھی وسیع ہو جائے گا۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور آپ کو توفیق دے ہم اسلاف نے اس ورثے کو جس ورثے کی وجہ سے ہم پوری دنیا پر حکمران حاصل کرنے کی توفیق دے اور اللہ تعالیٰ ہمیں رسول اللہ ﷺ کی روشنی دے ہم غور و فکر کریں اور قرآن کو سمجھنے کی کوشش کریں اور قرآن کو سمجھنے کا جو آسان ترین طریقہ جو یہ وہ ہے مراقبہ، اسی مراقبہ کو جاری و ساری رکھنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی غار حرا کی سنت اور رسول اللہ ﷺ کے فیض اور قلندر باباؒ اولیاءؒ کے مشن کو جاری رکھنے کے لئے سلسلہ عظیمیہ کے ارکان نے ایک ادارہ قائم کروایا جس کا نام قلندر شعور فاوٗنڈیشن رکھا اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہمت دی توفیق دی کہ ہم یہاں تک پہنچ گئے کہ ہم نے یہ زمین کا ایک ٹکڑا حاصل کر لیا ہے اور ہم کوشش کریں کے اس میں ایسا مراقبہ ہال قائم کیا جائے جس میں لوگ آکر بیٹھیں غور و فکر کریں اور ایک ہمارا پروگرام یہ ہے آپ لوگوں سے نہایت مودبانہ درخواست ہے دعا کریں میں ایک ایسا نظام بنانا چاہتا ہوں ایسا تدریس نظام تشکیل دینا چاہتا ہو کہ ہمارے بچے شروع سے ہی اس طرز فکر کے عادی ہو جائے۔

پروگرام ہے میں پہلے ایک قاعدہ بناؤں گا پھر ایک کتاب لکھوں گا جیسے پہلی دوسری تیسری کی کتابیں ہوتی ہیں اور اس کا بنیادی پہلو جو ہو گا، وہ یہ ہو گا ہمارے بچے شروع سے ہی اپنے اسلاف کے اس ورثے سے واقف ہوں جس ورثے کی بنیاد پر ہم ساری دنیا میں حکمران کریں اور جس ورثے کی بے حرمتی اور اس ورثے کی ناشکری کی وجہ سے ہم دنیا کے ذلیل ترین قوم بن جائیں یہ بالکل اچھی بات نہیں ہے کہ ہمارے نبی کے اوپر قرآن نازل کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے کو ہمارے نبی بنایا اللہ تعالیٰ نے ہم سے وعدہ کیا اور اعلان کیا ساری کائنات تمہارے لئے مسخر کر دی گئی۔ نا کہ ہم ذلیل و خوار ہو کر رہے اور غیر قوموں کی بھیک پر گزارہ کریں مجھے تو صاحب بہت تکلیف ہوتی ہے کہ ہمارا حال یہ ہے اللہ نے ہمیں زمین بھی دی، اللہ نے ہمیں دماغ بھی دیا لیکن ہم جب بھی غور کریں گے وہی غیر قوموں سے ایک مسلمان جس کا ایمان ایک مسلمان جو اللہ تعالیٰ کے علم لاسماء کا علم جانتا ہے ایک مسلمان جس کو فرشتوں نے سجدہ کیا ہے وہ ایسے لوگوں کو محتاج ہو اور ایسے لوگوں کی خیرات کھائے جو قویں غیر مسلم ہیں، یہ انتہائی شرم ناک بات ہے۔

اور اس شرم ناک بات سے نجات پانے کا واحد اور موثر ذریعہ یہ ہے کہ آپ غور و فکر کریں اپنے اسلاف کی نسبت تلاش کریں اور غور و فکر سے نتائج مراتب کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ مراقبہ کریں۔ مراقبہ بہت آسان ہے کوئی مشکل کام نہیں ہے اگر ہر آدمی چوبیس گھنٹے میں پندرہ منٹ بھی اللہ تعالیٰ کے لئے نکال دے تو مراقبہ کا مقصد پورا ہو جاتا ہے اور آہستہ آہستہ اس کی کوشش پوری ہو جاتی ہیں اور ذہن اس کا کھل جاتا ہے اللہ تعالیٰ سے دعا کریں یہ کہ آپ کے لئے جو پروگرام بنایا ہے اللہ تعالیٰ اس کو پورا کرے۔ اللہ تعالیٰ ہی پورا کرتے ہیں بندے تو کیا پورا کریں گے اس سلسلے میں آپ سے یہ عرض کروں گا پروجیکٹ بہت بڑا ہے جہاں تک ہماری انفرادی کوششوں کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ نے ہمیں برکت دی رسول اللہ ﷺ کی محبت رسول اللہ ﷺ کی نسبت اور رسول اللہ ﷺ کا فیض یقیناً ہمارے سامنے ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم جس پروگرام کو لیکر چلے اور صحیح معنوں میں دس سال پہلے جو کر چکے تھے اس کی جڑیں اتنی مضبوط

www.ksars.org

ہو گئی ہیں جہاں رسول اللہ ﷺ کے شیدائی ایک جگہ جمع ہو کر مراقبہ ہال میں جمع ہو کر رسول اللہ ﷺ کی غار حرا والی سنت کو پورا کرنے کی کوشش کریں۔

امریکہ میں، برطانیہ میں، اسٹریلیا میں، بھارت میں، افریقہ میں، پاکستان کے تمام بڑے شہروں میں اللہ کے فضل و کرم سے ہمارے سینٹر قائم ہو گئے ہیں ابھی میں لاہور گیا تھا وہاں میاں صاحب اور ہمارے دوسرے عظیمیہ سلسلے کے کارکنوں نے اجتماعی طور پر اکھٹے ہو کر ایک ایکڑ زمین خریدی ہے اس کا میں نے جامع عظیمیہ کے نام سے منتخب کیا ہے اب اللہ کے فضل و کرم سے اللہ نے یہاں ہمیں ایک زمین کا ٹکڑا دے دیا ہے اب آپ سب حضرات کو اس لئے یہاں بلایا ہے کہ کہ آپ دعا کریں تا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کامیابی عطا کرے اور ساتھ ساتھ کیوں کہ کام بہت بڑا ہے میں آپ سے دعا کی درخواست کی۔ ہر قسم کی مالی امداد کی اپیل بھی کروں گا کہ چالیس لاکھ کا جو پروجیکٹ ہے ظاہر ہے ایک آدمی وہ نہیں بنا سکتا تو اس میں جو بھی حضرات جس طرح بھی مدد کر سکتے ہیں۔

اگر کوئی آدمی مالی مدد نہیں کر سکتا کوئی بات نہیں اللہ تعالیٰ کے کام کبھی رکتے نہیں تو آپ ہمارے لئے دعا کریں کوئی آدمی ایک اینٹ اٹھا کر ہماری دیوار میں رکھ سکتا ہے تو وہ ایک اینٹ اٹھا کر رکھ دے، کوئی آدمی گڈا بھرنے کے لئے دو چار بیلچے مٹی کے ڈال سکے مطلب یہ ہے کہ آپ جس طرح بھی چاہیں ہم آپ کی مدد کے طالب گار ہیں اور آپ کی مدد کو انتہائی خوش دلی کے ساتھ قبول کریں گے اور یہ آپ کا اللہ کا معاملہ ہے جیسی نیت ہوتی ہے ویسے ہی اللہ پھل دیتے ہیں۔ اختتام

www.ksars.org

توحید کیا ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

والذین جاھدو افینالنھد ینھم سبلنا...اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں...جو لوگ میرے لئے یعنی مجھے پانے کے لئے، میرے سے قریب ہونے کے لئے یا میرا عرفان حاصل کرنے کے لئے کوشش کرتے ہیں تو میں ان کے اوپر اپنے راستے کھول دیتا ہوں اس آیت مبارک میں اللہ تعالیٰ نے اس بات کو واضع طور پر بیان فرمایا ہے کہ اللہ تک پہنچنے کا ایک راستہ نہیں ہے بے شمار راستے ہیں۔ لیکن اس بے شمار راستوں کے لئے کسی ایک مرکز کا ہونا ضروری ہے۔ جیسے کراچی شہر ہے اب کراچی شہر میں داخل ہونے کے لئے ٹھٹھ سے بھی راستہ ہے، حیدرآباد سے بھی راستہ ہے، بلوچستان سے بھی راستہ ہے۔ بے شمار راستے اس وقت متعین ہوئے، جب پہلے سے کراچی شہر موجود ہے۔ اگر کراچی شہر موجود ہی نہ ہو تو راستے زیر بحث نہیں جائیں گے۔ ایک شہر میں داخل ہونے کے لئے بے شمار راستے ہو سکتے ہیں اور ہوتے ہیں۔ لیکن ضروری ہے کہ وہ راستے جہاں جا کر ختم ہوں یا وہ راستے جہاں سے شروع ہوں۔

اس کا کوئی مقام ہو، اس کا کوئی نام ہو، اس کا کوئی محل وقوع ہو، اس کی اپنی کوئی پہچان ہو، اور اگر وہ پہچان کی جگہ نہیں ہے کوئی محل وقوع نہیں ہے اور اسکا کوئی نام نہیں ہے شہر کا تو اگر پچاس راستے بھی نکل جائے تو ہم یہ نہیں کہے گے یہ راستے اس شہر کی طرف اس کراچی کی طرف یا لاہور کی طرف جا رہے ہیں۔ اب راستے چلنے کے لئے مرکزیت کا ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں والذین جھدو...جو لوگ کوشش کرتے ہیں غینا...ہمیں حاصل کرنے کے لئے یہ دنیاوی بات یہ ہے کہ پہلے اللہ تعالیٰ کا ماننا ہے اللہ تعالیٰ کو اس طرح ماننا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی اور ہستی ہے ہی نہیں وجو مخلوق کا سنبھال سکتی ہو، کوئی اور ہستی ہے ہی نہیں جو خالق کا وصف پورا کرتی ہو، کوئی اور ہستی ہے ہی نہیں جو خالق ہو، صرف اللہ ہے تو پہلے یہ تعین کرنا ہے کہ ایک اللہ ہے۔ وحدہ لاشریک ہے اس کا کوئی شریک نہیں اسی نے ہمیں پیدا کیا، اس نے ہمیں زندہ رہنے کے لئے وسائل مہیا کئے۔

وہی ہمیں پیدا کرتا ہے، وہی ہمیں زندہ رکھتا ہے، وہی ہمیں موت دیتا ہے، وہی ہمیں موت دینے کے بعد زندہ دوبارہ کرے گا تو پہلے یہ تعین کرنا ضروری ہے کہ ایک اللہ ہے۔ ایسا اللہ جس کا کوئی شریک نہیں جو رب ہے، جو رحمن ہے، اس کے علاوہ کوئی رحمن نہیں ہے۔ اس کے علاوہ نہ کوئی رحیم ہے۔ اس کے علاوہ نہ کوئی رب ہے۔ اس کے علاوہ نہ کوئی وسائل دینے والا ہے وہ واحد ذات ہے ایک ہے اللہ قل واللہ احد...اے پیغمبر ﷺ آپ فرما دیجئے کہ اللہ ایک ہے۔ اس جیسا کوئی ہے ہی نہیں کوئی تذکرہ میں بات نہیں آسکتی کہ اللہ کے علاوہ بھی کوئی ہے۔ تو پہلے یہ بات تو تسلیم ہو کہ اللہ ہے کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ اب جب آپ اس تعین کے ساتھ کوئی راستہ چلتا ہے اور اللہ کو تلاش کرنے نکلتا ہے تو اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ ہم اپنے بندے کو اس راستے پر لے آئیں گے جن راستوں پر چل کر بندہ ہم پہنچ جائے گا۔

www.ksars.org

اور والذین جھدو...اور وہم لوگ جھدو... کوشش جہد کوشش کرتے ہیں فینا...فینا...ہمارے لئے ہمارے اندر ہمارے علاوہ کوئی اور مقصد نہیں ہوتا ان کی کوشش کا محور یہ ہوتا ہے کہ ہمیں جس طرح بھی ممکن ہو اللہ کی قربت حاصل کرلیں۔جس طرح بھی ممکن ہو ہمیں اللہ کا عرفان حاصل کرنا ہے، اللہ کو پہچانا ہے، اللہ کو دیکھنا ہے، اللہ سے باتیں کرنا ہے۔اللہ کی اپنی عرض معروضات پیش کرنی ہے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کچھ تم مجھ سے مانگو میں دونگا دعا بھی کرو میں قبول کرو گا وعدہ ہے اللہ کا تو جب ہم یہ سوچ کر اپنا اے ذہن بنا کر اللہ وحدہ لاشریک ہے اس کے علاوہ کوئی ہستی نہیں ہے کوئی قالب نہیں ہے جب اس کے اندر اس کے لئے ہم جدوجہد کریں گے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں ایسے راستے دیکھا دونگا جن راستوں پر چل کر وہ بندہ مجھ تک پہنچ جائے گا۔اب یہ راستہ چلنا راستہ بھی اس وقت تک نہیں چل سکتا جب تک آپ کو اس راستے کا امکان نہ ہو۔

کیونکہ راستے تو دس ہیں ابھی آپ یہاں سے جائیں گے مراقبہ ہال تو سب کو پتا ہے یہ لانڈھی کو راستہ جارہا ہے، یہ گلشن کو راستہ جارہا ہے، یہ بلوچستان کو راستہ جارہا ہے، یہ صدر کو راستہ جارہا ہے یعنی جب تک آپ کو راستے کے بارے میں علم نہیں ہو گا تو آپ راستہ اختیار نہیں کرسکتے۔یہ روزانہ تجربے کی بات ہے کہ ہم لانڈھی جانے والے لوگ جو ہیں ان کو پتا ہے فلاں جوروڑ جو ہے وہ کبھی چاولہ والی بس میں نہیں بیٹھے گے۔صدر جانے والے لوگ وہ جناب کبھی گلشن کی بس میں نہیں بیٹھیں گے۔کیوں؟اسلئے کہ انہیں اس بات کو علم ہے کہ فلاح روڈ کی بس جو ہے فلاح مقام پر پہنچے گی۔تو اب یہ بات بالکل طے شدہ ہے کہ جب تک راستے کا علم نہیں ہو گا آپ بھٹکتے رہے گے۔ہوسکتا ہے پہنچ جائیں زیادہ امکان یہ ہے کہ آپ اپنے مقام پر پہنچ ہی نہیں سکتے۔مثلاً آپ کو یہاں سے جانا ہے گلشن اقبال جانا ہے آپ بیٹھ گئے بس میں ٹاور کی اب کیا وجہ ہے کہ آپ کیوں اتر گئے کہ نہیں بھئی مجھے تو گلشن جانا ہے۔

وہ تو کہے گے بھئی یہ تو آپ غلط آگئے آپ کو تو اس طرف جانا چاہئے اس بس میں بیٹھ جاؤ۔آپ اس بس میں بیٹھ گئے کسی ایسی بس میں بیٹھ گئے جس نے آپ کو ملیر پہنچادیا اب وہاں جا کر کہنے لگے بھئی مجھے تو گلشن جانا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جب آپ صحیح راستہ اختیار کریں گے جب ہی آپ منزل تک پہنچ سکیں گے اگر آپ صحیح راستہ اختیار نہیں کریں گے تو آپ منزل تک نہیں پہنچے گے۔یہ ہماری روزمرہ زندگی کے معاملات ہیں۔آدمی اس بات سے واقف ہے اور اس کی پریکٹس ہے کہ سب کو پتا ہے میں فلاں بس میں بیٹھوں گا تو لانڈھی پہنچو گا اور اگر نہیں معلومات ہو تو آپ پوچھتے ہیں۔کئی بھئی مجھے ٹاور جانا ہے مجھے کون سی بس میں بیٹھنا ہے تو اس پوچھنے کے بعد آپ بس میں بیٹھیں گے تو آپ صحیح مقام پر پہنچ جائیں گے تو یہ تین باتیں اس وقت بیان ہوئیں ایک تو یہ راستے پر چلنے کے لئے کسی مرکز کا تعین ہونا ضروری ہوتا ہے۔

اگر آپ لاہور جارہے ہیں تو لاہور آپ کے ذہن میں مرکز بنے گا یا پنڈی جارہے ہیں تو پنڈی ذہن میں مرکز بنے گا۔یہ ایک مثال ہے اور آپ اگر اللہ کی طرف جارہے ہیں تو اللہ کے لئے مرکزیت ضروری ہے۔جب تک آدمی کے ذہن میں اللہ کی مرکزیت نہیں ہو گی تو وہ راستے اختیار نہیں کرے گا جو راستہ قدم قدم بڑھا کر اللہ تک لیجارہا ہے والذین...اور وہ لوگ جو میرے لئے جدوجہد کرتے ہے کوشش کرتے میں ان کو اپنے راستوں کی ہدایت اب راستے سبلنا...یعنی بیشمار راستے آپ اللہ تک پہنچنے کے اب یہ بے شمار راستوں میں انتخاب کرنا ایک بات کہ انتخاب کیسے کرے آدمی کون سا راستہ ہے کہ جس راستے پر چل کر میں اللہ سے رسوائی حاصل کروں اس کے لئے ضروری

www.ksars.org

ہے کہ آپ کو راستوں کا علم حاصل ہو۔ جیسا کہ میں نے آپ سے کہا کوئی ٹاور کا راستہ ہے، کوئی لانڈھی کا راستہ ہے آپ کو علم ہے تو راستوں کا جب تک علم نہیں ہوگا ہم سڑک ہی نہیں پکڑیں گے۔

تو علم کے لئے ضروری ہے کہ آپ کا اس کام میں کوئی استاد ہو، استاد کے بغیر علم آپ کو حاصل نہیں ہوتا، اب جب اللہ کے بندے کے درمیان جو ایک تعلق ہے مخلوق کا اور خالق کا اس کے بارے میں جب آپ غور کریں تو آپ کو ایک ہی بات سمجھ میں آئے گی وہ یہ اللہ اور اس کے بندے کا تعلق علم کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ ہمیں اللہ تعالی کی طرف سے پیغمبروں یعنی اللہ تعالی نے جو پیغمبروں کو بھیجا ان پیغمبروں نے ہمیں یہ علم عطا کیا کہ اللہ ہے اور ایک ہے۔ بھئی حضور ﷺ نے فرمایا اللہ ہے ایک ہے اگر حضور پاک ﷺ یہ کہے دیتے کہ اللہ دو ہے تو ہم یہ ماننے پر مجبور تھے کہ اللہ کو دو ماننے پر لیکن حضور ﷺ نے کہا اللہ ایک ہے کوئی اس کا شریک نہیں ہے۔ انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ توحید پر اللہ کو ایک مانتا ہو تو یہ بات کہ اللہ ایک ہے اس کو ہم علم کے علاوہ ہم کوئی نام نہیں دے سکتے۔ یعنی ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے لاکھوں کروڑوں سال میں نوع انسانی کو اس علم سے آشنا کیا کہ اللہ ایک ہے۔

اللہ ایک ہے۔ دو چار دس بیس نہیں حضور پاک ﷺ کا مشن شروع ہوا اسلام کا تو وہ یہی تھا کہ خانہ کعبہ میں جو تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے ہیں ہر قبیلے کا، ہر ملک کا الگ الگ بت تھا تو حضور پاک ﷺ نے یہی بات فرمائی کہ جو ایک متواتر خبر آرہی ہے آدم سے لیکر اب تک مجھ تک تو یہی ہے۔ اللہ تین سو ساٹھ نہیں ہوتے اللہ تو ایک ہے اور اسی بنیاد پر قریش مکہ نے حضور پاک ﷺ کی مخالفت کیا اور کہا کہ اللہ ایک کیسے ہو سکتا ہے اللہ تو تین سو ساٹھ ہیں یہ رکھے ہوئے ہیں سارے، خانہ کعبہ میں رکھے ہوئے ہیں۔ تو انہوں نے کہا نہیں اللہ ایک ہے۔ اور وہ اللہ وہ ہے جو تمہارا رب ہے۔ تمہیں بارش کا پانی دیتا ہے، تمہیں کھیتی باری میں تمہارے کھانے پینے کی چیزیں پیدا کرتا ہے، تمہیں پھل عطا کرتا ہے، تمہیں بچے دیتا ہے، جوان کرتا ہے، بوڑھا کرتا ہے، ہوا دیتا ہے لیکن جب یہ تین سو ساٹھ بت ہیں ان میں تو اتنی بھی صلاحیت نہیں اگر ان پر مکھی بیٹھ جائے تو یہ اڑا دیں تو ایسی چیز جو پتھر کی ہو، اس میں جان نہ ہو، تم نے اپنے ہاتھ سے اس کو تراش لیا اس کی آنکھ بنادی اس کی ناک بنادی بڑے بڑے کان بنا دیئے ڈراونی شکل بنادی، کوئی اس کو خوبصورت بنادی، کوئی موٹا بنا دیا تو وہ کہتے ہیں حضور یہ بتایئے یہ کیسے ممکن ہے انسانوں کی بنائی ہوئی تصویر خدا کیسے ہو گئی۔

انہوں نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا اب سوچنے کی بات ہے آنکھوں دیکھی بات کو کیوں نہیں تسلیم کیا۔ اپنے ہاتھ سے انہوں نے پہاڑ میں سے پتھر کاٹا اس پتھر کو تراش کے اس کی آنکھیں بنائی ناک کان سب اس کی تصویر بنائی اور اسکا نام خدا رکھ دیا، ہبل اور کیا کیا نام بیشمار نام آپ نے پڑھیں ہونگے تاریخ ہیں ان کی سمجھ ہیں یہ بات کیوں نہیں آئی ہمارے ہاتھ کے بنائے ہوئے مورتیاں خدا کیسے ہو سکتیں ہیں؟ اصول تو یہ ہونا چاہئے ناجو چیز بنانے والا ہے وہ خالق ہے اب ہم نے ایک چیز بنائی، ایک بت بنایا وہ بت خالق کیسے ہوا یا بنانے والا خالق ہوا جس نے تصویر بنائی وہ خالق ہوا لیکن ان کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی۔ اب سوچنا یہ ہے ان کی سمجھ میں یہ بات کیوں نہیں آئی ان کی سمجھ میں یہ بات اس لئے نہیں آئی کہ انہوں نے توحید کا جو علم تھا اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ کوئی کہتا ہے توحید کا جو علم ہے وہ علم ہی نہیں ہے یہ جو پیغمبروں نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے متواتر اعلان کیا ہے ہم اسے نہیں مانتے ہم تو اس بات کو مانتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا اس علم کو پوجتے تھے اور انہوں نے ہمیں یہ بتایا یہ خدا ہے۔

www.ksars.org

اس لئے سارا جھگڑا شروع ہوا آپ دیکھئے حضور پاک ﷺ نے کیسی کیسی اذیتیں تکلیفیں اٹھائیں۔ان کا بائیکاٹ کر دیا کھانا پینا بند کر دیا۔ راستے میں کانٹے بچھا دیئے۔اونٹ کی اوجھ رکھ دی اور کیا کیا یہ سب آپ کو سیرت میں ملتا ہے اللہ کے فضل و کرم سے تھوڑا سا سب کو علم ہے لیکن حضور پاک ﷺ نے ایک ہی بات فرمائی کہ بات وہی صحیح ہے جو ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر مسلسل کہتے رہے کہ اللہ ایک ہے۔اور اللہ ایک ہے اور وہ ایسی ذات ہے جس کو ہم شعور میں بیان تو کر سکتے ہیں۔لیکن مظاہرے کی شکل میں تصویر بنا کر اسے پیش نہیں کر سکتے۔یہ ایک کوشش ہوتی رہی رسول اللہ ﷺ کو لوگ اذیتیں، تکلیفیں پہنچاتے رہے انتہاء یہ ہے کہ وہ حضور کو ہجرت بھی کرنی پڑی جو لوگ بالکل ابتداء میں اسلام رائج حضرت بلال حبشی، حضرت ابوذر غفاری، بڑے بڑے لوگ انہوں نے کیسی کیسی تکلیفیں اٹھائیں اور بالآخر ہوا یہی کہ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے جو علم نوع انسانی کو عطا تھا اس علم کو انہوں نے تسلیم کرنا پڑا اور انہوں نے کہا صاحب لاالہ اللہ محمد رسول اللہ... کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے رسول اور بندے ہیں۔

تو اس نقطے پر آپ جب غور کریں گے تو یہاں اسی بات آپ کی سمجھ میں آئے گی کہ جب رسول اللہ ﷺ نے توحید کا اعلان فرمایا تو دراصل ان بت پرستوں کو اس علم سے آشنا کیا جو علم اللہ کی توحید سے ہے۔اور جب وہ علم انہیں حاصل ہو گیا۔وہ سارے مسلمان ہو گئے۔جب تک وہ علم حضور ﷺ کا پھیلایا گیا اور تمام انبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کا پھیلایا ہوا علم مسلمانوں کے اندر منتقل ہوتا رہا مسلمان اس علم پر یقین کرتے رہے تو مسلمان کو عروج ہوتا رہا مسلمان ترقی کرتے رہے ساری دنیا پر چھا گئے اور جیسے جیسے یہ علم مغلوب ہوا لوگوں کے ذہنوں میں شکوک و شبہات آ گئے۔لوگوں نے اسلام کا نام ہی تفرقہ رکھ لیا۔اب تو صورت حال یہ ہے اب آپ سے بھی پوچھیں آپ کون ہیں؟تو آپ یہ نہیں کہتے ہم مسلمان ہیں آپ کہے گے ہم دیوبندی ہیں،ایک کہے گے ہم بریلوی ہیں،دوسرے کہے گے ہم وہابی ہیں، تیسرے کہے گے شعیہ، چوتھے ہم اہل حدیث ہیں،اور پانچویں کہے گے ہم غیر مقلد ہیں۔

اب اسلام کی جو پہچان ہے وہ یہ نہیں ہے کہ ہے بربلا کہے ہم مسلمان ہے۔دیوبندی بریلوی ہونے والے کو کیا کہتے ہیں کتنے تفرقے ہیں پہچان جو ہے وہ ہمارا تفرقہ بن گیا اسلام ہمارا پہچان ہماری نہیں رہی۔اور انتہاء یہ ہے میں بیٹھا ہوا یہاں سنتا ہوں مجھے بڑی حیرانی ہوتی ہے اگر دیوبندی صاحب بریلوی صاحب کی مسجد میں چلے جائیں تو وہ مسجد ہی دھلوا دیتے ہیں۔بریلوی صاحب دیوبندی صاحب کی مسجد میں چلے جائیں تو وہ بھی دھلوا دیتے ہیں۔ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے کہ نماز ہی نہیں ہوتی۔اب آپ یہ دیکھئے کتنا علم کی کمی ہے۔ حضور پاک ﷺ نے فرمادیا کہ کافر کو کافر نہ کہو۔حضور پاک ﷺ کے جو مذاہب ہیں۔ان کے علماء کو برا نہ کہو اگر تم ان کے علماء کو برا کہو گے تو وہ تمہارے علماء کو برا کہے گے۔جس آدمی کو تم کافر کہے رہے ہو سکتا ہے وہ اس وقت مسلمان ہو چکا ہو جب آپ کے علم میں تھا کافر تھا اب آپ نے کہا تو بڑا کافر ہے ہو سکتا یہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ نے اسے روشنی دیکھادی ہو وہ مسلمان ہو گیا۔

تو آپ ایک مسلمان کو کافر کہے رہے ہیں۔ہمارے یہاں یہ صورت حال ہے کہ صاحب وہ ایک دوسرے کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے کلمہ طیبہ لا اللہ... کلمہ شہادت بھی وہی ہے اشھدن لا اللہ... آذان بھی وہی ہے، نماز بھی وہی ہے،اوصاف بھی پانچ ہی ہیں، نفلیں بھی وہی ہے، نماز میں سمع اللہ...ربنا...الحمد شریف... قل واللہ شریف... سبحان اللہ ربی یا اعلیٰ... سبحان اللہ ربی العظیم ... بھی وہی ہے۔اب اس کا مطلب یہ کہ ایک کلمہ وہ ہے دوسرا کلمہ وہ ہو وہ کافر کہلایا جاتا ہے۔اب کوئی سند نہیں ہے۔نہ کسی دیوبندی صاحب کے پاس ہے وہ جنتی

www.ksars.org

ہیں، نہ کسی بریلوی صاحب کو پتا ہے وہ جنتی ہے یہ تو بھئی اندھا کھاتا ہے یہ تو اللہ کو پتا ہے کون جنتی ہے۔ لیکن پہلا فرمان یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ فرماتے ہیں کہ کافر کو کافر نہ کہو یہاں یہ مسلمان کو ہم کافر کہے گے تو اب اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ جو علم ہمیں توحید کا جو ہمیں علم ملا تھا۔

توحید کا جو طرز تھا کہ مسلمان ایک قوم بن کر متحد ہو کر ایک دیوار کی طرح ہو جائے وہ علم ہمارے اندھیرے، دھیرے، دھیرے دندھلا ہوتا چلا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا... کہ اللہ کی رسی کو متحد ہو کر مضبوطی کے ساتھ پکڑ لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو...آپس ہیں تفرقہ نہ ڈالو اب حال یہ ہے کہ مسلمان کی علامت بھی یہ ہے تفرقے کے علاوہ مسلمان کی کوئی پہچان ہی نہیں ہے۔ میرے پاس وہاں لندن میں ایک صاحب آئے انگریز مجھ سے ملنے، وہ بڑا مجھ پر طنز کیا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا انہوں نے کہا میں مسلمان ہونا چاہتا ہوں آپ بتائے مجھے کون سا مسلمان کریں گے؟ دیوبندی مسلمان کریں گے؟ بریلوی مسلمان کریں گے؟ شیعہ کریں گے یا سُنی کریں گے؟ آپ مجھے کون سا مسلمان کریں گے؟ تو میرے پاس کوئی جواب نہیں تو یہ جو ہمارے اندر برائی پیدا ہوئی ہے یہ اصل میں توحید نہیں ہے، توحید کا مطلب کیا ہے توحید کا مطلب ایک اللہ، ایک قرآن، ایک رسول، ایک قوم، ایک جماعت، ایک امت مسلمہ، اور توحید کیسے کہتے ہیں۔

توحید کا مطلب یہ تو نہیں ہے آپ ایک اللہ کو مان کر مسلمانوں میں دس شاخیں بنا دیں توحید کا مطلب یہ بالکل ہرگز نہیں ہے اللہ کے ایک رسول کو آپ مانے اور اس رسول کی امت کا جب تذکرہ ہو تو پتا چلے کہ وہاں پچاس تفرقے بنے ہوئے ہوں توحید کا مطلب یہ ہے کہ ایک بڑے فارم پر توحید کے پلیٹ فارم پر جو قرآن کہے رہا ہے جو اللہ کا رسول کہے رہا ہے۔ جو حدیث کہے رہی ہے اس کے مطابق ایک پلٹ فارم پر مسلمان ٹھہر جائے قائم ہو جائے اور توحید کے علاوہ اگر آپ غور کریں تو اسلام میں کچھ ہے بھی نہیں۔ آپ ابھی ماشااللہ ہم نے باجماعت نماز پڑی امام صاحب نے ایک دفعہ اللہ واکبر کہا جتنے بھی فرقے تھے ہزار لاکھ انہوں نے ہاتھ اٹھالیا اللہ واکبر کر کے نیت باندھ لی انہوں نے اللہ واکبر کہا جتنے بھی فرقے تھے رکوع میں چلے گئے۔ سمع اللہ لمن حمدا کہا تو کھڑے ہو گئے۔ آپ دیکھیے نماز دیکھیے آذان دیکھیے اس میں وحدت کے علاوہ کوئی چیز آپ میں ملتی ہے۔

ایسی صورت سے روزہ ہے آپ کا تو صاحب اگر ایک کروڑ تیس لاکھ کی آبادی ہے تو جناب صبح فجر کی آذان ہوئی ہر مسلمان نے حلال چیز اپنے اوپر بلاک کی۔ گرمی ہو، سردی ہو، پریشانی ہو، آدمی بھوکا ہے کچھ نہیں کھا رہا ہے کچھ نہیں پی رہا ہے کئی مرتبہ تو گلا حلق اتنا چیخ نے لگتا ہے کہ کلیاں کرنی پڑھتی ہیں لیکن پانی حلق میں اندر نہیں جانے دیتا وہ اور جب افطار کا وقت ہوتا ہے آذان ہوتی ہے تو سب کیسے خوشی خوشی افطار کر لیتے ہیں سب بیٹھ کر کھاتے ہیں کیا یہ توحید نہیں ہے۔ حج کا آپ دیکھ لیجئے ایک وقت میں بائیس لاکھ آدمی بھئی ایک وقت ایک ہی کام ہوتا ہے یعنی جو بھی کام ہو رہا ہے ایک وقت میں ہو رہا ہے۔ ایک چین ہے وہ چل رہی ہے۔ اب بائیس لاکھ آدمی ایک ہی بات کہے رہے ہیں اللہ واکبر، اللہ واکبر، لاالہ اللہ... اللہ واکبر اللہ واکبر گونج ہے اللہ کے نام کی اور جب بائیس لاکھ آدمی الگ الگ ہوتے ہیں وہ پھر تفرقوں میں بٹ جاتے ہیں تو حج کا مطلب ہی یہ ہے کہ سال کے سال امت مسلمہ کو اس بات کی پریکٹس حاصل ہو کہ امت مسلمہ جو ہے ایک دیوار ہے اور اسلام کے جتنے بھی لوگ آئے وہ سب اس دیوار کی اینٹ ہے۔

www.ksars.org

ایک دیوار ہے اس پر کوئی آدمی نہیں چڑھ نہیں سکتا کوئی نہیں ہلا سکتا آپ غور فرمائے کہ مسلمان ایک ارب ہے اگر ایک ارب آدمی جو توحید کا منشاء ہے اللہ ایک ہے اللہ کا رسول ایک ہے۔ قرآن ایک ہے اسلام ایک ہے نماز ایک ہے۔ نماز کا مطلب یہ ہے کہ نماز سب پر فرض ہے ایک ہی نماز ہے آپ اس کو چھوڑ دو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اگر ایک ارب آدمی ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو جائے تو کیا مسلمان کسی کا غلام ہو سکتا ہے کیا مسلمان کی قوم کو مغلوب کر سکتا ہے۔ یہ نماز جو ہے میں کبھی کبھی غور کرتا ہوں یہ جو پانچ وقت کی نماز جو ہے یہ پریڈ ہے یہ دراصل پریڈ ہے جیسے روزانہ فوج میں جو پریڈ کرائی جاتی ہے نا انہوں نے کہا اٹینشن وہ سارے جناب اٹینشن ہو گئے سارے ہو جائے، تو اب نماز میں اس میں کیا فرق ہے۔ اس کا مطلب ہے مسلمان کو حضور پاک ﷺ نے ایسا پروگرام عطا کیا ایسا علم عطا کیا کہ اس علم کے سوائے توحید کچھ نہیں ہے۔

سوائے وحدیت کے کچھ نہیں ہے اور جب تک مسلمانوں میں یہ وحدیت تھی، مسلمان ترقی کرتا چلا جاتا ہے بتایئے کہاں چین وہاں بھی مسلمانوں کی حکومت ہے۔ پورے یورپ میں آپ کہیں بھی چلے جائے وہاں بھی مسلمانوں کی حکومت ہے اب صورت حال یہ ہے کہ جن لوگوں پر آپ حکومت کرتے تھے اب وہ ہمارے آقا ہیں ہم ان کے غلام ہیں تو اب تو محرومی کی انتہاء ہو گئی میں سمجھتا ہوں بد نصیبی کی انتہاء ہو گئی۔ کہ علم بھی ہمیں وہی سے سیکھنا پڑھتا ہے وہی سے مانگنا پڑھتا ہے یہ جو کچھ علوم ہیں وہ ہمارے بزرگ کے اٹھا کے دیکھیں کتاب میں انہوں نے عربی سے اسے انگریزی میں کر دیا۔ فرانسیسی میں کر دیا اور اپنا علم بنا کر وہ وہاں سے بھیج رہے ہیں آپ پڑھیں اور اپنے علم کی طرف آپ کو دھیان نہیں ہے آپ انگریزی بڑے شوق سے پڑھیں گے اپنے بچوں کو اعلیٰ سے اعلیٰ داخلے کرائیں گے اور جب قرآن کا ذکر آئے گا تو قرآن یہ کہ ٹھیک ہے جی پڑھ لو وجی کس لئے پڑھیں گے کہ ثواب پہنچا دوں، وہ کس لئے پڑھیں گے کہ نوکری نہیں مل رہی آیت الکرسی پڑھ لو، بھئی کیا ہے بھئی بہت بری حالت ہے بڑے پریشان حال ہوں نماز پڑھا کرو ٹھیک ہو جاگے، بھئی وہ گھر میں چوری کا خطرہ ہو رہا ہے تو انہوں نے کہا آیت الکرسی پڑھ کر سوئے کرو چور نہیں آئے گا۔

بلاشبہ قرآن میں یہ انوار ہے قرآن میں یہ طاقت ہے۔ قرآن کا یہ وصف ہے کہ وہ نوعِ انسانی کی حفاظت کرتا ہے لیکن اس سے کوئی قرآن کا منشاء تو پورا نہیں کیا، قرآن کا منشاء یہ ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے قرآن میں سر سائنسی فارمولا محفوظ کر دیا۔ میرا اپنا یہ خیال ہے میں نے یورپ میں بھی اپنی تقریروں میں بتایا کہ یہ جتنی بھی سائنسی ایجادات ہو رہی ہیں اس وقت تک ہوئی ہیں سب قرآن سے مطابق ہے ہر ترقی کے پیچھے قرآن کی آیت آپ کو مل جائے گی۔ مثلاً اب اس وقت سائنس کی سب سے بڑی ترقی ہے سب سے بڑی ترقی سب سے بڑا جو علم ہے وہ یہ ہے کہ کسی بھی طرح ٹائم کو وقت کو مختصر کرنا ہے۔ اب وہ ٹائم کو مختصر کرنے کا فارمولا یہ ہے کہ رفتار بڑھادے۔ جتنی زیادہ رفتار بڑھادی جاتی ہے اسی حساب سے ٹائم کی ترقی جو ہے وہ زیادہ ہو جاتی ہے۔ اب دیکھے نہ پہلے آپ بیل گاڑیوں میں چلتے تھے۔

پھر وہ ریل گاڑی آئی کاریں آئیں پھر ہوائی جہاز آئے پھر وہ پھر جیٹ جہاز آگئے وہ آواز کی رفتار سے چلتا ہے اب وہ اسپیس شپ بنا رہے ہیں تو وہ ترقی کا درومدار اس بات میں ہے کہ ایک وقت کو کم سے کم اس طرح کر دیا جائے اور تھوڑے سے وقت میں زیادہ سے زیادہ فاصلہ جس طرح طے کرنا ہے یہ ایک سائنسی ترقی کا اصول ہے اس میں اب آپ قرآن پاک میں حضرت سلیمان کا قصہ پڑھیں حضرت سلیمان علیہ السلام بیٹھے ہوئے ہیں... عربی آیت... وہاں ایک جب بیٹھا ہوا تھا اس نے کہا کہ اس پہلے آپ اپنا دربار برخواست کریں میں لے ؤں گا

www.ksars.org

وہاں انسان بھی تھا دربار میں حضرت سلیمان کے دربار میں جنات کی بھی ہوتے تھے یہ وہ سب اللہ تعالیٰ نے ان کو اسی سلطنت دی تھی وہ سب پرندوں کی چرندوں کی درختوں کی سب کی زبانیں بھی سمجھتے تھے وہاں انسان بھی بیٹھا ہوا ہے انہوں نے کہا صاحب پہلے آپ کی پلک جھپکے میں تخت لے آوگا۔

سینکڑوں میل کا فاصلہ ہے کوئی اٹھارہ سو میل کہتا ہے کوئی بائیسوں سو میل کہتا ہے بار حال سینکڑوں میل کا فاصلہ ہے تو اب حضرت سلیمان علیہ السلام نے ابھی کہا بھی نہیں ہاں بھی لاؤں پلک جھپکے گی دیکھا تو تخت رکھا ہوا ہے۔دربار میں سناٹا یہ کیا ہوا تخت یہاں کیسے موجود اس بندے نے کہا اس میں کوئی پریشان ہونے کی بات نہیں ہے کوئی حیرت کی بات نہیں ہے قالوالذی...کہ مجھے اللہ تعالیٰ نے کتاب کا علم عطا کیا قرآن کا علم عطا کیا اس سے یہ تخت آیا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ وقت کی نفی کا فارمولا قرآن میں موجود ہے۔اب دیکھئے سائنس میں اتنی ترقی ہوئی نہیں ہے آپ پلک جھپکے سینکڑوں میل سے تخت لے آئے۔ان لوگوں نے یقیناً انگریزی میں بھی قرآن موجود ہے۔پھر یہ انگریز ایسے ایسے عربی دان ہیں کہ عرب لوگ حیران ہو جاتے ہیں اتنی اچھی ان کی عربی ہے مسلسل لگے ہوئے ہیں سائنٹسٹ اب انہوں نے اس آیت کو ظاہر کیا پڑھنے کے بعد اس پر غور کیا یہ کیسے ممکن ہے کہ سینکڑوں میل سے پلک جھپک سے تخت آجائے اس پر اللہ تعالیٰ نے کیا بیان کیا؟

اس پر جناب ریسرچ کرنا شروع کر دی اور نتیجے میں آہستہ آہستہ وقت کم کرتے کرتے یہاں تک پہنچ گئے کہ انہوں نے آواز سے تیز رفتار سواری بنالی اور اس میں ڈھائی سو تین سو آدمی بیٹھتے ہیں جتنی میری آواز ہے نا اس بھی زیادہ تیز رفتار ہوتی ہے۔قرآن یں یہ فارمولا موجود ہے آپ یہ کہتے ہیں کہ صاحب زمین میں سے تیل نکال دیا۔آپ قرآن پڑھیں اللہ تعالیٰ نے جہاں زمین کے طبقات کا ذکر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے تمہارے لیئے زمین کے اندر نہریں چلادی ہیں۔پانی کی نہریں چلادیں گیس کی نہریں چلادیں۔دودھ کی نہریں چلادیں۔انہوں نے یہ کہا کہ بھی جب یہ پانی جو اللہ تعالیٰ کہے رہے ہیں وہ دیکھنا چاہئے نا،وہی جو گیس بھی نکل گئی،پٹرول بھی نکل گیا،پانی تو پہلے سے ہی نکل پھر اب آپ کا یہ ڈیفریزر ہے جس میں آج کل وہ ہمارے ایک صاحب تھے وہ کہنے لگے جب بقرا عید ہوتی ہے ہم دو تین ہفتے تک تو بقرا عید کا گوشت ہی کھاتے رہتے ہیں۔

آپ یہ کہے بانٹتے تو ہے نہیں اپنے بکرے کا،پورے پورے بکرے ڈیفریزر میں رکھ لیتے ہیں ایک دو مہینے تک کھاتے رہتے ہیں۔اب آپ دیکھئے وہ حضرت عزیر علیہ السلام کا قصہ قرآن میں پڑھا ہے گئے سو گئے کھانا جناب ان کا رکھا ہوا تھا گدھا ان کے پاس تھا آپ نے قرآن شریف میں پڑھا ہو گا اب وہ اٹھے تو پتا چلا کہ گدھا مرا ہوا پڑا ہے اور اس کی جو ہڈیاں ہیں وہ بھی رکھ ہو گئیں اور کھانا کھولا تو کھانا اسی طرح رکھا ہوا ہے اب وہ حیران ہوئے،اللہ تعالیٰ کہتے ہیں تم سو سال یا سو سال سے زیادہ سوتے رہے ہو دیکھو تمہارا کھانا خراب نہیں ہوا اللہ نے فارمولا بیان کیا آپ تلاش تو کریں۔حضرت سلیمان کے قصے میں جانوروں کی بولیاں انہوں نے بہت ساری پرندے لئے حضرت سلیمان کو علم تھا جانور کی بولیاں ان کو سمجھ میں آتی تھی۔آپ قرآن پاک میں غور کریں گے تو یہ جتنی بھی سائنسی ترقی ہے مثال کے طور پر اب اللہ تعالیٰ کہتے ہیں یہ تمہارے سارے سمندر روشنائی بن جائیں یہ سب آپ کی سنی ہوئی باتیں ہیں سارے قلم درخت بن جائیں اب ایک اگر برگد کا درخت ہو تو اس میں میرا خیال ہے دو تین لاکھ تو قلم بن جائیں گے کیوں بھئی نہیں بن جائیں گے؟

www.ksars.org

اب وہ کہتے ہیں سارے درخت زمین پر ہیں وہ سارے کے سارے قلم بنالیں سمندر کو روشنائی بنالیں اور اللہ کی باتیں اور اللہ کی نشانیوں پر غور کر کے لکھتے چلیں جائے تو سمندر بھی ختم ہو جائیں گے درخت بھی ختم ہو جائے گے قلم بھی ختم ہو جائیں گے اللہ کی باتیں باقی رہ جائیں گی۔ اب کمپیوٹر دیکھ لیں مائکرو فلم دیکھ لیں آپ میں ایک لائبریری میں گیا تھا ہمدرد دواخانے میں میری بہت خدمت ہوئی تو وہاں یہ پورے پورے اخبار مائکرو فلم پر آرہے تھے اتنی سی جگہ جو ایک انچ ہے نہ اس کا آدھا حصہ آدھے حصے میں وہ دو صفحے پورے اخبار کے آجاتے ہیں۔ اچھا اب اللہ تعالیٰ کا نظام آوازوں کا نظام آوازوں کے نظام پر آپ غور کریں تو آپ یہ دیکھئے حضرت ان کا آپ نے حضرت عمر فاروقؓ کا کے خطبہ دے رہے تھے دوران خطبے کمانڈر کو حکم دیا۔۔ تو ہزاروں میل پر فوجیں کھڑی تھیں تو وہاں انہوں نے آواز سنی لوگوں نے کہ یہ تو امیر المومنین کی آواز ہے یہ... یہ پہاڑ کی طرف متوجہ ہو جاؤ دیکھو وہاں کیا ہو رہا ہے، اب انہوں نے وہ سپاہی بھیجے پہاڑی پر تو وہاں دشمن شبخون مارنے کے لئے چڑھا ہوا تھا۔

تو اگر یہ ٹیلیفون کے ذریعے آواز پہنچ جاتی آپ کی یہاں سے امریکہ تو حضرت عمر نے تو بغیر ٹیلیفون کے ہزار میل پہنچا دی آواز کوئی ترقی ایسی نہیں ہے جو مسلمانوں کے احاطہ سے باہر ہو اور جو ترقی آپ کو قرآن سے نہ ملتی ہو لیکن بات وہی ہے ہم علم سے بھی بہرا ہو رہے ہو تو علم کو ہم بالکل ایک گھٹیا قسم کی چیز سمجھ لیا ہے۔ آپ یہ بتائیں کہ جتنی سائنسی ترقی ہوئی ہے جتنے سائنٹسٹ ہیں آپ انہیں جاہل کہے گے یا عالم کہے گے کیا کہے گے بھئی؟ عالم ہی کہے گے نا، تو ان کے پاس تو قرآن بھی نہیں ہے ان کے پاس تو رسول بھی نہیں ہے ان کے پاس تو بقول آپ کے اللہ بھی نہیں ہے۔ لیکن ان کے پاس علم ہے اب یہ اللہ کا قانون ہے اب دیکھئے نا پانی ہے اب پانی سے کافر چاہے وہ بھی ہے بھی کھانا پکائے گا، مشرک چاہے وہ بھی پانی سے پکائے گا یہ اس کو جی چاہے کھانا پکا کر دے گا پانی مسلمان ہے وہ وہ بھی کھانا پکائے گا۔

کہ اللہ رب المسلمین نہیں ہے اللہ رب العالمین ہے۔ پانی کا جو وصف ہے وہ مسلمانوں کے لئے نہیں ہے وہ کن پوری مخلوق کے لئے ہے۔ مثلاً جس طرح ایک انسان کی پیاس بجھتی ہے اسی طرح ایک شیر کی بھی پیاس بجھتی ہے، ایک یہودی کی پیاس بھی بجھتی ہے، ایک عیسائی کی بھی پیاس بجھتی ہے یہ ایک اللہ کا ایک نظام ہے اسی طرح ایک اللہ کا علم پھیلا ہوا ہے اب اس علم سے جو بھی آدمی استفادہ کریں جو بھی تفکر کرے اس کو فائدہ پہنچے گا انا اللہ... لایغیر... اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب کوئی قوم اپنی تبدیلی نہیں چاہتی تو ہم بھی اس کے اندر تبدیلی پیدا نہیں کرتے۔ مسلمان اسی میں خوش ہیں کہ ہم بھی دیوبندی ہیں، ہم بریلوی ہیں، ہم وہابی ہیں ہم فلاں ہیں، ہم فلاں ہیں اور ان تفرقے بازیوں سے ہمارا جو ورثہ ہے ہمارے جو باپ دادا کا ورثہ ہے علم، علم سیکھنا علم میں تفکر کرنا، کھوج لگانا سائنسی ایجادات کرنا، ہمارے بڑوں نے ایجادات جہاز ہمارے بڑوں نے بنایا گھڑی ہمارے بڑوں نے بنائی، یہ زمین کی جو پیمائش ہے یہ ہمارے بڑوں کی دی ہوئی ہے۔

یہ سارا علم ہمارے بڑوں کا ہے۔ یہ جو سمندر کے جہاز چلتے ہیں اور یہ جو تمام ستاروں سے روشنیوں کا تعین، یہ سب راستے کا تعین ہمارے مسلمانوں نے کیا ہے۔ ہمارے پاس کیا ہے سوائے لڑائی کے، سوائے جھگڑے کے، سوائے فساد کے، سوائے نفرت کے ہمارے پاس کچھ نہیں ہے اور اس کی وجہ یہ ہے ہم علم سے دور ہو گئے ہیں علم سے بے بہرا ہو گئے ہیں اور جب تک ہم علم کو نہیں سیکھیں گے علم حاصل نہیں کریں اب تک جو ہمارے حالت خراب ہو چکی ہے اس سے زیادہ خراب ہو جائے گی، مسلمان کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ عالم ہوتا

www.ksars.org

ہے۔ مسلمان کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ محقق ہوتا ہے، مسلمان کا مطلب یہ ہے کہ وہ سائنسدان ہوتا ہے۔ وہ اللہ کی نشانیوں پہ غور و فکر کرتا ہے کھوج لگاتا ہے۔ ہمارے یہاں صورت حال یہ ہے کہ ہم اپنے کلمہ گو بھائی کو کافر کہے گے تو وہ ہمیں کافر کہے گا۔ تو جب آپ کائناتی سسٹم پر غور کرے گے تو وہاں آپ کو سوائے علم کے کچھ بھی مثلاً آپ سورج کو جانتے ہیں کہ اس میں سے دھوپ نکلتی ہے طلوع ہوتا ہے غروب ہوتا ہے اس کو آپ علم کے علاوہ کوئی نام دے سکتے ہیں۔

آپ چاند کو جانتے ہیں چاند کو جاننا علم کے بغیر کچھ ہے آپ آسمان دیکھتے ہیں روزانہ وہاں قندلیں روشن ہوتی ہیں دنیا کی ستارے آپ اس کو علم کے بغیر کیا کہے سکتے ہیں۔ آپ اپنے بارے میں جانتے ہیں میں زید ہوں، میں محمود ہوں۔ اگر آپ کے اندر علم نہ ہو تو کیا آپ اپنے آپ کو، اپنے باپ کو، اپنی ماں کو، اپنی بہن کو اپنے بھائی کو، اپنے رشتہ دار کو پہچان سکتے ہیں...؟ جب آپ کائناتی سسٹم پر غور کریں گے تو وہاں آپ اس علم کے علاوہ کچھ نہیں یہ بھی ایک علم ہے کہ واحد ذات اللہ خالق ہے اور تمام انسان یہ بھی ایک علم ہے۔ ایک پاگل آدمی کو یہ پتا نہیں ہوتا کہ وہ انسان ہے یا مخلوق ہے یا جانور ہے یا کیا ہے۔ اسے علم ہے ہی نہیں تو اس کا مطلب یہ ہوا اگر کسی قوم میں علم نہیں ہے تو وہ قوم پاگل کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ جو قوم علم نہیں سیکھتی وہ مجبور ہوتی ہے، وہ پاگل ہوتی ہے اور رندئے درگاہ ہوتی ہے وہ رجیکٹیڈ ہوتی ہیں آپ دیکھیں اب سے آپ تیرا سو سال پہلے مسلمان دیکھ لیں اب دیکھ لیں آپ ایسا لگ رہا ہے جیسے بھیڑ بکریاں نہیں ہوتی۔

بھیڑ بکریاں جس نے دام لگائے لے گیا کوئی خرید کے۔ جس کے پاس طاقت ہوئی مارکیٹ سے اس نے جو چاہے کام نکلوا لیا کہنے کو تو آپ مسلمان ہیں لیکن عمل کیسے مسلمان ہیں، یہ سب کو پتا ہے اور یہ جو اسلام کی کمزوری ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم نے قرآن سے رجوع کرنا چھوڑ دیا ہے، قرآن سے علم حاصل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ اگر آج بھی قرآن کو ہم پڑھیں۔ پڑھنے کے ساتھ ساتھ اس کے اندر اللہ تعالی کے ارشاد کے مطابق تفکر کریں، اللہ کی نشانیوں کو ڈھونڈیں ان فی ذالک...اللہ تعالی کہتے ہیں یہ جو کائنات میں نشانیاں بکھری ہوئی ہیں یہ ان لوگوں کے لئے ہیں جو غور فکر کرتے ہیں، جو عقل سے کام لیتے ہیں جو علم کو استعمال کرتے ہیں، اور جب علم استعمال نہیں ہوگا ویسے بھی ایک آدمی پڑھا لکھا ہے بی اے، ایم اے ہے سو آدمی انگوٹھا چھاپ ہیں۔ اہمیت کس کی زیادہ ہوگی بھئی...ایک آدمی کی ایک آدمی بھی آپ ہی میں سے ہے آپ ہی بھائی بندوں میں سے ہے۔

آپ ہی کا رشتہ دار ہے وہ پڑھا لکھا ہے اور آپ پڑھے لکھے نہیں ہیں تو وہ ایک آدمی کی اہمیت سو آدمیوں سے زیادہ ہے تو اسی صورت سے جب ایک قوم دوسری قوم کے سامنے آتی ہے تو ایک قوم کا دوسری قوم سے موازنہ ہوتا ہے۔ یہ سائنس کی جتنی بھی ترقی ہے ایجادات ہیں اس کو ہم علم کے علاوہ کوئی نام نہیں دے سکتے۔ ہمارے پاس اللہ کی دی ہوئی کتاب ہے قرآن ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا لا یغدرو...کہ چھوٹی سے چھوٹی بڑی سے بڑی کوئی بھی بات ایسی نہیں ہے اللہ تعالیٰ اعلان کرتے ہیں چھوٹی سے چھوٹی بڑی سے بڑی کوئی بھی بات ایسی نہیں ہے جو ہم نے قرآن پاک میں واضاحت کے ساتھ بیان نہ کردی ہو چھوٹی سے چھوٹی بات میں ساری چیزیں آگئیں میز بھی آگئی، سوئی بھی آگئی، بم بھی آگیا۔ اچھا اب آپ دیکھیں سائنس کی ترقی ہیں ایک چیز آپ کو مشترک نظر آئے گی کسی بھی اب تو بہت بہت ترقی ہوگئی کہ پلاسٹک آگیا کچھ بھی آگیا لیکن لوہے کی اہمیت اپنی جگہ ہے ہر سائنس کی ترقی میں آپکو لوہا ضرور ہی نظر آئے گا مثلاً اب پلاسٹک سے کوئی چیز بن رہی ہے اس میں لوہا نہیں ہے تو وہ اس مشین جس مشین سے بن رہی ہے وہ لوہے کی ہوگی۔

www.ksars.org

اخبار چھپ رہے ہیں اخبار یوں تو کوئی لوہے کا عمل داخل نہیں ہے لیکن اخبار جس مشین سے چھپ رہا ہے وہ لوہے کی ہے۔ ریل کی پٹری، ہوائی جہاز، سمتی نظام، تار، تار برقی نظام کوئی چیز ترقی کی ایسی نہیں ہے جس کے بارے میں آپ کہے جی لوہے کا اس میں کوئی داخل نہیں ہے۔ ثابت ہوا کہ لوہا ایک ایسی دھات ہے کہ اگر اس لوہے کے بارے میں ریسرچ ہو جائے اور اس لوہے کو استعمال کرنا آجائے تو اس سے بے شمار چیزیں بنتی ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لاحوانزلنا... ہم نے لوہا نازل کیالحوانزلنا... ہم نے لوہانازل کیا... لوہے کو کہتے ہیں کہ ہم نے لوہانازل کیا... فی ھا... اور اس لوہے کے اندر اتنے فوائد ہیں اتنی طاقت ہے اتنے اوصاف ہیں کہ اس کا شمار نہیں اور یہ جتنے بھی اس کے اندر فائدہ ہے جتنی بھی اس کے اندر طاقت ہے لوے کی جتنے بھی صفات ہیں۔۔۔ یہ ہم نے لوگوں کے فائدے کے لئے اس کو پیدا کیا ہے۔

قرآن آپ کا ہے، تو ظاہر ہے قرآن شریف کی آیت بھی آپ کے لئے ہوئی مسلمان تو کبھی غور ہی نہیں کیا اللہ کی طرف غیر مسلموں نے اس آیت کو پڑھا کے کیا کہا کہ یہ کیا کہے رہے ہیں اللہ میاں کہ صاحب لوہا ایسی چیز ہے جس میں انسانوں کے لئے ہر طرح کا فائدہ ہے ہیں یا نہیں اب انہوں نے جناب اس کو ریسرچ کیا اب آپ دیکھیں ایٹم بم بھی لوہے کے بغیر نہیں بنتا، ہائیڈروجن بم بھی لوہے کے بغیر نہیں بنتا، سائیکل بھی لوہے کے بغیر نہیں بنتی، آپ کی چھتیں بھی لوہے کے بغیر نہیں بنتی، اب یہاں آپ کے پتھر ماشاءاللہ خوبصورت لگا ہوا ہے لوہے کی مشین کے بغیر یہ ٹکتا نہیں ہے قرآن کی آیت پر ہمیں غور کرنا چاہئے تھا، ہمیں اس کو پڑھنا چاہئے تھا، اس کے اندر ہمیں تفکر کرنا چاہئے، کہ اللہ تعالیٰ کیا فرما رہے ہیں... بیشک ہم نے لوہانازل کیا اور یہ بات اس کے اندر بے شمار فائدے رکھ دئے اچھے بھی برے بھی تکلیف بھی طاقت بھی ہر چیز اس کے اندر رکھ دی ہے اور یہ کیوں رکھی ہے تاکہ انسان اس سے فائدہ اٹھائے ہم نے تو اس آیت طرح پڑھا ہی نہیں بس پڑھ کر اس طرح گناہ کیا کہ ثواب ملے گا ثواب کیا چیز ہوتی ہے ثواب کا مطلب ہے کسی چیز کا حاصل ہونا اب اگر آپ اس آیت پر غور کرتے ہیں اور سائنسی ایجات کر لیتے مسلمان، جیسے دوسروں نے کر لی ہے یہ ثواب ہے۔

حاصل ہوا اللہ تعالیٰ کے فرمان سے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے لوہانازل کیا اس میں بے شمار فائدے رکھ دیئے انسانوں کے لئے کیا اللہ تعالیٰ آپ کو کہانیاں سنا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ قصے سناتے ہیں اللہ تعالیٰ ناعوذ باللہ خوامخواہ خالی بیٹھے ہوئے باتیں کر رہے ہیں کوئی کام ہی نہیں ہے اللہ کو، کیا مطلب ہے اس کا اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان اس کی طرف متوجہ ہو غور کرے لاحوالزلنا... کہ ہم نے لوہانازل کیا اس میں بے شمار طاقت ہم نے دی اگر آپ اس سے ایٹم بم بنالیں تو دنیا کو تباہ برباد کر دے گا۔ اگر آپ اس کو بجلی کے تاروں میں ڈال دیں تو سارے شہروں کو روشن کر دے گا۔ اگر آپ اس کا توا بنالیں جو دنیا بھر کو روٹی پکا کر کھلا دے گا اگر آپ اس کی دیگ بنایں تو لنگر جاری کر دے گا۔ یعنی جس طرح بھی کریں چاہے آپ نفع میں استعمال کریں چاہے اسکو آپ نقصان میں استعمال کریں ہم نے اس کے اندر طاقت رکھ دی ہے لیکن مسلمانوں نے اسکو ہزاروں دفعہ ہی پڑھا ہو گا غور و فکر کبھی نہیں کیا جن لوگوں نے غور و فکر کیا تو غور و فکر کا مطلب کیا ہے بھئی وہ بھی علم کے بغیر کچھ نہیں بھئی آپنے ایک آیت پر غور و فکر کیا اب اس غور و فکر کے نتیجے ہیں جو مفہوم آپ کے ذہن میں آیا یہ جو لوہے کی صلاحیتوں کا انکشاف ہوا آپ کے اوپر وہ علم ہے۔

www.ksars.org

سائنٹسٹ کسی چیز کے بارے میں غور کرتا ہے، تفکر کرتا ہے،اس تفکر کے نتیجے میں اس کے ذہن میں بہت ساری چیزیں سمجھ میں آتی ہیں۔اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہیں وہ ان چیزوں کو پکڑ کر کبھی ٹیلیفون بنالیتا ہے، کبھی ٹی وی بنالیتا ہے، کبھی کمپیوٹر بنالیتا ہے کیا سائنٹسٹ کے دماغ میں سونے کے تار لگے ہوئے ہیں تو کیا سائنٹسٹ جو ہیں وہ روٹی کے بجائے ہوا کھا رہا ہے۔وہ بھی یہی روٹی کھاتا ہے وہ بھی آلو کھاتا ہے ہم بھی آلو کھاتے ہیں وہ بھی گوشت کھاتا ہے ہم بھی گوشت کھاتے ہیں اس کی شکل صورت بھی وہی ہے جس طرح ہماری ہے جس طرح وہ پیدا ہوتا ہے اس طرح ہم بھی پیدا ہوتے ہیں۔جس طرح وہ بوڑھا ہوتا ہے ہم بھی بوڑھے ہوتے ہیں۔جس طرح وہ مرتا ہے ہم بھی مر جاتے ہیں۔کیا فرق ہے اس میں اور ہمارے میں بتائیں بھئی کیا فرق ہے۔علم حاصل کرنے کا فرق ہے۔تفکر کرنے کا فرق ہے۔ایک سائنٹسٹ تفکر کرتا ہے تو سب کچھ مل جاتا ہے اور ایک مسلمان تفکر نہیں کرتا تو وہ محروم ہو جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ پھر میں آپ سے عرض کروں گا اللہ تعالیٰ رب المسلمین نہیں ہے اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے۔اللہ تعالیٰ کی جتنی بھی چیزیں ہو، تمام مخلوق پیدا ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے آکسیجن بنائی اس سے تمام مخلوق فائدہ اٹھاتی ہے۔لیکن ہمارے جو بد قسمتی ہے اور بد نصیبی یہ ہے کہ ہم اللہ کے بندے محبوب رسول اللہ ﷺ کی امت ہیں ہمارے اوپر خصوصی اللہ کا انعام ہے۔ہم توحید پرست ہیں۔ہم مشرک نہیں ہیں ہمارے پاس اللہ کی دی ہوئی دستاویز ہے قرآن کی شکل میں ہم چاہے تو اس میں زندگی گزارنے کے طریقے اس میں سے نکال لیں۔ہم چاہے تو اس میں سے سائنس نکال لیں۔ہم چاہے تو ان صفات کو پڑھ کر عروج یافتہ قوم بن کر ساری دنیا پر حکمرانی حاصل کر لیں اور جب ہم نہیں چاہے گے قرآن نہیں پڑھیں گے قرآن میں تفکر نہیں کریں گے تو ظاہر ہے علم حاصل نہیں ہو گا۔علم کے بغیر انسان کچھ بھی نہیں ہوتا۔

اچھا آپ یہ کہتے ہیں میں تو صاحب بڑا حیران ہوتا ہوں لوگ کہتے ہیں کہ انسان کو اور حیوان کا تجزیہ کیا جائے موازنہ کیا جائے تو انسان کو حیوانات میں فضیلت اس لئے حاصل ہے کہ انسان کو علم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔کیوں بھئی...یہی بات ہے نہ کیا جانوروں کو علم نہیں ہوتا وہ جاہل ہوتے ہیں اگر جانوروں کو علم نہیں ہوتا تو بکری گوشت کیوں نہیں کھاتی،اگر جانوروں کو علم نہیں ہے تو شیر پتے کیوں نہیں کھا تا،اگر جانوروں کو علم نہیں ہے تو یہ پرندے دانا کیوں چگتے ہیں پتھر کیوں نہیں کھاتے اگر انہیں یہ علم نہیں ہے تو گائے گائے میں جا کر کیوں بیٹھتی ہے، بکری بکریوں میں جا کر کیوں بیٹھتی ہے۔ایک بکری اپنے بچے کو کیوں دودھ پلاتی ہے۔کیوں اس کی پرورش کرتی ہے کیا یہ علم کے بغیر ممکن ہے...؟اس کا مطلب یہ ہے کہ علم ایک ایسا ورثہ ہے اللہ کی طرف سے تمام مخلوقات کے لئے تو پرندے ہو ں،چرندے ہو،درندے ہوں،درخت ہو، شجر ہو،حجر ہو،سب کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا کیا ہے لیکن ایک انسان ہے انسان کو اللہ تعالیٰ نے وہ خصوصی علوم عطا کئے ہیں جس کو وہ پڑھ کر سوچ کر تفکر کر کے نئی نئی راہیں نکال سکتا ہے نئی نئی ایجادات کر سکتا ہے نئے نئے سفر کر سکتا ہے۔

ایک بکری جو ہے وہ تفکر کر کے چمٹا نہیں بنا سکتی۔انسان تفکر کر کے چمٹا بنا سکتا ہے۔ایک بکری تفکر کر کے گھر نہیں بنا سکتی اانسان تفکر کر کے گھر بنا سکتا ہے۔ایک بیل تفکر کر کے ہوائی جہاز نہیں بنا سکتا۔انسان تفکر کر کے ہوائی جہاز بنا سکتا ہے۔لیکن آپ یہ نہیں کہے سکتے کہ بیل کو کوئی علم نہیں ہے۔علم ہے لیکن علم کی جو بنیادی صفت ہے ریسرچ، تفکر کرنا،اللہ کو ڈھونڈنا،اللہ کی نشانیوں کو تلاش کر کے ان

www.ksars.org

کو جاری وساری کرنا۔ یہ حیوانات میں نہیں انسان یہ کہے کہ میں اس لئے جانور سے افضل ہوں کہ میں روٹی پکا کر کھاتا ہوں یہ کوئی فضیلت ہے۔انسان یہ کہے کہ صاحب میں اپنا گھر بناتا ہوں آپ ذرا چڑیا کا گھونسلہ تو بنا کر دیکھادیں،وہ بیاء کا گھر ہوتا ہے بنا کر دیکھادیں، مکھی شہد کی مکھی کا چھتہ بنا کر دیکھادیں ایسا گھر بنا کر اس میں رہائش کر کے دیکھادیں۔اچھاانسان اس بنیاد پر افضل ہے کہ اسے وحی نازل ہوتی ہے۔

الہام ہوتا ہے یہ بھی وجہ نہیں ہے یہ بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں میں شہد کی مکھی پر وحی نازل کرتا ہوں۔شہد کی مکھی پر وحی نازل کرتا ہوں۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ صفات نازل کر دیں ہیں کہ جب وہ پھول پر جائے گی۔اگر وہ پھول زہریلا ہے تو کبھی وہاں سے رس نہیں چھوئے گی۔اگر وہ غلطی سے وہ رس چوس کے لے آئی تو چھتے میں جو پیرھدار ہیں اسے اندر نہیں جانے دینگے جان سے ہی مار دینگے۔انسان اتنا بڑا ظالم ہے میں نے پڑھا کسی رائیٹر کا قول کہنے لگے انسان اتنا بڑاڈاکو ہے کہ وہ مکھیوں کا شہد بھی نہیں چھوڑتا وہ بھی کھا جاتا ہے۔انسان کا وقت اگر ہے وہ یہی ہے کہ اس کے اندر تفکر کی صلاحیت اللہ تعالیٰ نے فرمادی ہے انا...کہ ہم نے اپنی امانت سموات کا پیش کی انکار کر دیا، تو ہم نے اپنی امانت زمین کو پیش کی انہوں نے منع کر دیا، کیا ہم اس کے قابل نہیں ہیں ہم نے اپنی امانت پہاڑوں کو پیش کی پہاڑوں نے کہا ہم اس کی طاقت سے ریزہ ریزہ ہو جائے نگے۔

یہ انسان کا وصف ہے کہ اس نے اس کو قبول کر لیا۔ اختتام

www.ksars.org

کیا فرقہ پرستی صراط مستقیم سے ہٹا دیتی ہے؟

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

کائنات اللہ تعالیٰ کے علم کے سوا کچھ نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب اس کائنات کو تخلیق کرنے کا سوچا، تو ترتیب کے لحاظ اپنے نور سے سب سے پہلے جس مقام کو، ہستی کو، چیز کو تخلیق کی اس کو نور محمدی یا حقیقت محمدیہ کہا جاتا ہے۔ اس کے بعد تخلیق کا تمام پراسس شروع ہوا اور درجہ بدرجہ کائنات اللہ تعالیٰ کے ذہن کے مطابق تخلیق ہوتی چلی گئی۔ اب کائنات جو ہستی سب سے پہلے تخلیق ہوئی وہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔

حضور پاک ﷺ کی ولادت اس کے بعد ہی مخلوق آئی اس سے پہلے تو تھی ہی نہیں اصل جو ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہی ہے خوشی کا دن ہے خوشی کا مقام ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے مسرور ہونے کا مقام ہے اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے بڑوں سے دعائیں اور اللہ کا شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے جس کو نامعلوم کب سے چھپا رکھا تھا اور اس چھپے ہوئے محبوب کی تشریح کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے لاکھوں کروڑوں سال انتظار کرتے رہے کہ محبوب کی رونمائی کس طرح کروں اور اس محبوب کی رونمائی کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے نامعلوم کتنی کتابیں نازل کر دیں نامعلوم کتنے فرشتے نازل ہو گئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کو ماننے والے کروڑوں لاکھوں ایک ہی بات کا اعلان کرتے رہے کہ اللہ کا محبوب آنے والا ہے، اللہ کا محبوب آنے والا ہے انتظار کرو اللہ کا محبوب آنے والا ہے آپ غور کریں اور فرمائیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ماننے والوں کروڑوں اربوں کی تعداد ہے اور رسول اللہ ﷺ کو ماننے والوں کی بھی لاکھوں اربوں تعداد ہے اور اگر آپ ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا حساب کتاب کیا جائے تو پھر ماننے والوں کو شمار کریں تو کوئی مشین ایسی نہیں ہے جو تعداد بتادے کہ اتنے اعداد ہیں کہ جن کے ذریعے اللہ نے اپنے محبوب کی آمد کا اعلان کروایا تو کمپیوٹر تو وہی بتائے گا نہ جتنے تعداد ہو گی ورنہ آپ کے یہاں زیادہ ہی سے زیادہ ارب دس ارب ارب ٹن ارب دس ٹن اس کے بعد آپ کی گنتی ختم ہو جاتی ہے۔

لیکن جب ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی شمار جب آپ نکالیں گے تو گنے گے اس کو تو آپ کے پاس شمارات ختم ہو جائے گے اور کوئی طریقہ کار آپ کے پاس نہیں ہے۔ آپ یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی آمد کا اعلان اپنے بندوں سے کروایا ہے یہ وہ محبوب بندے ہیں جس کو حضور پاک ﷺ نے فرمایا اول ما خلق اللہ... کہ جب اللہ تعالیٰ نے کائنات بنائی تو اس کائنات میں سب سے پہلے میرا نور تخلیق کیا اس کائنات کے اندر جو زندگیاں ہیں۔ حضور پاک ﷺ نے کہا اول ما خلق اللہ... کہ اللہ نے سب سے پہلے میرا نور تخلیق کیا اور اس نور سے ساری کائنات بنائی۔ اب آپ غور فرمائیں اس میں کائنات کی کیا کیا چیزیں آئیں ہیں۔ کائنات میں آسمان ہیں، عرش ہے، فرشتے ہیں، تمام انبیاء ہیں، زمینیں ہیں، اللہ کے علاوہ ہر چیز یعنی اللہ کے علاوہ جو بھی کچھ ہے تو اس کی ولادت ہے ظاہر ہے یہ خوشی ہے محسوس

www.ksars.org

کرنا بلا شبہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس بات کا اشارہ جو بھی ہے تم لوگ بڑے خوش نصیب ہو جو رسول کی امت ہو اور انہیں مانتے ہو۔

یہ خوشی کا دن تھا یہ ہر سال آتا ہے ہر سال لوگ جمع ہوتے ہیں نعت خوانی بھی ہوتی ہے۔ رسول اللہ کے اوپر مقالے بھی پڑھوائے جاتے ہیں۔ سیرت طیبہ کا تذکرہ بھی ہوتا ہے۔ چودہ سو سال پہلے جو دور گزرا ہے اس کو برابر دوہرایا بھی جاتا ہے۔ لیکن ان سب کے باوجود جب ہم اپنی زندگیوں کا مطالعہ کرتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ سب زبانیں ہیں ان کے اندر کچھ نہیں۔ چودہ سو سال سے ایک ہی بات بار بار دوہرائی جا رہی ہے کہ رسول اللہ نے اس بات کا حکم دیا اس بات کا پرچار کیا اور حضور پاک کا یہ مشن ہے کہ سارے مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ کوئی بڑا چھوٹا نہیں ہے۔ بڑے کی بڑائی اور چھوٹے کی چھوٹائی کی نجات یہ ہے کہ کوئی مسلمان جتنا اللہ اور اللہ کے رسول اللہ کے احکامات پر عمل پیرا ہو جائے۔ جتنا بندہ اللہ اور اللہ کے رسول اللہ کے احکامات پر عمل کرتا ہیں اس کی مناسبت سے وہ بزرگ ہے، وہ متقی ہے، وہ بہتر ہے، وہ بڑا ہے ورنہ سب بھائی بھائی ہیں لیکن ہماری بد نصیبی یہ ہے کہ چودہ سو سال ہم نے ہزاروں تقریریں سنی، لاکھوں نعتیں سنی ہو نگی۔

کروڑوں ہا کروڑوں بار رسول اللہ پر درود شریف بھیجا پڑھا ہے لیکن حضور پاک کا یہ حکم حضور پاک کا یہ مشن کہ سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ تمام مسلمان کی پہچان ہی یہ ہے کہ ہم جب تک تفرقہ نہیں کرینگے جب تک ہم ذاتی تفرقہ نہیں کریں گے مسلمانوں کی شناخت نہیں ہوئے گی۔ رسول اللہ اس کے اتنے خلاف ہیں کہ جس کی کوئی مثال نہیں ہوتی۔ ہم ہماری مثال یہ ہے کہ ہم دیوبندی ہیں، ہماری شناخت یہ ہے کہ ہم سنی ہیں۔ ہماری شناخت یہ ہے کہ ہم اہل حدیث ہیں۔ غیر مسلم ہیں، وہابی ہیں، پتا نہیں کیا کیا ہیں اور میں مسلمان ہوں اس لئے میں نے رسول اللہ کا جو حکم ہے... کہ تمام مسلمان پھر آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ تو جو گھر گھر میلاد بھی ہوتے ہیں لوگ شریک ہوتے ہیں رسول اللہ پر درود سلام بھی بھیجا جاتا ہے۔ چودہ سو سال میں ایسا کوئی گروہوں پیدا نہیں ہوا کہ جنہوں نے یہ کوشش کی ہو کہ بھئی مسلمان جو ہے وہ مسلمان ہے بس اور کچھ نہیں تفرقوں میں قوم بٹ گئی ہے اور ان تفرقوں ہیں بٹ کر قوم کا اردہ منتقل ہو گیا ہے جب کہ ہم رسول اللہ کی جو تعلیمات ہیں۔

رسول اللہ کا جو مشن ہیں۔ رسول اللہ نے مسلمانوں کے لئے انفرادی اور اجتماعی پروگرام مرتب فرمائے ان میں سوائے اجتماعی عمل کے کوئی چیز نظر نہیں آتی، روزہ یہ ایک اجتماعی عمل ہے، حج یہ ایک اجتماعی عمل ہے، نماز باجماعت یہ ایک اجتماعی عمل ہے، معاشرے کو صاف ستھرا رکھنا، بے ایمانی نہیں کرنا، اپنے بھائیوں کے حقوق غضب نہیں کرنا، سب اجتماعی ہے لیکن جب سے یہ تفرقے بازی ہمارے اندر پیدا ہو گئی ہے شیطان ہمارے مزاجوں میں داخل ہو گیا ہے۔ اس وقت ہم ذکر بہت کرتے ہیں، قرآن بھی پڑھتے ہیں، نماز بھی پڑھتے ہیں، روزے بھی رکھتے ہیں، حج بھی بہت کرتے ہیں۔ لیکن یہ حج کرنا، نماز پڑھنا، روزے رکھنا اگر رسول اللہ کے پیش کردہ مشن کا حصہ نہ ہوتا تو بتایئے یہ عمل ہے لیکن یہ عمل نہیں ہے تو اس اجتماع میں ہم نے تھوڑی سی ایک اور ایک دو ہوتے ہیں۔ ایک اور ایک گیارہ ہوتے ہیں گیارہ اور گیارہ بائیس ہوتے ہیں ہم تھوڑے سے ہی سہی ہم یہاں تھوڑی دیر ہی سہی اگر آج کی مجلس میں یہ بھی طے کرلیں یہ جو ہمارا شوق ہے زبانی اس ذوق شوق کے ساتھ ساتھ ہم عملی زندگی گزاریں اور عملی قدم بڑھائیں گے جو

www.ksars.org

رسول اللہ کا مشن ہے اور جس کے لیے رسول اللہ نے بڑی بڑی تکلیفیں اٹھائیں بڑی بڑی پریشانیاں اٹھائیں، وہاں راستے میں کانٹے بچھائے گئے۔

سجدے کی حالت میں اونٹ کی اوجھ گردن پر رکھ دی۔ مدینے منورہ جانے کے لئے مکہ چھوڑنا پڑا، لڑیاں لڑنی پڑی، یہ جتنی تکلیفیں اور وہ ساری تکلیفیں رسول اللہ نے اس لئے اٹھائیں کہ وہ امت کے لئے یہ اعلان چھوڑ کر جارہے تھے کہ مسلمان ایک ہیں ایک سو مسلمان ہیں، ایک لاکھ مسلمان بھی، ایک کروڑ مسلمان بھی ایک تو آج کی اس نشست میں آپ لوگ تشریف لائے آپ کی اللہ تعالیٰ شرکت قبول فرمائے۔ یہ عمل ہے کہ ہم تفرقے بازی میں نہ پڑے ہم کوشش کریں جتنی ہم سے ہوسکے یہ تفرقے بازی ختم ہو بس ایک امت حضور کے ہیں۔ رسول اللہ کو مانتے ہیں، اللہ کو مانتے ہیں، اللہ کی کتاب کو مانتے ہیں۔ لیکن سب ایک ہے یہ تفرقے کہاں سے آگئے ان تفرقوں کی بنیاد پر ظاہر ہے کوئی آدمی نہ رسول اللہ کو خوش کرسکتا ہے نہ اس کی رسوائی اللہ تک ہوسکتی ہے۔ اور نہ وہ کسی بھی حال میں جنت میں جاسکتا ہے۔

اس لئے کہ وہ رسول اللہ کا وعدے ارشاد ہے ...جو بندہ میری امت کا جو بندہ تعصب میں گیا وہ میری صفت سے نہیں اور اس کو میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی اس طرح قرآن پاک میں یہ عمل ہے کہ اللہ کے رسول اللہ، فرقے اور رسول اللہ کا ارشاد ہے: جو آدمی تعصب میں گیا اس نے اپنے بھائی کا بھائی نہ سمجھا اس کے اندر اب دیکھئے تفرقے میں بنیادی خرابی ہے کہ دیوبندی صاحبان کہتے ہیں کہ ہم سیدھے راستے پر ہیں تو ہمیں جنت ملے گی۔ بریلوی حضرات کہتے ہیں صاحب ہم سیدھے راستے پر ہیں ہمیں جنت ملے گی، اہل حدیث صاحبان کہتے ہیں نہیں نہیں ہمیں سیدھے راستے پر ہیں ہمیں جنت ملے گی۔

پتا چلے گا مرنے کے بعد، مرنے کے بعد بھی کہاں پتا چلتا ہے حشر نشر میں پتا چلتا ہے کہ کون جنتی ہے کون دوزخی تو جب ہم یہ کہتے ہیں ہم جنتی ہیں تو یا بر ملا شیطان ہمارے ذہن میں وسوسہ اور خناس ڈال دیتا ہے کہ ہم کہتے نہیں ہیں لیکن جب ہم اپنے آپ کو جنتی قرار دیتے ہیں تو اس کا یہ مفہوم نکلتا ہے اور شیطانی وسوسہ ہمیں اس طرف لیجاتا ہے کہ یہ لوگ جو ہیں تو ایک آدمی جو کلمہ پڑھ رہا ہے، اللہ کی توحید کا اقرار کررہا ہے تو رسول اللہ پر کلمہ پڑھ رہا ہے، قرآن پاک کی تلاوت کررہا ہے، نماز بھی پڑھ رہا ہے، روزہ بھی رکھ رہا ہے، حج بھی کررہا ہے، وہ اجتماعی طور پر یہی صحیح اس کو آدمی یہ سوچے اور سمجھے کہ ساری جنت بھی یہی ہے، دوزخ بھی یہی ہے، اس سے بڑی برائی ختم ہو جاتی ہے۔ تو یہ تفرقہ بازی جو ہے جو بنیادی طور پر ہے صراط مستقیم سے آدمی کو دور کردیتی ہے۔ وہ بندہ جو تفرقے میں گرتا ہے وہ شیطان کا دوست ہے۔

اللہ کا نہیں اور جو شیطان کا دوست نہیں ہے، وہ اللہ کا دوست ہے۔ رسول اللہ کے مشن پر عمل پیرا ہونے کے لے آپ خود معاف کریں تو آپ کو معافی ملے گی۔ رسول اللہ کے اندر معافی تھی ہر آدمی کو رسول اللہ نے معاف فرمادیا۔ رسول اللہ نے ہمیشہ یہی کہا کہ سارے مسلمان بھائی بھائی بن کر رہیں، آپ اپنے گھر میں لڑیں نہ، ایک دوسرے کے ساتھ محبت سے اور ایک دوسرے کے ساتھ پیار کریں۔ ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوں یہی مشن ہے۔ رسول اللہ جب ان کے برعکس شیطان کا مشن پر ہم غور کرتے ہیں تو شیطان کا مشن یہی ہے کہ آپس میں لڑادو، فساد پھیلادو، خون خرابہ کردو، بھائی کو بھائی سے لڑادو یہ شطان کا مشن ہے۔ تو اگر آپ ایسے

www.ksars.org

مشن میں زندگی گزار رہے ہیں تو اگر آپ ایسے راستے پر چل پڑے گے جس راستے ہیں نفرت ہے، جس راستے میں تعصب ہے، جس راستے ہیں تفرقہ ہے تو یہ شیطانی مشن ہے۔اللہ کا مشن کبھی نہیں ہو سکتا۔

اللہ کا مشن ہے توحید، وہ توحید کی دعوت دیتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ امت مسلمہ کو یہ حکم دیتا ہے کہ جس طرح تم فضل مانگتے ہو اسی طرح ساری مسلمان قوم کے لیے بھی فضل اور معافی مانگو ہے۔

www.ksars.org

امانت اور علم الاسماء میں کیا فرق ہے؟

یہ بات کئی مرتبہ زیر بحث آچکی ہے کہ آدم اور دوسری مخلوق میں اللہ تعالٰی نے کون سی امتیازی بات رکھی ہے جس کی وجہ سے انسان، اللہ تعالٰی کے نزدیک تمام مخلوق سے زیادہ عزیز ہے۔اور تمام مخلوقات سے زیادہ اللہ تعالٰی کی قربت کا تجربہ اسے عطا ہوا۔اس بات کو قرآن پاک نے کئی کئی طرح بیان کیا ہے۔پہلے سپارے سورۃ البقرہ میں اللہ تعالٰی نے یہ فرمایا کہ میں نے سب کو اکٹھا کر کے کیونکہ اس میں جن کا بھی تذکرہ آجاتا ہے کسی جن نے اللہ تعالٰی کے حکم کی عدم عدولی کی اور اللہ تعالٰی تو یہ پتہ چلتا ہے جب اللہ تعالٰی نے یہ بات فرمائی میں زمین پر اپنا نائب اور خلیفہ بنانے بنانے والا ہوں یعنی ایک ایسی مخلوق میں نے پیدا کی ہے جس مخلوق میں کچھ افراد میرے دیئے ہوئے اختیارات کو استعمال کریں گے۔نیابت اور خلافت کا مطلب ہی یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کی مرضی اور منشا کے مطابق جب اللہ تعالٰی نے یہ فرمایا جنات اور فرشتوں کے سامنے زمین پر میں اپنا نائب اور خلیفہ بنانے والا ہوں، تو فرشتوں نے فرمایا کہ صاحب یہ جو آپ نائب اور خلیفہ اس کو بنا رہے ہیں آدم کو اس کے اندر جو کچھ ہم دیکھ رہے ہیں۔

یہ جس جن عناصر کے، جس عناصر کے مجموعے سے، ترکیب سے اس کی تخلیق ہوئی ہے اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ یہ تو بڑا زمین پر فساد برپا کردے گا۔خون خرابہ کرے گا مراد یہ ہے کہ آپ جس کو خلیفہ بنا رہے ہیں یہ تو آپ کا جو ذہن ہے، آپ کی جو ایک، اللہ تعالٰی کی بنائی ہوئی جو حکمت ہے جو کائنات میں قوانین کام کر رہے ہیں اس کے خلاف زمین پر فساد کرے گا۔آپ کے خلاف کام کرے گا۔اللہ تعالٰی نے فرشتوں کی اس بات کو یہ کہے کہ رد نہیں فرمایا کہ نہیں نہیں فساد نہیں کرے گا بلکہ اللہ تعالٰی نے اس بات کو سرے سے بیان ہی نہیں کیا کہ فساد کرے گا، نہیں کرے گا بلکہ اس آیت میں اللہ تعالٰی نے طریقہ یہ اختیار کیا کہ آدم کو وہ علوم سکھا دیئے جو علوم نہ فرشتے جانتے تھے اور نہ جنات جانتے تھے۔یہ بات کیسے پتہ چلی کہ صاحب اللہ تعالٰی نے وہ علوم سکھا دیئے جو فرشتے اور جنات نہیں جانتے تھے۔

یہ بھی انہیں آیت میں اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی نے آدم کو علم الاسماء سکھایا...وعلماآدم الاسمائی...اور آدم سے یہ کہا کہ بھئی یہ جو ہم نے تمہیں علوم سکھائے ہیں تم یہ بیان کرو تو آدم نے وہ علوم بیان کرنا شروع کئے علم الاسماء یعنی اللہ تعالٰی کی تخلیقی صفات اللہ تعالٰی کی وہ صفات کے علوم، جن صفات کی بنیاد پر یہ کائنات تخلیق ہوئی اور جن صفات کی بنیاد پر کائنات چل رہی ہے دیکھئے بات یہ ہے۔یہ بات جو ہے ہمیں سامنے رکھنی ہوگی کہ اللہ تعالٰی یہ نہیں فرما رہے کہ مخلوق بنا رہا ہوں میں ایک آدم بنا رہا ہوں نہیں اللہ تعالٰی فرما رہے ہیں میں زمین پر اپنا نائب اور خلیفہ بنا رہا ہوں ایسی ہستی کو تخلیق کر رہا ہے جو میرے نیابت کے فرائض پورے کرے گی اور جب آدم نے اللہ تعالٰی کے سکھائے ہوئے علوم بیان کئے تو فرشتوں نے برملا اس بات کا اقرار کیا کہ کہ صاحب ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا آپ نے بتا دیا اور اس بنیاد پر آدم کو جو علوم اللہ تعالٰی نے عطا کر دیئے ہیں فرشتے ان سے نہ واقف ہیں اس بنیاد پر فرشتوں نے آدم کی حاکمیت کو قبول کیا۔

سجدہ کر لیا سجدے سے مراد وہاں یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالٰی یہ کہے رہے ہیں کہ بھئی یہ آدم جو ہے میرا نائب خلیفہ ہے لہذا اسے سجدہ کر لو خدا مان لو۔رب العالمین مان لو مطلب یہ نہیں ہے سجدے سے مراد یہ ہے جھک جاؤ، جھکنے سے مراد یہ ہے کہ اس کی بڑائی کو اس کی

www.ksars.org

فضیلت اس کی حیثیت اور اس کے اقتدار کو جو ہم اسے دینا چاہ رہے ہیں اور ان اختیارات کو جن اختیارات کو ہم نے بحیثیت نائب اور خلیفہ کی حیثیت سے منتقل کر دیئے۔ اس کے سامنے جھک جاؤ جھکنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی عظمت کو تسلیم کرو فرشتے نے ایسا ہی کیا جنات نے بھی آدم کی حاکمیت کو قبول کر لیا لیکن جس جن نے یا جن جنات نے آدم کی حاکمیت کو قبول نہیں کیا، قرآن میں ہے کہ جو اس نے کبر کیا وہ کافروں میں سے ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے ناپسند کیا اور اس کو کہا کبر۔

اور اس سے کہا کہ بھئی کیونکہ حاکمیت کو قبول نہیں کیا اس نے اس بات کی تسلیم ہی نہیں کی کہ آدم کو علم عطا کئے جو کائنات میں کوئی بھی نہیں جانتا تھا اللہ کے علاوہ تو یہ علم الاسماء جو ہے اصل اللہ تعالیٰ کی صفات ہے، وہ صفات جن صفات سے یہ کائنات آدم سے پہلے بھی تھی اور آدم کے بعد بھی ہے اب آپ یہ نہیں سمجھئے کہ آدم سے پہلے یہ کائنات نہیں تھی یا اللہ کی صفات نہیں تھی یا اللہ کی صفاتی علوم کا عمل کہیں دخل نہیں تھا ایسا نہیں تھا کائنات پوری موجود تھی فرشتے بھی موجود تھے جنات بھی موجود تھے اور آدم کی جو فضیلت ثابت ہوتی ہے وہ اس بنیاد پر ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کو وہ خصوصی علوم سیکھائے جن علوم سے نہ فرشتے واقف ہیں نہ جنات واقف ہیں اور نہ کوئی مخلوق واقف ہے۔ اور جب آدم کو اللہ تعالیٰ نے اپنے خصوصی علوم منتقل کر دیئے سیکھا دیئے یعنی تخلیقی اختیارات آدم کو منتقل کر دیئے دیکھئے تخلیقی اختیارات منتقل کرنے کا مطلب یہ نہیں کہ وہ بندہ خالق ہو جاتا ہے خالق تو وہی رہے گا جس نے اختیارات منتقل کر دیئے اب اللہ تعالیٰ نے فرمایا احسن خلقین 'میں سب تخلیق کرنے والوں میں بہترین خالق ہوں'۔

اب اس کا مطلب یہ نہیں کہ دوسرے لوگ جو تخلیق کرتے ہیں وہ بھی خدا ہو گے خدا تو رب العالمین تو وہ ہے جو قادر مطلق ہے اور اس کے بنائے ہوئے قانون اس کے دیئے ہوئے علوم اور اس کے دیئے ہوئے اختیارات سے اس کی بنائی ہوئی چیزوں تصرف ہو، جو اس میں تصرف کرتے ہیں، وہ اس کے نائب اور خلیفہ ہوتے تو وہ اب دیکھئے کہ ایک آدمی کہتا ہے صاحب میں بجلی کا خالق ہوں۔ وہ کہے سکتا ہے کوئی بجلی کا خالق ہوں سوال یہ ہے کہ بجلی کا تعلق اگر پانی سے ہے پانی کے تھالے سے، تو اس کو جب چلاتے ہیں تو اس میں ہیٹ پیدا ہوتی ہے۔ تو پانی بھی پہلے سے اللہ نے پیدا کیا ہوا ہے ٹربائین جو چیزیں ہیں مثلاً لوہا ہے میگنٹ ہے مثلاً تار ہے۔ وہ بھی اللہ کی بنائی ہوئی ہے اب ایک تاروں کے بجائے اس ہیں کھمبے آجاتے ہیں کھمبے، ڈسٹربیوشن کے بجلی کے پھر اس کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے کم طاقت بناتے ہیں پھر اسے تقسیم کرتے ہیں کہ بجلی کی طاقت کو کم کرتے ہیں پھر اسے تقسیم کرتے ہیں پھر گھروں میں آپ دیکھتے ہیں کہ پہلے اسٹیشن بنتے ہیں۔ ٹرانسفرمر کے بعد گھروں میں میٹر لگتے ہیں بلب لگتے ہیں روشنیاں ہوتی ہیں اب ظاہر ہے جس آدمی نے بجلی کو ایجاد کیا وہ یہ کہے سکتا ہے میں بجلی کا خالق ہوں اور آپ سے منع بھی نہیں کر سکتے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ بجلی کے خالق نے جو تخلیق کی بجلی، اس تخلیق میں تو وہی ساری چیزیں کام کر رہی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے تخلیق کی۔ اگر رب العالمین پانی پیدا نہ کرتے، لوہا پیدا نہ کرتے، مگنیٹ پیدا نہ کرتے، ربڑ پیدا نہ کرتے جو بجلی کے تار کے اوپر لپٹی جاتی ہے۔ تو انسان نے کیا پیدا کیا، اللہ کے بنائے ہوئے وسائل کو ایک جگہ جمع کر کے اس سے ایک چیز تخلیق کی، خالق تو اسے آپ کہے گے لیکن خالق تو بن گیا وہ خالق ہے۔ خالق کائنات نہیں بنا خالق کائنات کا نمائندہ تو آپ اسے کہے سکتے ہو۔ اب مثلاً ایک ماں ہے اب ہم سب بیٹھے ہیں اپنی ماؤں کے شہزادے ہیں اگر تجزیہ کیا جائے اولاد کا بچے کا خود اللہ تعالیٰ نے

www.ksars.org

قرآن پاک میں اس کی وضاحت کی ھوالذی...یہ بھی بتایا پہلے کیا ہوتا ہے پھر علقمہ ہوتا ہے پھر لو تھڑا ہوتا ہے، پھر گوشت ہوتا ہے پھر ہڈیاں ہوتی ہیں پھر یہ ہوتا ہے پھر وہ ہوتا ہے۔

سب جانتے ہیں کہ ماں کا جو دودھ ہے وہ بچے کے لئے وسائل بنتا ہے۔ماں کا خون یہی بچے کا گوشت بنتا ہے ماں کا کچھ اور خون مل کر ہڈیاں بن جاتی ہیں ماں کا خون بچے کے بال بن جاتے ہیں یہی ہاتھ آنکھیں بن جاتی ہیں۔اگر ماں کا خون بچے کے اندر منتقل نہ ہو ایک قاعدے ضابطے کے تحت نو مہینے تک منتقل نہ ہوتا رہے۔بچے کی پیدائش نہیں ہو گی۔اس لئے نہیں ہو گی کہ اللہ تعالیٰ نے وہ ایک ذیلی تخلیق کے لئے قانون بنایا۔ذیلی خالق بھی اللہ نے بنائی، خالق سے مراد وہ خالق نہیں جو اللہ ہے بلکہ اللہ کے بنائے ہوئے وسائل کو اکٹھا کر کے جان بوجھ کر یا بغیر جانے بوجھے کوئی چیز بنا لینا اس کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم احسن و خلقین... ہیں تخلیق کرنے والوں میں بہترین خالق اللہ ہے۔خالق اول، خالق اعلیٰ خالق ہے ایسا خالق جو قادر مطلق ہے جو چاہے جب چاہے جس طرح چاہے الٹ کر دے پلٹ کر دے اب ماں کو ظاہر ہے خالق کے علاوہ کچھ نہیں کہے سکتے، بلا شبہ ماں ہماری خالق ہے لیکن ہم ماں کو اللہ نہیں کہے سکتے، نہ ماں کو رب کہے سکتے ہیں حالانکہ دیکھئے اس نے کام سارا وہی کیا۔

اب دیکھئے آپ اللہ تعالیٰ وسائل پیدا کرتے ہیں زمین میں بندوں کے لئے وسائل پیدا کرتا ہے اگر زمین نہ ہو، زمین میں ہمارے لئے وسائل فراہم نہ کئے جائیں جو کام اللہ کر رہا ہے وہ کام اللہ ایک ماں سے لے رہا ہے کہ ماں کے پیٹ میں بچہ ہے ماں کے ذریعے اسے ہر وہ چیز میسر ہو رہی ہے جس سے خوبصورت تصویر سامنے آئی اپنا ماں کا عمل داخل ہو گیا۔اب دودھ کیا ہے سب ہی کچھ ہے دودھ ہمیں کہاں سے مل رہا ہے یہ سب کچھ یہ جو ہے اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ کے دیئے ہوئے اختیارات انسان استعمال کرے اور اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت اب ماں کو اللہ تعالیٰ نے تخلیقی اختیارات دیئے۔اب بچے ماں سے اللہ تعالیٰ پیدا کرتا ہے وہی سارے احساسات اور جذبات منتقل کر دیئے جن جذبات اور احساسات کی ضرورت ہے بچے کو تو یہ جو سوال ہے کہ صاحب علم الاسماء اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔

جو علوم آدم کو عطا کر دیئے ہیں جو علوم کائنات میں آدم سے پہلے کسی کو حاصل نہیں تھے اب یہ ہے کہ آدم کے بعد کیا ہوتا ہے وہ علوم کسی اور کو منتقل ہوتے ہیں یا پھر کوئی چوتھی مخلوق بنتی ہے اس بارے تو کوئی کچھ نہیں کہے سکتا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے خود اس میں پردہ رکھا ہوا ہے وہ ایک دعا حضور قلندر بابا اولیاءؒ فرماتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کی دعا ہے یا اللہ تجھے تیرے ان ناموں کا واسطہ جو تو نے مجھے سیکھا ئے، اے اللہ تعالیٰ تجھے تیرے ان ناموں کا واسطہ جو میرے بعد آنے والوں کو سیکھائے۔اب یہ بڑی غور طلب بات ہے نبوت ختم ہو گئی اور ان کی تکمیل ہو گئی پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمانا اے اللہ! تجھے تیرے ان ناموں کا واسطہ جو میرے بعد آنے والوں کو سیکھائے یہ غور طلب بات ہے پھر یہ اسی دعا میں حضور فرماتے ہیں یا اللہ تعالیٰ تجھے تیرے ان ناموں کا واسطہ جو تو نے اپنے لئے محفوظ کر دے۔

اب یہ جو اللہ تعالیٰ کے نام ہیں ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کے علوم ہیں اب لاکھوں کھربوں اربوں سال سے دنیا چل رہی ہے پہلے جب آدم نہیں تھا جب بھی یہ دنیا تھی اب ہو سکتا ہے آدم کے بعد اللہ تعالیٰ کے مزاج ہے تو اس کا پتا نہیں ہے کسی کو، اب اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے ہو سکتا ہے ایک پانچوی مخلوق بھی پیدا کر دے، کوئی مخلوق ہو اس کا اللہ تعالیٰ کو پتا ہے اللہ تعالیٰ تجھے تیرے ان ناموں کا واسطہ جو تو نے اپنے لئے

www.ksars.org

محفوظ کئے۔ تو یہ انسان کا جو شرف ہے وہ اس بنیاد پر ہوا کہ انسان سے پہلے جو علوم اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو اور جنات کو سیکھا دیئے تھے اس سے ہٹ کر نئے علوم اللہ تعالیٰ نے آدم کو بھی سیکھائے اور ایسے علوم ہیں جو کائنات میں آدم کے علاوہ کسی کو نہیں پتا کیونکہ آدم کے علاوہ اس علوم کو کوئی نہیں جانتا تھا، جن علوم کی بنیاد پر آدم کا شرف آدم افضل ہے۔

فرشتوں سے آدم افضل ہے جنات سے، چونکہ مکلف مخلوق یا قابل تذکرہ مخلوق وہی ہے جنات اور فرشتے جب ان سے ہی فضیلت حاصل ہو گئی تو آدم کو تو اب ساری کائنات پر آدم کو فضیلت حاصل ہو جائے گی اس لئے کہ اور جو دوسری چیز ہے وہ بحیثیت وسائل کے ہیں مثلاً پر ندے ہیں بکریاں ہیں بھیڑ ہے گائیں ہیں، بھینس ہیں، زمین ہے، گیہوں ہے درخت ہے، آسمان ہے، سورج ہے، ستارے ہیں یہ سب کیا ہیں ان سب کے اوپر آپ غور کریں گے تو ان کا سب منشاء ہی یہ ہے کہ انسان کی خدمت گزاری میں لگے رہتے ہیں۔

اب اگر آسمان ہی نہ ہو تو بتایئے کائنات کا کوئی نسخہ نہیں جس سے سورج بنتا ہے، سورج ہی نہ ہو چاند ہی نہ ہو پھر آپ یہ دیکھتے ہیں سورج کی جو تپش ہے سورج کی جو دھوپ ہے سورج کی جو روشنی ہے اس کا منشاء اس کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے کہ انسان کو اس سے فائدہ پہنچتا ہے یا ان وسائل کو فائدہ پہنچتا ہے جو وسائل انسان کے قابل ہیں چاند ہے چاند کی ٹھنڈک سے آپ لطف اندوز ہوتے ہیں لیکن وہی چاند کی جو چا ندنی ہے وہ آپ کے پھلوں میں مٹھاس پیدا کرتی ہے آپ کے اجناس میں مٹھاس پیدا کرتا ہے چاند، ورنہ ہر چیز کڑوی ہو گی کھانے کی، تو یہ ساری چیزیں جو ہیں انسان کو جو زمین پر ہیں نظر آرہی ہیں انسان کی خدمت گزاری میں مصروف ہے اربوں کھربوں سال ہو گئے دیکھئے ایک نظام ہے سورج مشرق سے نکلتا ہے مغرب میں چلے جاتا ہے چاند رات کو ہی نکلتا ہے رات میں ہی چاندنی ہوتی ہے اس کی، ایسا نہیں ہوا کہ دن کے بارہ بجے چاند نکلے اور چاندنی ہو، اب ایسا بھی نہیں ہوا کہ رات کے بارہ بجے سورج چمکنے لگے اب دھوپ کی تپش محسوس کرنے لگے ایک نظام ہے اس نظام کے تحت یہ ساری چیزیں کام کر رہی ہیں کیونکہ یہ ساری چیزیں انسان کی خدمت میں لگی ہوئی ہیں۔

ایک اس کا اصول بھی ہے ایک قاعدہ بھی ہے ایک ضابطہ بھی ہے اگر قاعدہ ضابطہ کوئی نہیں ہوتا تو چاند سورج سے ٹکرا جاتا سورج چاند سے ایسا بھی نہیں ہوتا اب انسان کو آدم کو جو علوم حاصل ہیں جو فرشتوں کو حاصل نہیں ہیں تو اس کے علاوہ انسان کو وہ علوم بھی حاصل ہیں جو چاند سورج ستاروں کو حاصل ہے یا چاند سورج ستارے جس بنیاد پر اللہ تعالیٰ کے اس نظام عمل یں مصروف ہیں وہ نظام بھی آدم جانتا ہے اور سورج کی گردش بھی جانتا ہے۔

انسان کا جو شرف ہے وہ اس بنیاد پر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو وہ علوم سیکھا دیئے ہیں وہ علوم کائنات میں دوسری مخلوق کو حاصل نہیں ہے دوسرا یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے آدم کو اپنی امانت دی، میں نے علم الاسماء سیکھایا، جب علم الاسماء سیکھایا وہاں فرشتے زیر بحث آتے ہیں جو میں نے جو تجھے علوم سیکھائے تو بیان کر اب جہاں امانت کا اللہ تعالیٰ نے تذکرہ فرمایا ہے، اللہ تعالیٰ نے جب اپنی امانت پیش کی زمین اور سموات، سموات سے کہا بھئی یہ ہماری امانت ہے تو زمین نے انکار کر دیا اب دیکھئے جب زمین نے انکار کر دیا کہ آسمان میں بھی سموات تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کے علاوہ آسمانوں میں جتنی بھی مخلوق ہے سب نے یہ کہے دیا کہ صاحب... والارض... زمین کے اندر زمین کے اوپر زمین کی فضاء میں جتنی بھی مخلوق ہے۔ واشفق... ہم تو بالکل ریزہ ریزہ ہو جائیں ہمارا تو وجود ہی ختم ہو جائیگا۔

www.ksars.org

اور انسان نے اس کو قبول کر لیا اب یہ بڑی عجیب بات ہے اس میں ہم اپنے اندر اتنی سکت دیکھتے ہی نہیں ہیں اور پہاڑ اور زمین نے کہا جو ہم کچھ سمجھ رہے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم نے اس کو اپنا لیا تو پھٹ جائیں گے ریزہ ریزہ ہو جائیں گے ہمارے وجود ہی ختم ہو جائے گا تو انسان نے اس کو قبول کر لیا اناھو کان۔ اب یہ بڑی عجیب بات ہے اس میں کہ ایک طرف تو انسان کو اللہ تعالیٰ نے وہ نعمت عطا کر دی ہے جو کائنات میں انسان نے اس کو اٹھا لیا دوسری طرف یہ بات پہاڑوں اور زمیں نے انکار کر دیا۔ اور جب زمین اور آسمانوں نے تو انکار کیا، بجائے خود اس بات کی دلیل ہے کہ زمین اور آسمان کے اندر اتنا شعور ہے کہ وہ کسی چیز کو در کر سکے یا کسی چیز کو قبول کر سکے۔ زمین میں تو سب ہی چیزیں ہیں تو اس کا مطلب ہے جس طرح آسمانوں میں اور زمین میں ایک شعور ہے اسی طرح پہاڑوں کے اندر بھی شعور ہے ہم یہ کہتے ہیں پہاڑ بے جان ہیں جے ہوئے ہیں پہاڑ کے اندر بھی سوچنے سمجھنے قبول کرنے یا رد کرنے کی صلاحیت اسی طرح موجود ہے۔

جس طرح انسان کے اندر ہے تو یہ بھی پتا چلا ہم جس چیز کو بے شعور سمجھتے ہیں وہ بھی باشعور ہیں بالکل وہ ایک طرح سے جو انسان کا شعور ہے اس سے زیادہ عقلمند ہے تو اس لئے کہ انہوں نے جب اس بات کو رد کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ نہیں فرمایا یہ بڑے بدنصیب ہیں قبول نہیں کیا، بلکہ انسان نے جب امانت اس کو اٹھا لیا تو کہنے لگے یہ تو بڑا جاہل اور ظالم ہے۔ تو اب امانت کیا چیز ہے بات یہ سمجھ میں آتی ہے امانت ہے کیا چیز؟، پہلے تو علم الاسماء کو آپ نے سمجھیں علم الاسماء کیا ہے؟ علم الاسماء وہ علوم ہیں اللہ تعالیٰ کے جو اللہ تعالیٰ کی صفات سے متعلق ہیں اور اللہ تعالیٰ کی صفات جو ہے وہ تخلیقی فارمولے کا علم ہے۔ ایک تو وہ علم ہوا ہے ایک علم کو استعمال کرنا مثلاً ایک آدمی وکالت پڑھ لیتا ہے اور ان لوگوں سے وہ افضل بھی ہو گیا جن لوگوں کو وکالت کا علم حاصل نہیں ہے۔

دیکھئے اب اس کی کوئی حیثیت وہ نہیں ہے اب وہی وکیل ان علوم کی بنیاد پر جج بن گیا اور جج بنے کے بعد اس نے فیصلے کرنے شروع کر دیئے جس کو چاہے پھانسی دے دی جس کو چاہئے معاف کر دیا۔ جس کو چاہے سزا دے دی تو اب یہ دو پوزیشن ہیں۔ سوال ہے آپ کے ایک بحیثیت علم کے علم جاننا اور ایک علم کے ساتھ ساتھ بحیثیت اختیارات کے کسی آدمی کی حیثیت کا جاننا۔ تو جب اللہ تعالیٰ نے علم الاسماء سیکھا دیئے تو آدم کی حیثیت ثابت ہو گئی علم کے اعتبار سے اور جب اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی نیابت یعنی انتظامی امور سے متعلق اختیارات منتقل کر دیئے اب اس کی حیثیت جو ہے اللہ کے نائب کی ہے یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے کہا آدم کو اپنا نائب بنانا چاہتا ہوں۔ اب کائنات میں دو قسم کے نظام کام کر رہے ہیں۔ احادیث سے بھی ثابت ہے قرآن پاک سے بھی ثابت ہے دو قسم کے نظام ہیں وہ ہمارے سامنے ہیں ایک نظام کی حیثیت علمی ہے اب مثلاً اس طرح ہم پاک ہونگے، اس طرح ناپاک ہونگے، اللہ تعالیٰ کے لئے فلاں فلاں امور جو ہیں وہ پسندیدہ ہیں، فلاں فلاں امور جو ہیں وہ ناپسندیدہ ہیں اگر ہم اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ باتوں پر عمل کریں گے تو ہمیں جنت ملے گی، اللہ تعالیٰ کے پسندیدہ باتوں پر عمل نہیں کریں گے تو ہم جنت سے محروم ہو جائیں گے۔

ابھی ہمیں کچھ پتہ نہیں کہ جنت کیا ہے؟ دوزخ کیا ہے؟ صلہ کیا ملے گا؟ مثلاً آپ نے سنا ہو گا ثواب، اب اگر انسان اپنی زندگی میں گنے لگے تو اربوں کھربوں کی تعداد میں ثواب ملے گا۔ حج کو ہی آپ چلے جائیں ایک نماز پڑھ لیجئے تیس ہزار ثواب ملے گے۔ اگر آپ اس کو گنتی کریں تو میرا خیال ہے کمپیوٹر بھی جواب دے جائے گا لیکن ان نیکیوں کا ان ثواب کا آپ وزن محسوس نہیں کریں گے۔ اللہ چاہے تو نماز قبول کرے گا۔ اگر اللہ نے قبول کر لی تو جنت میں لیں جائیں گے اور اللہ نے قبول نہیں کی تو یہ نماز ہمارے منہ پر مار دی جائے گی۔ منہ پر

www.ksars.org

مار دیئے جانے کا کوئی اثر ہوتا ہے حالانکہ آپ دیکھتے ہیں ہوا چلتی ہے ہوا نظر نہیں آتی لیکن ہوا جب تیز چلتی ہے ایسے تھپڑے پڑتے ہیں آدمی کے آدمی ہل جاتا ہے اڑ جاتا ہے آدمی چوٹ محسوس کرتا ہے کیا آپ نے ہوا کی چوٹ محسوس نہیں کی کھلی ہوا ہوتی ہے معلوم ہوتا ہے جسم کے اندر سے نکلتی ہوئی چلی گئی۔

ہوا کا کام اثر ہوتا ہے اب آج گرمی پڑ رہی ہے مثلاً آپ ذرا ایک گھنٹے دھوپ میں کھڑے تو ہو جایئے پھر دیکھئے ذرا پھر جایئے سائے میں پھر پتا چلے گا پتا چلتا ہے تو ہر چیز کو ہم محسوس کر رہے ہیں ہوا کو محسوس کر رہے ہیں، گرمی کو محسوس کر رہے ہیں، سردی کو محسوس کر رہے ہیں، خوشبو کو محسوس کر رہے ہیں، بدبو کو محسوس کر رہے ہیں، آواز کڑک آواز کو محسوس کر رہے ہیں، نیچی آواز کو محسوس کر رہے ہیں، اب گدھا بولتا ہے اب گدھے کا جو بولنے کا ردعمل ہے وہ بھی آپ کے سامنے ہے اب کوئل کوکتی ہے اب کوئل کی کوک کا جو آپ کے اوپر اثر ہوتا ہے وہ بھی آپ کے سامنے ہے ہر آدمی یہ کہتا ہے کوئل کوک رہی ہے اب دیکھیں آواز کا جو ردعمل ہے یا اتار چڑھاؤ ہے اس سے اب پیا ر محبت آپ کسی سے بات کرتے ہیں اس کا بھی اثر ہوتا ہے، آپ اگر آپ کڑک آواز سے بات کرتے ہیں غصے سے بات کرتے ہیں اس کا بھی اثر ہوتا ہے اب انتہاء یہ ہے کہ آپ اگر کسی آدمی کو نفرت و حقارت سے صرف دیکھتے ہیں زبان سے کچھ نہیں کہتے تو اس کا بھی آدمی کو پتا ہے آپ صرف نیچی نظروں سے آدمی کو دیکھتے ہیں نہ اس سے بات کرتے ہیں نہ اس کی خیریت پوچھتے ہیں نہ نام پوچھتے ہیں صرف میٹھی نظروں سے آپ اسے دیکھتے ہیں آپ مصروف ہو جاتے ہیں یاد رکھئے آپ کیا چاہتے ہیں اب کس پیاری بھری نظروں سے کوئی کیا سمجھ لے۔

اس کا مطلب یہ ہے یہ جو نظر کی جو لہریں ہیں نظر کا جو توجہ ہے مرکزیت ہے اس کا بھی اثر ہوتا ہے لیکن جب ہم کہتے ہیں ایسا ثواب محسوس کیا اس کے اندر ہے اس کا کوئی وزن ہے ہی نہیں یا ہے تو بھئی بتاؤ اب بھئی اتنی نیکیاں ہوتی ہے کسی نے اس کا وزن محسوس کیا ہے تو اس کا مطلب ہے یہ ایک علم ہے لیکن نیکی ہے اب ہم یہ تو نہیں کہہ سکتے کہ کہ نیکی کا کوئی وجود نہیں نیکی کوئی چیز نہیں اگر نیکی کوئی چیز نہیں تو برائی بھی کوئی چیز نہیں ہو گی اگر برائی بھی کوئی چیز نہیں ہو گی تو تو پھر شیطان رحمان کا سارا مسئلہ ہی ختم ہو جائے گا۔ اب مثلاً نیکی کا بھی وجود ہے بدی کا بھی وجود ہے لیکن اس میں ہم علمی حیثیت میں ابھی آنکھ نہیں کھلی مشاہدہ نہیں ہوا علمی حیثیت میں ہمیں پتا ہے کہ بھئی ایک آدمی نماز پڑھتا ہے اب یہ تو اللہ جانے وہ قبول ہوتی یا نہیں ہوتی بہر حال اس کے کام کو آپ یہ تو نہیں کہہ سکتے بہت برا کام کر رہا ہے۔

اب ایک آدمی شراب پی رہا ہے اب وہ اس کا معاملہ اللہ کا معاملہ ہے وہ جانے ابھی میں روحانی ڈائجسٹ کا وہ لکھ رہا تھا اس مہینے کا صدائے جرس اس میں پڑھا تو نور نبی اس میں ایک حدیث تھی ایک صحابی اس کو شراب پینے کی عادت تھی تو حضور نے کئی دفعہ ایک دفعہ دو دفعہ تین دفعہ چار دفعہ بلایا منع کیا ڈانٹا تو حضور نے پھر ڈانٹ ڈپٹ کی تو ایک صاحب وہاں بیٹھے تھے انہوں نے کہا لعنت ہے اتنی دفعہ حضور کے پاس آیا اس کو اپنی توبہ پر قائم نہیں ہے تو حضور پاک ﷺ نے فرمایا نہیں نہیں اس کے اوپر لعنت نہیں کرو یہ وہ بندہ ہے جو اللہ سے اس کے رسول اللہ ﷺ سے محبت کرتا ہے بظاہر یہ ہے کہ اس شراب پینے کے عمل کو آپ تو کسی بھی طرح جائز تو کہہ ہی نہیں سکتے تو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ٹھیک ہے کمزور ہے اس سے بار بار غلطی ہو گئی ہے۔ بار بار معافی مانگنے بھی آجاتا ہے میرے پاس اسے برا نہیں کہو

www.ksars.org

اب کتنی عجیب بات ہو گئی اب کوئی آدمی شراب اس لئے نہیں پئے گا کہ حضور نے فرمایا ہے کہ صاحب کوئی محبت کرتا ہے اس کے ساتھ تو برا مت کرو نہ کہو۔

تو ایک چیز ہوئی علمی حیثیت اور ایک چیز ہوئی اس علم کی حیثیت کے ساتھ ساتھ اس علم کو آپ استعمال کریں اپنے لئے کریں نوع انسانی کے لئے کریں اللہ کے لئے کریں کہ یہ جو علم الاسماء جو ہے یہ تو وہ علوم ہیں جو اللہ تعالی کی نیابت اور خلافت میں کام کرنے والے قاعدے ہے۔ قاعدے ضابطے تو اسے آگئے لیکن اب ان قاعدوں ضابطوں کے استعمال کرنے کا اسے اختیار بھی دے دیا گیا تو آدم جو ہے اسے ایک علما الاسماء کی حیثیت سے فضیلت ثابت اور دوسری طرف علوم کی بنیاد پر تخلیقی قانون کی بنیاد پر تخلیقی فارمولوں کی بنیاد پر اس کو اللہ تعالی نے اپنے ایڈمنسٹریشن یں شریک کیا احادیث میں بھی قرآن پاک میں بھی۔ اب حضرت خضر اب کا نام لیا جاتا ہے کہیں اس کا تذکرہ تو ہے ہی نہیں... موسیٰ علیہ السلام نے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پایا، ان بندوں میں سے ایک بندہ پایا نام نہیں رکھا لیکن موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ نام لے رہے ہیں تو اس میں بہت سے بندوں میں سے ایک بندے سے ملوایا حضرت موسیٰ علیہ اسلام سے جس کو اللہ تعالی نے اپنی رحمت خاص سے یعنی وہ خصوصی علم عطا کیا۔

اب سوال یہ ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پیغمبر ایک جلیل وقدر پیغمبر ہیں کسی بھی طرح ان کی شان میں کوئی گستاخی بھی نہیں آسکتی کسی بھی طور سے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام چھوٹے اور بندہ بڑا ہے، بندہ پیغمبر نہیں ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام پیغمبر ہیں اب وہ دونوں ساتھ ساتھ چلتے یں السلام و علیکم، و علیکم السلام آپ وہی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے علم عطا کئے ہیں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وہ میں سیکھنا چاہتا ہوں آپ سے، اب آپ غور فرمائیں ایک پیغمبر ایک عام بندے کے پاس جا رہا ہے علم سیکھنے کے لئے اس میں کوئی ایسی بات نہیں ہے نہ اس سے پیغمبر کی کوئی کمی ہوتی یا خدانخواستہ کوئی تذلیل ہوتی نہ وہ بندہ پیغمبر نہیں ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام اس کے پاس جا رہے ہیں۔ لیکن پیغمبر یں اس بندے سے افضل ہے۔ لیکن بات یہ سامنے آئی اللہ تعالیٰ نے علم سیکھایا تو اس بندے نے کہا صاحب بات یہ ہے کہ آپ بڑے لوگ ہیں پیغمبر یں یہ جو علوم اللہ تعالیٰ نے مجھے سیکھا دیئے ہیں یہ آپ سیکھ نہیں سکتے آپ سے برداشت نہ ہوگی، کہا میں تو اتنا سفر کرکے آیا ہوں آپ کے پاس، خیر بات طے ہوئی کہ صاحب جو کچھ میں جانتا ہوں یا جو کچھ میں کروں اس میں آپ کو سوال نہیں کرنا انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔

وہاں سے وہ دونوں چلے ایک سمندر کے کنارے ایک گاؤں تھا وہاں چلے آئے اور جا کر کشتی میں بیٹھ گئے وہ لوگ جانتے تھے کہ بھئی یہ بزرگ آدمی ہے انہوں نے جناب ان سے کرایہ نہیں لیا کشتی میں بیٹھا لیا جیسے کوئی جان پہچان میں اب جیسے میں کسی بس میں بیٹھ جاؤں وہاں میرا بھائی کوئی کنڈکٹر ہو یا ڈیوار ہو، ظاہر ہے مجھ سے کرایہ نہیں لے گا وہ، اب پھر وہ کرایہ نہیں لیا خیر بیٹھے رہے باتیں کرتے رہے انہوں نے دیکھا اس بندے نے موقعہ دیکھا اور اس نے کشتی کا ایک تختہ اکھاڑ دیا، ظاہر ہے پانی اس میں بھرنا تھا، انہوں نے نیچے اتر کے دوسری کشتی میں چلے گئے اب جب وہ اتر گئے تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا آپ عجیب آدمی یں اس نے آپ کو اتنی عزت دی آپ سے کرایہ بھی نہیں لیا آپ نے اس کی کشتی میں سوراخ کردیا یہ کیا بات ہوئی یہ تو بڑی عجیب وغریب بات ہے شرمندگی بات نہیں ہوئی۔

www.ksars.org

تو اس بندے نے کہا دیکھئے ہمارا اور آپ کا فیصلہ تھا آپ سوال نہیں کرینگے، تو انہوں نے کہا ٹھیک ہے ٹھیک ہے، کشتی سے اتر کر کسی ایک گاؤں میں چلے گئے وہاں گاؤں میں ایک گھر دیکھا کنڈی بجائی اندر سے ایک پتلا سا آدمی آیا بولا کیا ہے کہنے لگے بھئی مسافر ہے رات کاٹنی ہے تو اس بندے نے بہت اچھی میز بانی کی اتنا اچھا بستر ادیا اتنا اچھا کھانا دیا اب بعد میں جب سب سوگئے وہ بندہ اٹھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی اٹھایا اور ان کا ایک بچہ تھا بڑا خوبصورت سا مار دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا یہ آپ نے کیا عجیب حرکت کی ہے قتل کر دیا جو معافی نہیں، قتل کا بدلہ تو قتل ہی ہے آپ نے قتل کر دیا تو انہوں نے کہا بات سنو اب یہاں سے بھاگ چلو، یہ تو بعد کی بات ہو گی قتل کر دیا یہ پکڑے جائیں گے یہاں سے بھاگو۔ پھر کہنے لگے اس نے ہمیں اپنے گھر بلایا کھانا کھلایا سولایا پوچھا بھی نہیں تم کون ہو ہم نے اس کے احسان کا یہ بدلہ دیا۔

اس نے کہا مارا لیکن ہمارا سوال یہ ہے کہ آپ نے کہا تھا آپ کو آپ سوال نہیں کریں گے کہنے لگے ہاں اب میں سوال نہیں کروں گا اگر اب میں سوال کروں تو اب میں یعنی تیسری بار سوال کروں پھر میرے اور آپ کی جدائی ہے اور ہم دونوں الگ الگ۔ اب وہ کسی اور گاؤں میں گئے وہاں بارش ہو رہی تھی بھوکے تھے وہاں جا کر کہا یہ کس کا گھر ہے کہنے لگے فلاں صاحب کا گھر ہے، کہنے لگے آپ چاہئے تو ہم دیوار بنا دیتے، اس نے کہا آپ کی مرضی آپ یہ بناؤں یا نہ بناؤ، وہ جناب انہوں نے دیوار بنا دی نہ اس کی کوئی اُجرت لی نہ پیسے لئے انہوں نے کہا لو تم عجیب آدمی ہو بھوکے ہیں اس سے پیسے ہی لے لیتے ہم روٹیاں ہی لے، اُجرت لے لیتے کہ بھئی تم ہمیں کھانا ہی کھلا دیتے تو اس بندے نے کہا میں کوئی بات نہیں کہے رہا ہو میں ابھی فرمایا ہے آپ نے میاں کوئی سوال کروں تو میرے اور آپ کے درمیان جدائی ہے، لہٰذا السلام و علیکم... موسیٰ علیہ السلام کو بڑا افسوس ہوا، تو اس بندے نے کہا کہ اب میں آپ کو اس بات کی تشریح بھی کر دیتا ہوں کہ میں نے کیا کیا؟

۔ پہلی بات یہ ہے میں نے جو بھی کچھ کیا اس میں میری مرضی قطعََ شامل نہیں اور اللہ کے چاہنے سے کیا، اللہ کی مرضی سے کیا، وہ جو کشتی تھی، جس میں جو سوراخ کیا وہ یتیموں اور بیوہ کشتی تھی بادشاہ کا حکم تھا کہ جو اچھی کشتی ہو اس کو اٹھا کر لے آئے، اب یہ کشتی نئی تھی اور اس کشتی کے اوپر اس خادم کی نظر پڑ جاتی تو وہ یتیموں کا سہارا اب ظاہر ہے کہ کے بادشاہ کے خادم آئیں گے تو وہ تختہ نہیں ہے تو چھوڑ جائیں گے۔ جب وہ چھوڑ جائیں گے وہ پھر دو کیل مار کر تختہ ٹھوک لیں گے۔

اور کشتی اس کی بچ جائے گی اور رزق کا جو معاملہ ہے وہ چلتا رہے گا، اب رہ گیا ہے صاحب وہ بچہ جو میں نے گلہ گھونٹ دیا مار دیا اسے ختم کر دیا تو اس کے باپ کو تو آپ نے دیکھ لیا کتنا مہمان نواز کتنا سخی کتنا نیک اور مسافر نواز، ہم نے جا کر آواز دی اور اس نے یہ بھی نہیں پوچھا کہ آپ کہاں سے آئے ہو کون ہو کیا ہو، اپنے گھر میں ٹھہرایا اچھا سولایا تو یہ بچہ جو ہے یہ اس کی آگے چل کر بہت پریشانیاں کرتا بہت تکلیف ہو گی اس کو اس کی شرافت جو ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی نیکی کو سامنے رکھا، اس کی سخاوت کو سامنے رکھا، اس کی بڑائی کو سامنے رکھا، اس کی میز بانی کو سامنے رکھ کر یہ فیصلہ فرمایا یہ بچہ اٹھا لیتے ہیں اور اسے نیا بچہ دیں گے جو بہت اچھا ہو گا اور اس کے مزاج مطابق اس نیکی کہ بدلے میں اللہ تعالیٰ اسے ایک اچھی اولاد عطا فرماتے ہیں اور بھئی وہ جو دیوار کا مسئلہ ہے دیوار کی صورت یہ ہے کہ اس دیوار کے نیچے خزانہ تھا اور وہ یتیموں کا ہے اور ان کا باپ بہت نیک تھا وہ اللہ میاں نے اس کو محفوظ کر دیا اب بارش ہوئی اب آپ نے دیکھا کہ دیوار گر گئی تھی۔

www.ksars.org

اللہ تعالیٰ نے یہ کہا کہ بارش ہوتی سب سامنے آجاتا خزانہ تو لوٹ مار پڑ جاتی بچے چھوٹے چھوٹے ہیں اس قابل ہی نہیں کہ اپنا حق قبول کر سکیں تو اللہ تعالیٰ نے کہا یہ دیوار اس وقت گرے جب بچے اس قابل ہو جائیں کہ اس کو سنبھال سکے، لہذا ہم نے دیوار بنادی اب جب ہو گا بچے بڑے ہونگے جوان ہونگے پھر بارش ہو گی یا جو بھی صورت ہو دیوار گرے گی اور وہ خزانہ بچوں کو مل جائے گا اور اس کے باپ کی جو نیکی ہے اس نیکی کا بدلہ اللہ تعالیٰ اسے دے گا۔ اور جہاں تک میرے اور آپ کے علوم کا تعلق ہے تو اس نے اشارہ کیا دیکھو وہ چڑیا بیٹھی ہے کہنے لگے جی بیٹھی ہے تو انہوں نے کہا دیکھو اس نے ابھی چونچ میں دانہ اٹھایا تو کہنے لگے بھئی اللہ تعالیٰ کا معاملہ ایسا ہے اللہ تعالیٰ کے علوم جو ہیں وہ سمندروں سے بھی کئی زیادہ ہیں اور میری اور آپ کی حیثیت اتنی ہے جتنی اس چڑیا کی چونچ میں پانی۔

تو آپ کا علم آپ کا ہے میرا علم میرا ہے، آپ کا علم میں نہیں جانتا میرا علم آپ نہیں جانتے تو آپ اس میں نہ رہیں کہ مجھے یہ علم نہیں آتا لیکن اب آپ تو پیغمبر ہیں میں تو پیغمبر نہیں اب دیکھئے۔ یہ جو پیغمبر ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام ان کا پیغام یہ آتا ہے کہ تصوف سے انسان کو تمام حیوانات سے نکال کر ممتاز کر رہے ہیں اللہ اور اللہ کے بنائے ہوئے قاعدے ضابطے۔ لیکن وہ بندہ جو ہے وہ امین ہے امانت کا یعنی اللہ تعالیٰ کا جو ایڈ منسٹریٹر ہے، تکوین ہے۔ اس میں اس میں وہ بندہ ہے اور اس ایڈ منسٹریشن میں اس بندے کی اپنی ایک حیثیت ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بھی علوم ہے اور اس بندے کے علوم ہے۔ کیونکہ دونوں علوم الگ الگ ہیں۔ کیونکہ موسیٰ علیہ السلام اسے برداشت نہ کر سکے، لیکن اس بندے نے صاف صاف بتا بھی دیا علم اس کی حثیت اتنی ہے، جتنی چڑیا نے ایک قطرہ منہ میں ڈالا ہے اس کے برابر ہے باقی علم اللہ کا ہے۔

تو امانت سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جو کائناتی نظام ہیں ایڈ منسٹریشن ہے اس میں اس بندے کا عمل داخل ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ کی دے ہوئے اختیار کے مطابق عمل کرتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے اوپر جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور ﷺ نے فرمایا میرے بھائی حضرت موسیٰ علیہ السلام کچھ اور دیر صبر کرتے تو اللہ تعالیٰ کی نشانیاں کچھ اور ظاہر ہو جاتی۔ حضور ﷺ کی بنیاد پر انسان کو تمام مخلوقات پر فضیلت حاصل ہے شرف حاصل ہے اور امانت کی بنیاد پر انسان اللہ تعالیٰ کے ایڈ منسٹریشن میں نائب ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے، اللہ تعالیٰ ہمیں دنوں علوم کی روشنی حاصل ہو ایک علوم شریعت کے علوم ہیں اور ایک علوم تکوین کے علوم ہیں۔ دونوں علوم جو ہیں ایسا نہیں ہے دونوں الگ الگ ہیں تکوین کا آدمی کتنا بھی بڑا ہو اس کو بہر حال پیغمبر نے علم منتقل کرنا ہے اور پیغمبر جو ہے تکوین کے آدمی ہے۔

لہذا یہ تو ہوتا ہے پیغمبر خود تکوین کا آدمی ہوتا ہے اب ایک رسول ہے ایک پیغمبر ہے اور ایک نبی۔ اور رسول اور پیغمبر ایک ہے نبی رسول اور نبی رسول جو ہے وہ ان علوم کا حامل ہوتا ہے جو علوم شریعت کہلاتے ہیں یعنی انسان حیوانات سے الگ ہو کر کس طرح زندگی گزارے اور اللہ اور اللہ کے رسول اللہ ﷺ کے مطابق اور نبی جو ہے وہ ایڈ منسٹریٹر بھی ہے ایسا کم ہوتا ہے جب وہ آدمی نبی ہوتا ہے۔ اب یہ رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس کا حال یہ ہے کہ حضور تمام پیغمبروں کے بھی ہیڈ ہیں اور تمام ایڈ منسٹریٹر تمام کے بھی ہیڈ ہیں۔ نبی بھی ہیں اور رسول اللہ ﷺ بھی ہیں اور کسی نے کہا نا بعد از خدا بزرگ تو ہی، تو رسول اللہ ﷺ اللہ کے بعد کائنات میں پیغمبر کی حیثیت سے یا تکوین کی حیثیت سے یا نبی کی حیثیت سے اللہ کے نائب ہیں، اور آپ کا جو مقام ہے اسی کو مقام محمود کہا جاتا ہے، مقام محمود کا مطلب یہ ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے پسند کر دیا۔

www.ksars.org

تو یہ ساری جو کائنات ہے یہ ڈائریکٹ نہیں چل رہی اب جیسے آپ بجلی بناتے ہیں پاور اسٹیشن سے ڈائریکٹ نہیں آتی ڈائریکٹ آئی ہی نہیں سکتی، تو ظاہر ہے اس کے لئے کتنی ہائی ٹینشن اور کتنی فلاں تو کتنی صورتیں ہوتی ہیں تو اسی صورت سے یہ جو کائنات کا ایڈمنیسٹریشن کا جو طریقہ ہے، وہ سارا کا سارا پہلے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نکلتا ہے اللہ تعالیٰ کے بعد رسول اللہ ﷺ کے ذہن میں آتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے ذہن سے یہ پوری کائنات میں پھیلتا ہے اسی بات پر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے کہ الحمد اللہ رب العالمین...کہ میں عالمین کے لئے وسائل پیدا کرتا ہوں ومار سلناک...اور یہاں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو ان وسائل کا تقسیم کا بندہ قرار دے دیا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو رسول اللہ ﷺ کے نقش وقدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں جو ہمارا شرف ہے آدم کا جو شرف علم الاسماء کا اور آدم کا جو شرف ہے امانت کا تو اس کی تلاش کی طرف اس کی طرف جدوجہد کی جائے۔

یہ سوال ہے کہ جس طرح دنیا میں ایک حکومت ہوتی ہے انتظامی امور پائے جاتے ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی انتظامی امور ہوتے ہیں وہ انتظامی امور انسان چلاتے ہیں اور ان کے ماتحت فرشتے ہوتے ہیں۔حدیث میں اس کا بہت تذکرہ ہے۔قرآن پاک میں بھی اللہ تعالیٰ نے اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔مثلاً حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کے وقت فرشتوں سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں زمین میں اپنا نائب اور خلیفہ بنانے والا ہوں پھر اللہ تعالیٰ نے نیابت اور خلافت کے علوم آدم کو منتقل کئے۔نیابت اور خلافت کے علوم منتقل کرنے کے بعد یعنی علم الاسماء سیکھانے کے بعد فرشتوں سے کہا کہ تم آدم کی حاکمیت قبول کرو فرشتوں نے آدم کی حاکمیت کو قبول کیا۔جنات نے آدم کی حاکمیت کو قبول کیا اور جس گروہوں نے آدم کی حاکمیت کو قبول نہیں کیا وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان اور باغی گروہوں نافرمان ہوا۔

آج بھی یہی صورت حال ہے آپ جس ملک میں رہتے ہیں کسی بھی ملک میں رہتے ہوں وہاں کا ایک قانون ہے اس قانون کے مطابق وہاں لوگ ملک پر حکمرانی کرتے ہیں۔لیکن کچھ لوگ اگر اس قانون کی پابندی نہ کریں۔تو سزا کے مستحق ٹھہرائے جاتے ہیں اور اگر لوگ قانون کو ماننے سے انکار کریں انحراف کریں۔وہ لوگ ملک اور قوم کے باغی کہلاتے ہیں اس کی وجہ یہ ہے اگر ملک کے قانون میں رخنہ پڑ جائے لوگ اس پر عمل نہ کریں تو ساری ملک میں بغاوت پھیل جائے گی اور امن وامان کا مسئلہ پیدا ہو جائے گا لوگ ایک دوسرے سے محفوظ نہیں رہے گے۔اسی طرح اللہ کے معاملات ہیں اللہ تعالیٰ کے ایڈمنسٹریشن میں کوئی رخنہ پڑ جائے یا اللہ تعالیٰ کے ایڈمنسٹریشن کو چلانے والے لوگ اللہ تعالیٰ کی مشیت کے اور اللہ تعالیٰ کی حکمت کے اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین کے پابند نہ ہوں تو وہاں بھی بہت بڑی خرابی پیدا ہو سکتی ہے مثلاً چاند اور سورج کا ایک نظام ہے لاکھوں کروڑوں سال سے چاند اور سورج جس اقتدار پر چل رہے ہیں جس طرح سورج غروب ہو رہا ہے طلوع ہو رہا ہے اسی طرح چاند طلوع ہو رہا ہے غروب ہو رہا ہے۔

اگر اس میں رخنہ پڑ جائے تو کائنات میں افراتفری پھیل جائے گی۔لاکھوں سال سے ایک ہی طریقے پر یعنی مشرق سے نکل کر مغرب میں غروب ہونا اس بات کی علامت ہے کہ کوئی بہت بڑی ہستی ہے جس ہستی کے نظام میں چاند اور سورج کا نظام قائم ہے، زمین کا نظام قائم ہے زمین کے اوپر پیدا ہونے والی مخلوق کا نظام قائم ہے۔مثلاً جب ہم پیدائش کی دنیا میں جاتے ہیں جہاں ہماری پیدائش واقع ہوتی ہے ابتدائی دور میں ہم یہ دیکھتے ہیں پیدائش کے دور میں ایک اصول ہے ایک قاعدہ ہے ایک ضابطہ ہے۔جہاں تک پیدائش کا تعلق ہے۔اس کا طریقہ ایک ہی ہے جہاں تک نشوونما کا تعلق ہے اس کا تعلق ایک ہی ہے۔جہاں تک ماں باپ کا تعلق ہے وہ بھی ایک ہی

www.ksars.org

طریقہ ہے لیکن جب ہم مقداروں کے اوپر غور کرتے ہیں تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ تاریخ انسانی میں کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ بکری سے بھیڑ پیدا ہو گئی ہو یا بھیڑ سے کبوتر پیدا ہو گیا ہو یا کبوتر سے چیل پیدا ہو گئی ہو اربوں کھربوں سال بھی اگر اس زمین کی عمر ہے اس اربوں کھربوں سال میں ایک بھی مثال ہمارے سامنے نہیں ہے کسی بلی نے چوزے کو جنم دیا ہو کسی مرغی نے بلی کو جنم دیا ہو۔

اس سے یہ پتا چلتا ہے ایک کائناتی نظام ہے ایک سسٹم ہے، وہ سسٹم پوری طرح قائم بھی ہے اور متحرک بھی ہے اس میں کسی بھی طرح کوئی نہ تبدیلی ہوتی ہے نہ اس میں کوئی تعطل واقع ہوتا ہے۔ نوع انسانی میں اس وقت آبادی پانچ ارب کی آبادی ہے۔ ہر آدمی ایک ہی طرح پیدا ہوتا ہے ماں بھی ایک ہوتی ہے باپ بھی ایک ہوتا ہے ایک ماں باپ کے پانچ چھ دس اولادیں ہوتی ہیں۔ لیکن اس نظام کا کمال دیکھیں کہ ایک ماں سے آٹھ بیٹے پیدا ہونے والے اس میں ہر بیٹا الگ ہے، ہر بیٹے کی شکل وصورت الگ ہے حالانکہ آنکھ، ناک، کان، دماغ ہاتھ پیر چہرہ سب کچھ ایک جیسا ہی ہے لیکن وہ آٹھ کے آٹھ بیٹے بالکل مختلف ہوتے ہیں جسامت میں مختلف ہوں گے شکل وصورت میں بھی مختلف ہوں گے۔ ان کی سوچ اور طرز فکر بھی مختلف ہو گی۔ کوئی غصے والا ہو گا، کوئی نرم دل ہو گا، کوئی کالے رنگ کا ہو گا، کوئی گورے رنگ کا ہو گا، کوئی بہت ہی گورے رنگ کا ہو گا، کوئی ضدی ہو گا، کوئی بااخلاق ہو گا کوئی بداخلاق ہو گا۔

پانچ ارب آبادی کا جب ہم تذکرہ کرتے ہیں تو پانچ ارب آبادی کی انگوٹھے کا نشان الگ ہے حالانکہ ہاتھ سب کا ایک ہی ہے پانچ انگلیاں ہیں تو یہ جو اتنا بڑا سسٹم ہے اتنا بڑا نظام ہے یہ بغیر کسی قاعدے کے بغیر کسی ضابطے کے یہ جو ہماری عام زندگی ہوئی اب آپ دیکھیں ہر آدمی کے اندر ایک عجیب وغریب سسٹم ہے۔ آٹومیٹک نظام ہے سارا کا سارا دل بھی حرکت کر رہا ہے پھیپھڑے بھی حرکت کر رہے ہیں گردے بھی حرکت کر رہے ہیں، آدمی کے آنتیں بھی پیٹ میں، آنکھ کی طرف جایئے تو پلک بھی جھپک رہی ہے۔ اور یہ سب عمل جو ہے اس طرح آٹومیٹک ہو رہا ہے جس طرح یہ پتا نہیں چلتا کہ یہ برقی نظام کیسے ہے کہاں سے بجلی کے تار ہے اور یہ بھی ایک نظام کا حصہ ہے کہ تار جو برقی ختم ہو جاتا ہے تو انسان میں حرکت موجود نہیں ہوتی بالکل حرکت نہیں ہوتی نہ معدے کا نظام کام کر رہا ہے نہ آنتوں کا۔

جتنا بھی آپ کائنات پر غور کریں گے تو ایک بات آپ کو وہاں نظر آئے گی کہ یہ ایک میڈیکل نظام ایسا سسٹم میڈیکل نظام جس میں انسان کو اپنا کوئی ذاتی عمل نہیں۔ مثلاً آپ دھوپ کی طرف غور کریں، تو اس دھوپ کے اوپر انسان کا کوئی اختیار نہیں ہے سورج نکلتا ہے تو دھوپ ہے پانی پانی کے بارے میں آپ جتنا بھی غور کرتے چلے جائیں گے تو آپ کے سامنے یہ بات آئے گی کہ انسان پانی پیئے گا لیکن یہ بات آپ کے سامنے کبھی بھی نہیں آئے گی کہ پانی کے اوپر آپ کا کوئی اختیار نہیں تو بارش اوپر سے پہاڑوں سے پانی نہ آئے، جب بھی نالوں دریاؤں میں آپ کچھ بھی نہیں کر سکتے زمین کے اندر اللہ تعالیٰ پانی کی نہریں نہ جاری کر دے آپ کچھ نہیں کر سکتے کچھ نہیں کر سکتے جب پانی کا پینے کا تذکرہ آتا ہے تو وہاں بھی انسان کو اختیار حاصل نہیں ہے۔ جب تک اللہ تعالیٰ اسے زندہ رکھنا چاہتے ہیں تو وہ کب کیسے زندہ رہتا ہے۔

کم پوزیادہ پولیکن تاریخ انسانی میں کوئی ایک فرد ایسا پیدا نہیں ہوا کہ جس نے پانی نہیں پیا ہو اور وہ زندہ ہو۔ یعنی اگر انسان کو زندہ رہنا ہے تو اس کی مجبوری ہے کہ اسے پانی پینا ہے وہ پانی پیئے گا اب اگر ہم یہ کہے کہ انسان تو یہ بھی نظام کا ایک حصہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا، کس طرح پیدا کیا؟ کس طرح ماں کے پیٹ میں نشو و نما ہوئی؟ پیدائش کے بعد کس طرح اس کو وسائل فراہم کئے گئے۔ یہ سب اگر

www.ksars.org

کوئی انتظام نہ ہو۔ تو کائنات کو چلانے کے لئے جو سسٹم ہے اس سسٹم کو روحانیت میں تکوین کہتے ہیں۔ جس طرح پاکستان میں ایک ہمارا Law ہے، ایک قانون ہے اور ہر پاکستانی کو ایک لاء ایک قانون پر عمل کرنا ہے اس لئے کہ وہ پاکستانی ہے اور عمل نہ کرنے والے لوگ اس ملک سے باغی ہو گئے۔ اب غور یہ کریں کہ ایک ملک بغیر آرڈر کے لاء کے نہیں چلتا، تو اتنا بڑا تخلیقی نظام اللہ تعالیٰ کا کیسے ہے بغیر انتظام کے کیسے ہے۔

جیسے آپ کے ہاں ڈپٹی کمشنر ہیں، کمشنر ہیں، پولیس ہے، سیکرٹری ہے، ڈپٹی سیکرٹری ہے، صدر ہے وزیر اعظم ہیں پورا ایک نظام ہے کڑی در کڑی انتظامیہ امور چلانے والے یہ چھوٹے امور میں جس طرح نظام ہے اسی طرح اللہ کا ایک نظام ہے جو کائنات میں پھیلا ہے جو کائناتی نظام کو لوگ کنڑول کرتے ہیں انہیں صاحب خدمت اہل تکوین بھی کہا جاتا ہے۔ منصور صاحب نے یہ سوال کیا ہے کہ اہل تکوین کون ہوتے ہیں؟ اور اہل تکوین کیا کام کرتے ہیں؟ اور ان کے سپرد کیا کیا کام ہیں؟ تو قرآن پاک کی اس آیت کی طرف ہم غور کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں نے زمین پر اپنا نائب اور خلیفہ بنا دیا خلیفہ سے مراد نائب ہے ایسا نائب جو اس کی نیابت کرے اس کے اختیار استعمال کرے جس نے اس کو نائب اور خلیفہ بنایا ہے۔ تو یہ تکوینی نظام جو ہے ایڈ منسٹریشن کا تو یہ سب آدم حوا کی اولاد چلاتی ہے اور معاملات جو ہے انسان بھی کرتے ہیں اور انسانوں کے ساتھ فرشتے بھی کرتے ہیں۔

قرآن پاک میں اس تذکرہ وضاحت جو ہے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں بیان کی گئی ہے۔

بتایا جاتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بہت بڑے علم قدر پیغمبر تو تھے ہی جیسے سب جانتے ہیں ان کے ذہن میں یہ بات آئی کہ کیا مجھ سے بھی زیادہ کوئی علم جانتا ہے جو علوم مجھے اللہ تعالیٰ نے عطا کر دیئے ہیں کیا اس کے علاوہ بھی کوئی علم ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا کہ تم اس بندے کو تلاش کرو تو تمہیں علم نظر آئے گا حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بندے کی تلاش میں نکلے واقعی بالا خر وہ بندہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مل گیا جس کو روحانی لوگ خضر کا نام دیتے ہیں لیکن قرآن نے قرآن پاک فرماتا ہے کہ ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ پائے گا، کا مطلب یہ ہے کہ وہ بندہ ہمیشہ رہے گا یعنی وہ بندہ نظام کائنات سے اس کا ایک عمل بن جائے گا یہ تسلسل کہ اس کا نام خضر رکھا قرآن میں ہے ہمارے بندوں میں سے ایک بندہ کہ موسیٰ علیہ السلام کی جب ملاقات ہوئی اس بندے سے تو انہوں نے کہا جو صاحب آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو علوم عطا کئے ہیں وہ میں سیکھنا چاہتا ہوں تو اس بندے نے یہ کہا کہ آپ وہ علوم نہیں سیکھ سکتے اس لئے کہ جو علوم مجھے اللہ تعالیٰ نے سیکھائے ایڈ منسٹریشن کہ ہیں یہ بہت بڑی بات ہے کہ یہ ایک بڑا پڑھا لکھا پروفیسر ہے وہ اگر یہ کہے صاحب میں کمشنری چلاوں گا تو کرسی چلاوں گا تو یہ نہیں کر سکتا اس لئے پڑھنا پروفیسر ہونا یہ الگ بات ہے، کمشنر کا کام، کمشنر کا عہدہ، کمشنر کی تعلیم، کمشنر کو جس قانون جاننا ضروری ہے۔

تو اب اس کا مطلب یہ ہے کہ دو علوم یہاں اس کائنات میں جاری و ساری ہے ایک علوم جو ہے وہ پیغمبروں کا علم ہے جس میں انسانی فلاح و بہبود انسانی زندگی اور معاشرے کی تمام عمل اس کے اندر موجود ہے کس طرح انسان کھائے کس طرح پیئے۔ کس طرح پاک ہو کس طرح ناپاک رہتا ہے کس راستہ پر چل کر وہ اللہ تعالیٰ تک اس کی رسائی ہوتی ہے کس راستہ سے وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے یہ ایک صورت ہے دوسری صورت یہ ہے کہ وہ ایک بندے جو ہیں وہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ اللہ کے حکم سے کر رہے ہیں اب دیکھئے آپ کے

www.ksars.org

سامنے ہے یہ قرآن کا قصہ ہے قرآن کا فیصلہ ہے حضور پاک ﷺ اوپر جب وحی نازل ہوئی یہ پوری آیتیں ہیں حضرت جبرائیل جب تشریف لائے تو حضور پاک ﷺ نے یہ فرمایا کہ میرے بھائی موسیٰ علیہ السلام کچھ اور صبر کرتے کچھ اور اللہ تعالیٰ کے معاملات کھلتے تو ایڈمنسٹریشن تخلیقی نظام جو ہے وہ بھی انسان ہی انجام دیتے ہیں آدم کی اولاد بھی انجام دیتی ہے پورا ایک بہت بڑا ڈیپاٹمنٹ کے الگ الگ عہدے ہیں۔

آذان ہو گئی ورنہ مزید بات ہوتی، تو ایڈمنشین نظام کے عہدے ہوتے ہیں اور ان سب کے جو سربراہ ہیں اس وقت کائنات میں وہ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے حضور پاک ﷺ کا اعجاز ہے حضور ﷺ پر اللہ تعالیٰ کی جو رحمت خاص ہے کہ حضور پاک ﷺ شریعت کے بھی رہنما ہیں شریعت کے بھی حاکم ہیں اعلیٰ ہیں۔اور اللہ تعالیٰ کا جو یہ نظام چل رہا ہے ایڈمنسٹریشن کا یعنی کائنات پر حاکمیت حضور پاک ﷺ اس کے بھی سربراہ اور رہنما ہیں۔اختتام

www.ksars.org

رات اور دن کے حواس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تلاوت سورۃ القدر...

انسانی زندگی کا مطالعہ کیا جائے اور انسانی زندگی یں جتنے بھی تقاضے ہیں ان کی تکمیل کا تذکرہ ہو یا انسانی تاریخ کا تذکرہ ہو۔ پیدائش ہو، مراقبہ ہو، یعنی انسانی کی ذلت ہو، نفرت ہو، حیات ہو، موت ہو، علوم ہو، سب تذکرہ اس وقت ہوتا ہے جب رات اور دن کا تذکرہ ہوتا ہے۔ جب سے یہ دنیا بنی اس میں رات بھی آتی ہے اور دن بھی آتا ہے۔ قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کا تذکرہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رات اور دن دو ایسے رخ ہیں یا دو حواس ایسے ہیں جن میں ردوبدل ہوتا ہے۔ کبھی انسان کے اوپر رات کے حواس غالب آجاتے ہیں وہ سو جاتا ہے اور جب انسان کے اوپر دن کے حواس غالب آجاتے ہیں تو وہ اٹھتا ہے۔ لیکن کروڑوں سال کی تاریخ میں ایسا کبھی نہیں ہوا کہ انسان کے اوپر دن کے حواس ہی غالب رہے یا رات کے حواس ہی غالب رہے۔ انسانی زندگی کے لیے ضروری ہے کہ انسان سوئے گا بھی اور ہر انسان بیدار بھی ہوگا تو زندگی کے بارے میں اس کا تذکرہ ہم کوئی یقین بات نہیں کہے رہے ہیں جب تک ہم یہ تسلیم نہ کریں گے زندگی نام ہے، دن رات کا ہے۔

دن رات کا مطالعہ ہی زندگی ہے۔ دن رات کا مطلب ہی تاریخ ہے۔ دن رات کا مطلب ہی حواس ہے۔ اور دن رات کا مطلب ہی طرز فکر ہے۔ اور یہ دن رات کا جو سلسلہ ہے محض انسان کے لئے مخصوص نہیں ہے حیوانات کے لئے بھی ضروری ہے۔ وہ دن کے حواس میں بھی رہے اور رات کے حواس میں بھی رہے۔ درختوں کے بارے میں بھی یہ بات درجہ حاصل کر چکی ہے کہ جس طرح انسان رات میں سوتے ہیں اس طرح درخت بھی رات میں سوتے ہیں۔ پرندوں کو آپ نے دیکھا ہوگا دن بھر پرندے اڑتے پھرتے رہتے ہیں لیکن رات میں سو جاتے ہیں۔ گائے، بھنس، بھیڑ، بکری کوئی بھی چیز جو دنیا یں میں، اس کی یہ مجبوری ہے وہ اس کے لئے سونا بھی ضروری ہے اس کے مجبوری کے اس کو بیدار ہونا بھی ضروری ہے۔۔ سوئے بغیر اور بیدار ہوئے بغیر زندگی نہیں گزرتی مثلاً اگر کسی انسان کی نیند روٹھ جائے اسے نیند نہ آئے تو کوئی آدمی ساری زندگی سو بھی نہیں سکتا اب لوگ قومہ میں چلے جاتے ہیں کئی کئی سال بے ہوش رہتے ہیں اگر ہم اس کا نام نیند رکھ لیں کہ ایک آدمی قومہ میں گیا تھا دس سال کی عمر میں بیس سال کی عمر میں جب وہ سوتا رہا تو یہ کوئی مثال نہیں ہو گئی یہ بیماری ہے اس کا نام ہی قومہ رکھا گیا ہے۔

لیکن انسان حواس کے اعتبار سے بیار یعنی انسان کے اندر حواس کی جو ردوبدل ہے وہ ختم ہو جائے گی تو یہ پتہ چلتا ہے کہ زندگی کا دارومدار دو حواسوں پر مشتمل ہے۔ ایک رات کے حواس جنہیں ہم خواب بھی کہتے ہیں۔ جنہیں نیند بھی کہتے ہیں اور دوسرے بیداری کے حواس جنہیں ہم جاگنا بھی کہتے ہیں۔ بیداری بھی کہتے ہیں دن کے حواس بھی کہتے ہیں۔ ان دونوں حواسوں پر جب غور و فکر کیا جاتا ہے تو یہ بات سمجھ میں آتی ہے جب انسان یا کوئی بھی مخلوق دن کے حواس یں رہتی ہے۔ تو پابند حواس بن جاتی ہے۔ مثلاً ہم دن کے حواس میں یہاں

www.ksars.org

سے مراقبہ ہال جاتے ہیں۔ تو مراقبہ ہال جانے کے لئے ہمیں زمین پر سے چلنا ہوگا۔ قدم بھی اٹھانے ہونگے اور زمین پر سے قدم اٹھا کر چلنے میں مراقبہ ہال تک پہنچنے میں ٹائم بھی ہوگا وہ ٹائم ایک منٹ کا ہو، آدھے گھنٹے کا ہو جتنا بھی فاصلہ ہوگا اسی حساب سے ٹائم زیر بحث آئے گا۔

مثلاً یہاں سے آپ جائیں صدر تک تو ظاہر ہے صدر تک کا فاصلہ زیادہ ہے تو وقت بھی زیادہ لگے گا۔ لیکن جب ہم خواب کا تذکرہ کرتے ہیں۔ سونے کا تذکرہ کرتے ہیں۔ نیند کا تذکرہ کرتے ہیں تو وہاں ہمیں یہ بات نظر آتی ہے کام تو ہم سب کچھ کرتے ہیں لیکن نہ وہاں فاصلہ ہے، نہ وہاں اسپیس ہے، نہ وہاں وقت لگتا ہے۔ مثلاً ایک آدمی لندن سے آیا ہوا ہے۔ وہ یہاں خواب میں دیکھتا ہے کہ میں لندن میں ہوں۔ اب لندن جانے کے لئے وہ پیدل جائے تو کم از کم سال ڈیرھ سال چاہئے لیکن جب اس کی آنکھ کھولتی ہے تو وہاں موجود ہوتا ہے کوئی بھی انسان ایسا آج تک دنیا میں پیدا نہیں ہوا کہ جو انسان خواب کے اور بیداری کے تجربے سے نہ گزرا ہو۔ اب ہمارے سامنے یہ بات آئی کہ انسان دو حواس پر زندگی گزارتا ہے۔ ایک حواس بیداری کے حواس ہوتے ہیں اور دوسرے حواس خواب کے حواس ہوتے ہیں۔ بیداری کے حواس میں ایک ایک قدم جب چلتے ہیں۔

تو ہمارے اوپر پابندی لاگو ہو جاتی ہے۔ مثلاً ایک قدم اٹھانے کے بعد جب ہم دوسرا قدم اٹھائیں گے تو ہماری مجبوری ہے کہ زمین کا فاصلہ جو دو قدم کے درمیان ہے۔ ہم رکتے ہیں اور اس ایک قدم اٹھانے کے بعد دوسرا قدم جو ہمیں اٹھا کر رکھنا ہے اس میں سے ایک سیکنڈ کا ہزار واں حصہ ہی کیوں نہ ہو۔ دن میں ہم ٹائم اور اسپیس کے پابند ہے ہے۔ خواب کی کیفیت بالکل برعکس ہے۔ خواب میں جب کوئی انسان زندگی گزارتا ہے یا خواب کے حواس میں سفر کرتا ہے تو یہ بھی نظر آتا ہے۔ وہ چیزیں جو ہماری نظر سے اوجھل ہے۔ غیب پردہ ختم ہو جاتا ہے۔ ایک صاحب ہیں اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمان کو توفیق عطا کریں کہ ان کو حضور پاک ﷺ کی زیارت ہوتی ہے، مدینہ منور ہوتا ہے تو یہاں بیٹھے ہوئے بیداری میں ظاہر ہے مدینہ منور غیب کی حیثیت رکھتا ہے۔ آنکھیں نہیں دیکھ رہی لیکن خواب ہیں وہ وہاں جا کر اسلام و علیکم ورحمتہ اللہ... بھی پڑھتا ہے حضور ﷺ کے روضے کی زیارت بھی کرتا ہے۔

مسجد نبوی میں نماز بھی پڑھتا ہے اور درود شریف بھی پڑھتا ہے پھر واپس آجاتا ہے۔ بہت سارے لوگ جن کی روحیں حضور پاک ﷺ کے نور سے منور ہیں یہ انبیاء کو بھی خواب میں دیکھتی ہیں۔ فرشتے بھی انہیں خواب میں نظر آتے ہیں وہ خواب میں جنت کی بھی سیر کرتے ہیں۔ بہت سارے لوگ اللہ تعالیٰ کی تجلی بھی دیکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا خواب بھی انہیں آتا ہے۔ یہ سب چیزیں غیب کے علاوہ کچھ نہیں ہیں۔ اب ہم یہ کہے گے کہ انسان کی زندگی میں جو حواس کام کر رہے ہیں ایک حواس وہ ہے جو انسان کو غیب کے اندر داخل کرتے ہیں اور ایک حواس وہ ہیں جو انسان کو غیب کی دنیا سے باہر لے آتے ہیں۔ غیب کی دنیا سے باہر لانے والے حواس دن کے حواس، بیداری کے حواس، غیب کی دنیا میں داخل کرنے والے حواس خواب کے ہیں۔ اور یہ کوئی محض واعظ تقریر نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اسی طرح بیان فرمایا ہے جس طرح میں نے آپ کے سامنے بیان کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ جب غیب کی دنیا کا تذکرہ تو وہاں دن، دن کا تذکرہ نہیں ہوگا رات کا تذکرہ ہوگا۔ معراج شریف میں حضور پاک ﷺ تشریف لے گئے سبحان اللہ الذی... زمین پر فرشتوں کے اترنے کا تذکرہ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہم کلامی کا تذکرہ ہوتا ہے۔ تو وہاں بھی اللہ تعالیٰ دن کا ذکر

www.ksars.org

نہیں کرتے ہیں "کہ ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور چالیس راتوں میں پورا کیا"۔ اب شب قدر کا ذکر آتا ہے، شب برات کا ذکر آتا ہے۔ وہاں بھی شب برات لیلۃ البرات کہا جاتا ہے۔ شب قدر کا ذکر آتا ہے وہاں بھی انا انزلنہ... کہ ہم نے نازل کیا قرآن کو لیلۃ القدر میں لیلۃ القدر خیر من الف شھر... وہ رات بھی لیلۃ القدر کی جو رات ہے اس رات میں اپنے رب کے حکم سے زمین پر فرشتے... تنزل الملائکۃ الروح... جب فرشتے بھی اترتے ہیں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی زمین پر اترتے ہیں اور لوگوں سے ملتے ہیں ملاقات کرتے ہیں مصافحہ کرتے ہیں۔

جب اعتکاف کا تذکرہ آتا ہے۔ اعتکاف کے تذکرے میں بھی یہ بات آپ کے سامنے ہے کہ رات اور دن کے بغیر اعتکاف مکمل نہیں ہوتا ایسا نہیں ہے۔ آپ دن کو بیٹھ گئے اور شام کو آپنے گھر چلے گئے رات کا ہونا اعتکاف میں ہے۔ جب لیلۃ القدر کو ڈھونڈنے کا تذکرہ آتا ہے تو وہاں بھی یہ حضور پاک ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر کو طاق راتوں میں تلاش کیا کرو۔ تم بھی لیلۃ القدر کو طاق راتوں میں تلاش کرو اور خواب کا جب تذکرہ آئے گا تو اگر آپ دن میں بھی خواب دیکھتے ہیں تو وہ بھی دراصل رات ہی کے حواس کے شمار ہونگے یہ نہیں ہو گا کہ صاحب آپ کہے جی دن کا خواب ہو دن کا اگر خواب ہوتا تو دن کے جو حواس وہ مغلوب ہو جاتے۔ دن کے حواس مغلوب ہونے کا مطلب ہی یہی ہے کہ اب آپ دن کے حواس نکل کر رات کے حواس میں داخل ہو جائے گے بھلے وہ دن ہو سورج نکلا ہوا ہو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا ایسا نہیں ہو گا کہ آپ دن میں بیٹھے ہوئے ہیں آنکھیں کھولی ہوئی ہیں۔

سورج بھی ہے دھوپ بھی ہے اور آپ خواب دیکھنا شروع کر دیں تو خواب دیکھنے کے لئے دن کے حواس کی نفی ہونا ضروری ہے تو اب دو باتیں آپ نے سمجھ لیں ہیں سمجھ میں آگئیں ہیں وہ یہ ہے کہ انسان کی زندگی کا دارومدار، وہ زندگی دنیا کی زندگی ہو، وہ زندگی مرنے کے بعد کی زندگی ہو، دائرے کے باہر دو حواس ہیں جب تک دو حواس نہیں ہونگے زندگی کی تکمیل نہیں ہو گی۔ جب تک دو حواس نہیں ہونگے۔ آپ کا پیدا ہونا والا بچہ کبھی دوسرے دن میں داخل ہو نہیں سکتا اب یہ رات کے بغیر ہم دن کا بھی تذکرہ نہیں کر سکتے آپ جب یہ کہتے ہیں کہ ایک دن کا بچہ پھر آپ کہتے ہیں دس دن کا بچہ، دس دن کے بچے کا مطلب یہ ہوا کہ یہ بچہ دس راتیں اپنی عمر گزار چکا ہے اس لئے اسے دس دن کہا جاتا ہے۔ ایسا نہیں ہوتا کہ ایک دن کا بچہ پیدا ہوا اس نے رات ایک بھی نہیں گزاری اور آپ اسے کیسے کہے دیں دس دن کا بچہ بھی ہے لیکن اس کے پیچھے بھی رات ہے یہ رات اور دن کا اس طرح سمٹے ہوئے ہیں کہ کائنات کی ہر مخلوق کے اوپر اس کے بغیر انسانی زندگی ہو، درخت کی زندگی ہو، پرندوں کی زندگی ہو، چوپائے کی زندگی ہو، تکمیل ہے۔

اب اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں جب رات اور دن کا فرماتے ہیں تو کہ ہم رات کو دن میں داخل کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں ہم رات میں سے دن کو نکال لیتے ہیں اور دن میں سے رات کو۔ پھر یٰسین شریف میں ارشاد فرماتے ہیں ہم رات پرسے دن کو اُدھیڑ لیتے ہیں اور دن پر سے رات کو اُدھیڑ لیتے ہیں۔ اب رات کو دن میں داخل کرنا دن کو رات میں داخل کرنا۔ رات میں سے دن کو نکال لینا اور دن میں سے رات کو نکال لینا، دن پر سے رات کو ادھیڑ لینا اور رات پر سے دن کو ادھیڑ لینا ہمیں اس طرح متوجہ کرتا ہے کہ رات اور دن کی حیثیت ثانوی ہے اصل چیز جو ہے جہاں دن داخل ہوتا ہے اور رات نکل آتی ہے جہاں رات داخل ہوتی ہے دن نکل آتا ہے۔ اور جس کے اوپر سے دن

www.ksars.org

اور رات کو ادھیڑ لیا جاتا ہے۔ بہت ہی توجہ کی ضرورت ہے بڑی گہرائی میں آپ سمجھیں گے۔ ایک کپڑا ہے اس کے اوپر ایک اور کپڑا سیلا ہوا ہے اس کپڑے کا رنگ سفید ہے آپ اس کپڑے کو ادھیڑ دیں اس کپڑے کو ادھیڑنے کے بعد جو کپڑا ہے اس کا رنگ کالا ہے۔

آپ نے وہ بھی ادھیڑ لیا اب آپ یہ بتائیں کہ یہاں سے سیاہ یا سفید جو کپڑا ادھیڑا گیا ہے وہ اصل ہے یا کپڑا ادھیڑا گیا ہے وہ اصل ہے۔ کیا چیز اصل ہے بھئی ایک یہ میرا ہاتھ ہے اس پر سفید کاغذ چپکا ہوا ہے میں اسے پھاڑ لیتا ہو، ادھیڑ لیتا ہوں یہ سیلا ہوا ہے۔ جب میں نے یہ سفید کاغذ سفید کپڑا ادھیڑ لیا تو اس کے نیچے یہ کالا کپڑا ہے یعنی کالا کاغذ ہے۔ میں اسے ادھیڑ لیتا ہوں تو اصل کاغذ ہوا یا کپڑا ہوا یا ہاتھ ہوا۔ اب اس آیت پر ہمیں غور کرنا ہے اللہ تعالیٰ فرمار ہے ہیں کہ ہم رات کو دن کے اوپر سے ادھیڑ لیتے ہیں۔ دن کو رات کے اوپر سے ادھیڑ لیتے ہیں۔ رات کو دن میں داخل کر دیتے ہیں دن کو رات میں داخل کر دیتے ہیں۔ دن ہیں رات کو داخل کر دیتے ہیں۔ رات کو دن میں داخل کر دیتے ہیں۔ اس کا مطلب کیا ہوا اس کا مطلب یہی ہوا کہ رات اور دن دونوں کسی ایک بیس پر کسی ایک بساط پر قائم ہیں اصل جو بنیاد ہے اصل جو بحث ہے اصل جو بساط ہے وہ رات دن نہیں ہیں رات دن جس کے اوپر سے ادھیڑتے جا رہے ہیں وہ اصل ہے۔

کیوں بھئی سمجھ میں آگئی یا نہیں اور مثالیں دوں تو رات اور دن جو ہیں یہ طے ہو گیا۔ رات اور دن اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق، قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق، رسول اللہ حاضری کے مطابق رات بھی ایک حواس ہے اور دن بھی ایک حواس ہے اور اس کی مثال آپ نے سمجھ ہی لی بیداری اور سونا ان اللہ تعالیٰ یہ بیان کر رہے ہیں کہ رات اور دن کے جو حواس ہیں ان کی جو تفصیل ہے۔ اس کا کیا فارمولا ہے کہاں بن رہی ہے۔ اب آپ یہ بتائیں کہ میں بیٹھا ہوا ہوں باتیں کر رہا ہوں میرے اندر کوئی ایسی ایجنسی ہے کہ جس کے اندر دن داخل ہو جاتا ہے تو رات نکل آتی ہے۔ رات داخل ہو جائے تو دن نکل آتا ہے۔ کوئی ایسی ایجنسی ہے جس کے اوپر سے رات کو ادھیڑ دیتے ہیں تو دن نکل آتا ہے۔ دن کو ادھیڑ لیتے ہیں تو رات نظر آتی ہے اگر یہ ایجنسی گوشت پوست کی ہے اگر وہ حصہ جہاں سے ان حواس کو ادھڑا جا رہا ہے دماغ ہے، بھیجہ ہے، دل ہے تو تجربہ یہ ہے کہ میں مر جاتا ہوں تو نہ میرے اندر رات داخل ہوتی ہے نہ دن داخل ہوتا ہے۔

جب میں مر جاتا ہوں ایک dade body میری پڑی ہوئی ہے۔ اب اس کے اوپر سے نہ رات گزر رہی ہے نہ دن گزار رہا ہے۔ اب اس کے اندر نہ رات داخل ہوتی ہے نہ دن داخل ہو رہا ہے۔ اب اس کے لئے غیب کوئی چیز ہے نہ بیداری ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہو گیا کہ گوشت پوست کو جسم یا مادیت یا میٹر وہ حصہ نہیں ہے اس کی رات اور دن حیثیت ہیں اگر حیثیت ہے تو مرنے کے بعد جو مرنے کے بعد جو dade body اس کو سونا بھی چاہئے۔ اس کو بیدار بھی ہونا چاہئے۔ حواس کی جو درجہ بندی ہے حواس کی وجہ سے جو احساسات پیدا ہوتے ہے وہ dade body میں بھی ہونا چاہئے اب dade body پڑی ہوئی ہے آپ نے دیکھا ہی ہو گا وہ ڈاکٹر لوگ کیا کرتے ہیں پوسٹ مارٹم کرتے ہیں سر کو بھی کھولتے ہیں، پیٹ بھی کھول لیتے ہیں یعنی جو بھی طریقہ ان کا پوسٹ مارٹم کا ہے بہر حال وہ جسم کو اکھیڑ دیتے ہیں الگ الگ دل الگ نکال لیتے ہیں، گردے الگ نکال لیتے ہیں اس پوسٹ مارٹم کے وقت یا کبھی کسی جسم نے کوئی مزاحمت کی، کوئی تکلیف کا اظہار کیا، کوئی سسکاری بھری، جب تک dade body نہیں ہے آپ کے پیر میں کوئی سوئی چبھو دے دماغ، پیر میں کوئی گدگدی اٹھاتا ہے پورے جسم میں ایک کرنٹ سا دوڑنے لگتا ہے اب مری ہوئے dade body کا آپ پیر کاٹ کر الگ کر دیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی کوئی مزاحمت ہی نہیں ہو گی۔

www.ksars.org

اس کا مطلب ظاہر ہے اس کے علاوہ ہم کچھ کہہ ہی نہیں سکتے۔ ہمارے پاس کوئی چارا ہی نہیں ہے۔ تو مادیت جو ہے وہ محض میڈیم کے کچھ نہیں ہے۔ مادیت کوئی ذاتی انرجی نہیں رکھتا۔ مادیت میں کوئی ذاتی فلم نہیں ہے اور مادیت کے اندر نہ سوچنے کی صلاحیت ہے، مادیت کے اندر نہ دیکھنے کی صلاحیت ہے، مادیت کے اندر نہ سونگھنے کی صلاحیت ہے۔ اور اگر مادیت کے اندر صلاحیت ہے تو ہم تسلیم کرتے ہیں۔ تو پھر ہمیں تاریخ انسانی میں کم از کم ایک دو مثال تو ضرور پیش کرنا ہو گی۔ کہ کسی مردہ آدمی نے سویا ہے، کسی مردہ آدمی نے کھایا ہے، کسی مردہ آدمی نے محسوس کیا اور کوئی مردہ آدمی اٹھ کر بیٹھ گیا ہو۔ اب مادہ جب ذاتی طور پر سنتا ہے نہ دیکھتا ہے، نہ محسوس کرتا ہے، نہ سوتا ہے نہ جاگتا ہے اس تسلیم کرنا جو ہے کہ کوئی ایجنسی ایسی ہے جو مادے کو حرکت دے رہی ہے، مادے کو سولا رہی ہے اور مادے کو اس میں اپنا میڈیم بنا رکھا ہے۔

وہ چیز کیا ہے سیدھی سی بات ہے وہ چیز روح ہے۔ روح جب تک جسم انسانی میں، درخت کے جسم میں، کبوتر کے جسم میں، بھینس کے جسم میں، پہاڑ کے جسم میں، زمین کے ذرات یں موجود ہے، حرکت ہے، زندگی ہے، حواس ہے اب جب روح اس ذرے سے اپنا رشتہ توڑ لیتی ہے۔ نہ حرکت ہے، نہ زندگی ہے، نہ حواس ہے۔ اب یہ رات اور دن کا جو ادھیڑنا ہوا رات میں دن کو داخل ہونا۔ دن یں رات داخل ہونا یہ سب کا سب روح کے اندر ہے۔ جب روحانی آدمی اس بات سے واقف ہو جاتا ہے تو مادیت ایک فیشن اور مفروضہ جسم کے علاوہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا تو اس کے ذہن میں یہ بات آجاتی ہے دراصل یہ رات دن کا داخل ہونا رات میں سے دن کا نکلنا دن میں سے رات کا نکلنا یہ ساری کاریگری روح کے اندر ہے۔ روح کے اندر دن کا نکلنا۔ روح کے اندر رات کا داخل ہو جانا گم ہو جانا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ روح انسانی جسم کو رات اور دن کے حواس کی اطلاع فراہم کرتی ہے۔

جب روح یہ کہتی ہے اب دن ہے تو انسان دن دیکھتا ہے۔ اور دن کے حواس میں جو پابندی ہے اسے محسوس کرتا ہے اور روح جب ہمیں یہ اطلاع فراہم کرتی ہے کہ یہ رات ہے تو انسانی جسم کے اور رات کے حواس کی تمام کیفیات اب خود پیوست کرتی ہے۔ اب وہ کیا ہے؟ کیا ذات ہے؟۔ روح ایک تو وہ روح ہے جو ہماری زندگی ہے لیکن روح قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو بھی کہا ہے... تنزل الملائکۃ والروح... کہ اس رات میں فرشتے اور جبرائیلؑ زمین پر اترتے ہیں اور اس رات میں جتنے فرشتے اور جبرائیلؑ زمین پر اترتے یں اس کو اللہ تعالیٰ نے لیلۃ القدر کہا ہے اب لیلۃ القدر کیا چیز ہے... لیلۃ القدر خیر من الف شھر... یہ لیلۃ القدر کی تعریف یہ ہے کہ ایک انسان ایک رات یں جنت کے حواس استعمال کرتا ہے لیلۃ القدر یں اس انسان کے اندر وہ ایک ہزار مہینوں کے برابر حواس کی رفتار ہو جاتی ہے۔ خیر المن... ایک مہینے ایک مہینہ ہوا دراس معنی خیر المن... کہ لیلۃ القدر میں جو حواس کی رفتار ہے وہ ایک ہزار مہینوں سے زیادہ ہے۔

اب ایک ہزار مہینوں سیدھی سی بات ہے ایک ہزار مہینہ میں تیس ہزار راتیں ہو نگی، تیس ہزار دن ہونگے۔ جب تیس اور تیس ساٹھ یہ لیلۃ القدر ایک ایسا فارمولا ہے قدرت نے ایک ایسا سسٹم بنا دیا ہے۔ کہ اگر یہ انسان کے اندر حواس کی رفتار تیز ہو جائے اور کوئی انسان لیلۃ القدر میں داخل ہو جائے۔ تو وہاں صورت یہ ہو گی کہ عام رفتار جو ایک گناہ ہے وہ ساٹھ ہزار گناہ ہو گی۔ یعنی اگر آپ ایک میل دیکھ لیں تو آپ کی دیکھنے کی رفتار ساٹھ میل ہو گی۔ یا ساٹھ ہزار میل دور دیکھتے ہیں۔ اگر آپ ایک گھنٹے میں تین میل سفر کرتے ہیں آہستہ آہستہ

www.ksars.org

18=3×6 کتنے ہو گئے جی...؟ایک لاکھ ۸۰ ہزار میل چلیں گے اگر آپ لیلۃ القدر کے حواس سے واقفیت حاصل کر لیں تو لیلۃ القدر وہ فضیلت ہے وہ فضیلت یہ ہے کہ فرشتے اترتے ہیں حضرت جبرائیل اترتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق ان لوگوں نے جن لوگوں نے طاق راتوں میں جاگ کر عبادت کر کے، دن کے حواس کی نفی کر کے، اعتکاف میں بیٹھ کر لیلۃ القدر کے حواس کی رفتار اپنے اندر داخل کر لی اب بندوں کو حضرت جبرائیلؑ نظر بھی آتے ہیں اور ان سے مصافحہ بھی کرتے ہیں۔

انسان کی جو زندگی ہے لائف ہے کچھ سمجھ میں آرہا ہے۔ میں آپ کو سمجھانے کے لئے بار بار کہہ رہا ہوں انسان کی زندگی میں رات کے حواس اور دن کے حواس جو ہے وہ لازم ہوتے ہیں۔ کوئی چیز، کوئی مخلوق، کوئی ذرہ ایسا نہیں ہے جو رات اور دن کے حواس سے آزاد ہو۔ انسان جب دن کے حواس میں ہوتا ہے۔ تو رات کے حواس نہیں ہوتے اور رات کے حواس ذریعہ ہیں غیب دیکھانے کا اور رات کے حواس ذریعہ ہیں غیب میں داخل ہونے کا، رات کے حواس ذریعہ ہیں حضرت جبرائیلؑ سے مصافحہ کرنے کا، تو انسان کو اللہ تعالیٰ نے یہ صلاحیت عطا کی ہے اگر وہ بیداری کے حواس میں ہوتا ہے تو قید و بند میں جکڑا ہوا ہوتا ہے۔ لیکن جب وہ دن کے حواس سے نکل کر رات کے حواس میں داخل ہوتا ہے تو قید و بند کے حواس سے آزاد ہو جاتا ہے اور اس کی رفتا ساٹھ ہزار گنا زیادہ ہو جاتی ہے۔ رسول اللہ معراج شریف میں تشریف لے گئے سب کو پتا ہے مسجد اقدس میں انبیاء علیہ السلام ان کی اتباع میں نماز پڑی۔

سب کو پتا ہے کہ آسمانوں میں تشریف لے گئے۔ جنت، دوزخ، آسمان، عرش، فرشتے سب کا حضور نے مشاہدہ فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی قربت حاصل ہوئی، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ''ہم نے اپنے بندے سے اتنی قربت کی کہ دو کمانوں کا فاصلہ رہے گیا یا اس سے بھی کم''، ''اور ہم نے اپنے بندے سے راز نیاز کیا یعنی ہم نے اپنے بندے سے ایسی باتیں کیں جو کسی سے نہیں کیں۔ راز و نیاز''، ''ہم نے اپنے بندے سے جو راز و نیاز کی باتیں کیں۔ ایسا بھی نہیں کہ خواب دیکھ لیا حقیقت ہے''، یعنی حضور پاک کے دل نے جو دیکھا جھوٹ نہیں دیکھا میں اس بات کی تصدیق کرتا ہوں میرے محبوب بندے نے جو کچھ مجھ سے باتیں کیں وہ مجھ سے ہی ہیں۔ لیکن ساتھ ساتھ یہ بھی ہے کہ جب حضور پاک تشریف لائے، جس طرح بستر مبارک گرم تھا، کنڈی ہل رہی تھی۔

اب لوگ کہتے ہیں صاحب یہ تو بات سمجھ میں نہیں آتی کہ ہزاروں سالوں کا سفر حضور کر آئے بستر بھی گرم ہے کنڈی بھی ہل رہی ہے تو اگر مجھ سے یہ سوال کیا جائے تو بھئی تم خواب دیکھتے ہو میلوں میل سنکیڑوں میل، ہزاروں میل ایک آدمی اپنے آپ کو دیکھ رہا ہے کہ میں پہاڑی پر کھڑا ہوا ہوں یہاں پر پیر میں مچھر نے کاٹ لیا وہ وہاں سے واپس آگیا وہ واپس آجاتا ہے میلوں میل یہ سفر کیسے ہو گیا اگر آپ کہے کہ خواب کوئی حقیقت نہیں ہے تو اصل بات یہ ہے کہ حقیقت ہی خواب ہے اس لئے کہ ہم جب اسے رات کے حواس قرار دیتے ہیں تو رات کے حواس تو غیب کی دنیا میں داخل ہونے میں آتے ہیں۔ ہم جب پیدا ہوئے تو ہماری اصل کہاں ہے دنیا یہاں ہے یا غیب میں ہے۔ کہاں ہے ہم جب مر گئے ہم کہاں گئے دنیا میں رہے یا غیب میں رہے۔ ہم جب پیدا ہوئے تو ایک سال کے ہو کر دو سال کے ہوئے تو وہ ایک سال ہمارا کدھر گیا ہم ابھی دس سال کے ہیں پندرہ سال کا ہونا ابھی باقی ہے۔

یہ تین سال کہاں ہیں؟ کہاں ہیں بھئی تین سال...؟ تو جو غیب کی بات ہے غیب کے علاوہ تو کائنات کا وجود ہی نہیں اور یہ غیب سارا کا سارا کائنات ہے۔ رمضان المبارک کا مہینہ اللہ تعالیٰ نے اس لئے بنایا۔ اچھا جو روزہ ہے وہ کوئی بھی مذہب ایسا نہیں ہے جس میں روزہ نہ

www.ksars.org

ہو۔ ہر مذہب میں روزہ ضرور ہے یہ الگ بات ہے کہ کس طرح ہے بعد میں لوگوں نے گڑبڑ بھی کر دی۔ لیکن ہر مذہب میں روزہ ضرور ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے زمانے سے لیکر سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام تک ہر مذہب میں آپ کو روزہ ضرور ملے گا۔اب روزے کے بارے میں جب ہم غور و فکر کرتے ہے تو ایک ہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ روزہ دراصل دن کے حواس سے نکل کر رات کے حواس میں داخل ہونے کی جدوجہد اور کوشش کرنا ہے۔ سوتا ہوا آدمی کھانا نہیں کھاتا، سوتا ہوا آدمی پانی نہیں پیتا، سوتے ہوئے آدمی کو برا نہیں لگتا، سویا ہوا آدمی غصہ نہیں کرتا ہے وہ سحری میں آپ نے کھالیا منہ بند کر لیا کیا یہ آپ رات کے حواس ہیں داخل نہیں ہو گئے۔

سارے دن منہ سوکھ رہا ہے، ہونٹ چیخ رہے ہیں، زبان خشک ہو رہی ہے، حلق میں کانٹے پڑ گئے پانی نہیں پی رہے یہ آپ عملی جدوجہد کر رہے ہیں اور رات میں جب سوتے ہوئے ہیں تو ایسا ہوتا ہے۔ تو روزے کا جتنا بھی پروگرام ہے اس کو ایک لفظ ہیں آپ بیان کر سکتے ہیں کہ روزہ دن کے حواس کو چھوڑ دے یا دن کے حواس پر قابو پا لیا۔اب سب حلال چیز ہے آپ نہیں کھاتے، کوئی بھی حلال کام ہے جو روزے میں ممنوع ہے آپ نہیں کرتے وہی چیز آپ رات بھر خواب میں کرتے ہیں۔ تو آپ کے اوپر نہ اس کی کوئی سزا ہے نہ جزا ہے۔ صبح سے شام تک ایک ہی ذہن آدمی کا ہوتا ہے کہ میں اگر بھوکا ہوں تو اللہ کے لئے، میں اگر پیاسا ہوں تو اللہ کے لئے، کوئی نہیں بھی دیکھتا ہے آپ کو آپ چپ چاپ جاکر پانی پی لیں۔آپ کمرے میں بیٹھ کر کنڈی لگا کر روٹی کھالیں۔ لیکن نہیں آپ کے ذہن میں ہے یہ میں نے سحری کھانے کے بعد منہ بند کیا اس لئے بند کیا کہ آدمی رات کے حواس میں نہیں کھاتا لہذا وہ دن کے حواس میں نہیں کھاتا تو جب پوری نوع انسانی میں سوتا ہوا آدمی پانی نہیں پیتا اس لئے آدمی جو روزہ رکھتا ہے پانی نہیں پیتا۔

ایک دن پتا چلا کہ یہ روزہ دراصل دن کے حواس کو رد کرنے کا ایک عمل ہے اور دن کے حواس کو رد کر کے رات کے حواس میں داخل ہو نے کے لئے ایک طریقہ ہے، اللہ کے لئے آپ سب لوگ کام کر رہے ہیں۔ اللہ غیب کے علاوہ کیا ہے۔ اللہ ہی تو غیب ہے یعنی ہر وہ آدمی جو روزہ رکھے ہوئے ہیں وہ مسلسل اس بات کی مشق کر رہا ہے کہ مجھے مسلسل غیب کے اندر داخل ہونا ہے اور غیب کے اندر داخل ہو کر اللہ کو دیکھنا ہے۔ اللہ کے لئے ہے نا، تیس روزے دراصل اس بات کی مشق تیس روزے اس بات کا پروگرام ہے۔ کہ انسان رات کے حواس جو غیب کی دنیا ہیں داخل ہو جاتے ہیں ان کو اپنے اوپر غالب اور دن کے حواس جن حواس میں انسان غیب کی دنیا کے دور ہو جاتا ہے۔ چھوڑ دیتا ہے مسلسل تیس روزے رکھنے کے بعد انسان کے شعور میں انسان کے ان حواس میں، رات کے حواس ہیں اس میں انوار کا ذخیرہ ہو جاتا ہے اب اگر یہ رات کے حواس کو دن میں منتقل کر لیں یا رات کے حواس میں جو بیدار رہے بھئی رات کے حواس میں بیدار ہونے کا مطلب یہی ہوا نہ کہ آپ رات میں جو کچھ کر رہے ہیں دن میں کرنا چار ہے ہیں تو آپ کی ذہن کی رفتار ساٹھ ہزار گنا ہو جائے گی۔

یہ رمضان المبارک کی رات جیسے کہا گیا ہے کہ طاق راتوں میں آپ جاگیں، عبادت کریں، دن میں تو آپ ویسے ہی جاگ رہے ہیں بھوکے پیٹ نیند نہیں آتی شروع شروع میں نہیں آتی دو چار روزے میں لیکن آپ سحری افطار باقاعدہ ایک پروگرام کے تحت کریں بہت سارا پیٹ بھر لیں تو نیند نہیں آتی بھئی، تین چار دن ہی وہ نیند کا غلبہ رہتا ہے تو نیند کا غلبہ لگنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے دن کے

www.ksars.org

حواس اتنے مجبور ہو جائے کہ آپ رات کا حواس کا دن کے حواس سے مقابلہ کریں۔یعنی رات کے حواس آپ کو سولانے کے لئے آپ اس میں سوتے نہیں ہیں جاگتے رہتے ہیں جاگنے کی حالت میں رات کے حواس تمام ہے۔طاق راتوں میں جب آپ رات کو جاگیں گے جب آپ رات کو جاگے گے تو جاگنے کی تو عادت آپ کو ویسے ہی پڑی ہوئی ہے۔اب نہ کھانے کی عادت بھی پڑ گئی۔ مسلسل اللہ کی طرف آپ کا ذہن لگا رہا کہ اللہ کیلئے کھائیں اللہ کے لئے جاگیں تو اللہ کے لئے آپ کا وجود کا مطلب ہی گہرا ہو گیا یعنی آپ ذہنی طور پر لاشعوری طور پر اللہ سے قریب ہو گئے۔

جب آپ طاق راتوں میں جاگتے ہیں تو راتوں کے حواس مغلوب ہو کر دن کے حواس کے اندر داخل ہو جاتے ہیں اور دن کے حواس رات کے حواس میں،اچھا دن کے حواس اور رات کے حواس مل جاتے ہیں تو آپ کی اسپیڈ ساٹھ ہزار گناہ ہو جاتی ہے۔اور آپ فرشتوں کو بھی دیکھتے ہیں اور حضرت جبرائیل علیہ السلام سے مصافحہ بھی کرتے ہیں اور نا معلوم کتنی غیب کی چیزیں ہیں۔لیلۃ القدر اس میں آپ جاگیں اور جب بھائیوں کو بہنوں کو اللہ تعالی نے روزے رکھنے کی توفیق عطا کی ہے وہ ان انوار سے جو تیس روزے سے ان کے اندر انوار کا ذخیرہ ہو جاتا ہے اور فائدہ اٹھانے کا یہی طریقہ ہے کہ بیس روز کے بعد کم از کم سوئیں۔روحانی سائنسدان تو یہ بھی کہتے ہیں کہ تین گھنٹے سے زیادہ سونا تو بیکار ہے چوبیس گھنٹے ہیں اللہ تعالی توفیق دے انسانوں کو ۲ گھنٹے ۴۵ منٹ سے زیادہ مت سوئے۔۔اختتام

www.ksars.org

پاکستان ٹیلی ویژن پر خصوصی انٹرویو (کراچی)

میزبان صاحب: معزز سامعین جو ہمارے اسٹوڈیو میں تشریف رکھتے ہیں خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب کے تعارف کے مطابق آپ نے نفسانی، روحانی موضوعات پر بہت سی کتابیں لکھیں ان کا تعلق نیو کراچی سے ہیں۔ پاکستان ٹیلی ویژن میں دوبارہ آپ سے ملاقات کے لئے بلوایا گیا ہے اس کے لئے بے شمار خطوط آئے ہیں سوالوں کا سلسلہ ہم تھوڑی دیر میں شروع کریں گے اور ساتھ ساتھ میں یہ بھی بتادوں کہ خواجہ صاحب روحانی ڈائجسٹ کراچی اور روحانی ڈائجسٹ انٹرنشنل کے ایڈیٹر بھی رہے ہیں۔ان کی کچھ کتابیں جو ابھی پروگرام میں دیکھائی تھیں میں یہ چاہوں گی کہ کچھ اور کتابیں آپ کو دیکھاؤں اور باقی کی کتابوں کا تعارف میں ساتھ ساتھ کرواتی جاتی ہوں اور رنگ وروشنی کا علاج اور یہ ہے محمد رسول اللہ ﷺ جلد اول، محمد رسول اللہ ﷺ جلد دوئم، محمد رسول اللہ ﷺ جلد سوئم، یہ ہے تجلیات، اور یہ جو کتاب ہے یہ عربی میں لکھی ہوئی ہے، اور یہ ہے نظریہ رنگ ونور، شہرہ آفاق لوح وقلم یہ ہماری آخری کتاب ہے جو کہ عربی میں لکھی گئی ہے۔اس کا مختلف زبانوں میں ترجمہ ہے عربی میں ہے اردو میں ہے اور انگلش میں ہے اور یہ بھی عربی میں ہی ہے۔ان کی کتابیں جن کا میں نے تھوڑا سا آپ سے ذکر کیا

میزبان صاحبہ: جی سب سے پہلے تو میں آپ سے یہ پوچھنا چاہوں گی کہ اسلام میں روحانیت کے حوالے سے مسلمان جو نفسانی، معاشرتی، معاشی وسائل سے دوچار ہیں ان کی وجوہات کیا ہیں اور ان کے حل کے لئے کوئی تدابیر آپ پیش کریں؟

خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جب ہم پیغمبروں کی تعلیمات پر غور کرتے ہیں تو پیغمبروں نے ہمیں دو علوم سے آشنا کیا ہے۔ ایک ظاہری علوم ہے اور ایک روحانی علوم ہے۔ مثلاً پیغمبروں کی تعلیمات کا نچوڑ یہ ہے کہ انسان دنیا میں رہے کر تھوڑی جدوجہد کوشش کرکے دنیا کے جتنے بھی وسائل ہیں اسے استعمال کریں اور انر کے دائرے میں رہتے ہوئے جو شریعت نے متعین کردیں ہیں ساتھ ساتھ وہ اپنے نفس سے بھی واقف ہوں اور انر کے بعد وہ اللہ سے بھی متعارف ہوں اللہ سے متعارف ہونے کے بعد اس سے آدمی اس سے بھی واقف ہوں جو اس کے اندر روح ہے اصل میں ہم جو کچھ سمجھتے ہیں وہ اپنے فیگر کو سمجھتے ہیں یہ ہی سب کچھ ہے۔ جبکہ یہ فیگر باڈی ہماری اصل نہیں ہے اصل ہماری روح ہے۔ جب تک ہمارے اندر روح ہے تو ہر قسم کے تقاضے موجود ہیں اور جب روح نکل جاتی ہے تو جسم موجود رہتا ہے لیکن کوئی تقاضہ موجود نہیں ہوتا مثلاً ایک مردہ جسم ہے اس کا جسم تو ٹھیک ہے لیکن اسے نہ بھوک لگتی ہے، نہ پیاس لگتی ہے نہ اس کے اندر کسی قسم کا کوئی جذبہ پیدا ہوتا ہے نہ اس کے اندر کوئی احساس اجاگر ہوتا ہے۔

اور جب تک روح ہے تو انگوٹھے میں پیر کے انگوٹھے میں آپ سوئی چبھ جائے تو دماغ کو محسوس ہوگی لیکن ایک مردہ جسم کا جب پوسٹ مارٹم کرتے ہیں اسے کچھ پتا نہیں چلتا وہ ہر چیز کاٹ دیتے ہیں تو انسان کی اصل چیز جو ہے وہ روح ہے اور روحانی علوم سے بے خبری یا روحانی علوم سے دوری وہ مسلمان کو اور پوری نوع انسانی کو غیب سے دور کردیتی ہے اور روحانی تعلق ہی انسان کو غیب کی دنیا سے تعلق رکھتا ہے وہ بیماریوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ تو مسلمانوں کی زبوحالی، پریشان حالی، ذلت اور رسوائی جو ہے اس کی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنے اسلاف

www.ksars.org

کو چھوڑ کر روحانی علوم کی طرف سے توجہ ہٹالی اور اپنی تمام جو توجہ ہے دنیاوی علوم کی طرف کر دی۔ اس کا حل یہ ہے کہ ہم جدید علوم سیکھتے ہوئے بھی اللہ اور اللہ کے رسول اللہ ﷺ کے مطابق قرآن کریم تفکر اور غور کریں اور اس ہیں سے روحانی علوم کو تلاش کریں۔

جیسے ہی ہم کامیاب ہو جائیں گے تو ہمارے اوپر سے یہ شک بھی ختم ہو جائے گا اور ہمارے اوپر جو ذلت اور رسوائی ہے ساری دنیا میں ہم اس سے بھی نجات حاصل کر سکتے ہیں۔ حضور پاک ﷺ نے فرمایا ہے کہ جس نے اپنی روح کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس نے اپنے رب کو پہچان لیا اس نے ساری کائنات کو پہچان لیا۔ ہم اس بات پر غور نہیں کرتے لیکن یہ جو بھی ترقی ہے اس دنیا میں موجود ہے، موجودہ سائنس ہے یہ بھی اگر کہا جائے تو ایک طرح یہ فلسفہ ہے، فکر ہے، غیب ہے جب انہوں نے سائنسدانوں نے اس پر ریسرچ کی، تلاش کیا تو موجود ہے، مسلمانوں کے اندر سے تفکر نکل گیا، ریسرچ نکل گی، غور و فکر نکل گیا، وہ اس طرح سے جو بھکاری بن گیا ہے مسلمان۔ غیر مسلم ہر نئی ایجاد کر لیتے ہیں، جہاز بنا لیتے ہیں تو جب ہم ان کے محروم ہو گئے ہیں اور ان کے جو مجبور ہو گئے تو ظاہر ہے ہمیشہ دنیا میں جو علوم کی اور ریسرچ کی ایجادات کی حکمرانی رہی ہے۔

ہمارا منشاء اس سے نکل گیا ہے ہم تو بے حال ہو گئے تو اس طرح واحد کام یہ مسلمان اللہ اور اللہ کے رسول کے احکامات کی تکمیل کریں اور قرآن پاک میں غور و فکر کر کے اپنی ذات کو اپنے اندر کو اپنی روح کو تلاش کریں۔

میز بان صاحبہ: عظیمی صاحب نماز قائم کرنے کا حکم قرآن میں بار بار آتا ہے اور نماز جو ہے اسلام کے جو ارکان ہیں ان میں سب سے زیادہ اہم رکن ہیں تو آپ ہمیں نماز کے روحانی اور جسمانی فائدوں سے متعلق بتائیں؟

عظیمی صاحب: نماز ایک اسلام میں ایسا رکن ہے کہ اور ایسا فرض ہے کہ اس کو کسی بھی حال میں چھوڑا نہیں جا سکتا اگر وہ قضا بھی ہو جائے تو اس کا حکم ہے وہ بعد میں ادا کیا جائے۔ نماز کے جسمانی اور روحانی دونوں فائدے ہیں۔ نماز کے جسمانی فائدے یہ ہیں ایک تو انسان کے اندر وقت کی پابندی پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً وہ جب پانچ وقت کی نماز پڑے گا تو پتا ہے کہ فجر کی نماز اس وقت ہوتی ہے ظہر کی اس وقت ہوتی ہے۔ دوسری یہ کے نماز کے لئے ضروری ہے کہ آپ پاکیزہ ہو، صاف ستھرے کپڑے پہنے تو آپ کے اندر پاکزگی اور طہارت پیدا ہو جایئے گی۔ دوسری یہ کے اجتماعیت بھی ہے آپ جب مسجد میں جائیں گے تو اپنے محلے والوں سے ملاقات کریں گے۔ تیسری یہ ہے کہ نماز میں تو اگر آپ غور کریں نماز کے ارکان پر تو یہ ایک مکمل ورزش ہے ایک ایکسر سائز ہے۔

اگر اس ایکسر سائز کو پورا کردیں یعنی نماز کو صحیح طریقے سے ادا کرلیں تو جسمانی بیماریاں آپ کی ساری دور ہو جاتی ہیں مثلاً پیٹ کے امراض نمازی لوگوں کو بہت کم ہو گی مثلاً یہ کمر کی تکلیف بہت کم ہو گی، مثلاً یہ کہ مرگی کے دورے سے آدمی نجات پا لے گا اور یہ جو وہ کیا کہتے ہیں ذہنی خلفشار، پریشانی یہ وہ آدمی دیکھیں جتنے بھی دل کے مرئض ہو تے ہیں، شوگر کے مرئض ہو تے ہیں ان کو ڈاکٹر یہ کہتے ہیں صبح شام ٹہلو سیر کرو۔ سیر اور ٹہلنے ہے جو فزیکل ہماری ایکسر سائز ہوتی ہے ہمارے جسم دوران خون تیز ہوتا ہے۔ ہمارے اجسام میں چربی پیدا ہوتی ہے تو جب آپ نماز پڑھتے ہیں تو نماز کے ارکان پورے کرتے ہیں تو اس میں جسم کے ہر ہر عضو جو ہے وہ متحرک ہو جاتا ہے اور دوران خون تیز ہو جاتا ہے۔ کیونکہ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ جب آدمی نماز کی نیت

www.ksars.org

باندھتا ہے وہ یہ کہتا ہے اللہ واکبر تو اس طرح یہ ہوتا ہے کہ اس میں دنیا کی ہر چیز کی نفی کر کے واحد ذات اللہ کو بڑا مان لیا ہے یعنی اس کی جو شعور ی استطاعت ہے وہ لاشعور میں منتقل ہو جاتی ہے اور لاشعوری استطاعت جو ہے وہ یہ ہے جوانسان کو شعوری طور پر ایکٹیو رکھتی ہے۔

اگر لاشعوری استطاعت کسی کی کم ہو جائے تو وہ آدمی اتنا سمجھدار اور عقل مند نہیں ہوتا۔عقل مند اور سمجھدار آدمی وہ ہوتا ہے جو اپنی لاشعوری تحرکات کو شعور میں اس کی پورے معنی اور مفہوم کے ساتھ قبول کر لیتی ہے۔ تو نماز پڑھنے سے لاشعور ی کیفیات جو ہے بہت اچھی ہو جاتی ہے شعور طاقت ور ہو جاتا ہے۔اب صبح سویرے سویرے آپ اٹھتے ہیں اب صبح کی سیر اس میں توفیق جناب آپ کو زیادہ ملتی ہے آپ گھر سے جاکر مسجد میں نماز پڑھ لیں یا خواتین گھر میں ہی نماز پڑھتی ہیں اٹھتی ہیں کھلی ہوا ہوتی ہے۔ تازہ تازہ ہوتی ہے جب انہیں ملتی ہے تو اس سے ان کے پھیپھڑے زیادہ طاقت ور ہو تے ہیں۔ سانس کی نالیاں ان کی زیادہ کھولتی ہیں۔ناک کی بیماریاں بہت زیادہ ختم ہو جاتی ہیں۔اسی طرح وضو کر نا بھی بہت ضروری ہے۔نماز سے پہلے اب جب آپ وضو کرتے ہے تو آپ کی آنکھیں صاف ہوتی ہیں منہ صاف ہوتا ہے چہرہ صاف ہوتا ہے۔

اب دیکھیں آپ جتنا تھکے ہو ئے ہوں آپ منہ دھولیں ایک دم آپ کو فریش ہو جائیں گے۔تو آپ پانچ دفعہ فریش ہو جاتے ہیں وضو کرنے سے اچھا اس میں آپ یہ دیکھیں کہ صاحب کہیں منہ دھونا ہے۔کہیں کہنیاں دھونا ہے پھر سر کو بھی ٹھنڈا کرنا ہے گردن کا بھی مسح کر نا ہے تو پیر بھی دھونے ہیں تو تقریباً آدھا غسل ہو جاتا ہے۔ توپانچ وقت آپ نماز کے پابند ہو جائیں تو پانچ وقت تو آپ روزانہ آدھا غسل کر رہے ہیں۔اب اس غسل کی جو دوسری پا کیز گی ہے کہ ہم پاکیزگی کے لئے وضو کر رہے ہیں تاکہ ہم اللہ کے دربار میں حاضر ہو سکیں۔اور اس میں اس جسمانی فوائد کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے تو بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے تو یہاں تو وقت تھوڑا سا ہے۔

تو نماز کا روحانی فائدہ یہ ہے کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا الصلوٰۃ المراج المومنین...کہ نماز جو ہے مومن کے لئے معراج ہے، معراج جو ہے اس کا مطلب اگر کوئی آدمی صحیح طریقے سے ادا کرلے تو اس کا تعلق غیب کی دنیا سے ہو جاتا ہے۔فرشتوں سے ہو جاتا ہے، جنات سے ہو جاتا ہے، اللہ سے ہو جاتا ہے، اللہ کے آسمانوں سے ہو جاتا ہے، یہ وہ عجائبات سماوئی اور عجائبات ارضی نمازی کے سامنے آجاتے ہیں الصلوٰۃ معراج...پھر اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا کہ ''اگر صحیح طریقے سے نماز ادا کرلی جائے تو انسان کو نماز تمام برائیوں سے خوہشات سے روکتی''اس کے علاوہ جب آپ اپنے انر سے واقف ہو جائے گے تو انر سے آپکا رشتہ قائم ہو جائے گا تو آپ کے اندر ایک فکری صلاحیت پیدا ہو جائے گی آپ ذہین یکسو ہو جائے گے، آپ کے دماغ میں حکمت آنی شروع ہو جائیں گی اللہ تعالیٰ کی آپ کو خواب سچے نظر آئیں گے۔آپ مستقبل آپ کے اندر صلاحیت پیدا ہونی شروع ہو جائے گی آپ کے چہرے پر ایک نور آجائے گا۔جو نمازی ہوتے ہیں دیکھاوے کی نماز نہ پڑی جائے تو ان کے چہرے پر کوئی نور ہوتا ہے بڑے خوبصورت لگتے ہے۔

www.ksars.org

آنکھوں میں ایک قسم کی چمک آجاتی ہے ایک خاص قسم کی ایٹرکشن پیدا ہو جاتی ہے نمازی میں، تو نماز کے روحانی اور جسمانی فوائد بے شمار ہیں۔ بد قسمتی یہ ہے ہمارے یہاں نماز کے بارے میں سب سے زیادہ کہا جاتا ہے۔ بولا جاتا ہے۔ تقریریں بھی ہوتیں ہیں لیکن نماز کی طرف لوگ متوجہ تو ہوتے ہیں نماز قائم بھی کرتے ہیں، ادا بھی کرتے ہیں۔ لیکن نماز کی حکمت پر غور نہیں کرتے۔ اگر نماز کی حکمت پر جو روحانی اور جسمانی فوائد ہیں ان پر غور کیا جائے تو نماز ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔

میزبان صاحبہ: اچھا یہ سوال جو ہے ہمیں کربلا کے ٹرسٹ سے موصول ہوئے ہیں اور یہ جاوید اقبال صاحب نے بھیجا ہے وہ پوچھتے ہیں پروردگار سے نزدیک ہونے کے لئے کس طرح دل جمی اور توجہ سے عبادت کرنا چاہئے وہ کون سے اسم کا ورد کرنا چاہئے؟

عظیمی صاحب: یہ بات ہم سب لوگ جانتے ہیں کہ ہمیں اللہ دیکھ رہا ہے۔ ہمیں اللہ دیکھ رہا ہے اس بات سے ہر مسلمان واقف ہے کہ ہمیں اللہ دیکھ رہا ہے لیکن یہ بات ابھی ہمارے یقین میں شامل نہیں ہے کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے اب دیکھئے اگر ہمیں یقین ہو جائے کہ اللہ ہمیں دیکھ رہا ہے تو ہم بہت ساری برائیوں سے محفوظ رہے گے بہت ساری برائیاں نہیں کریں گے تو اللہ کی جو رسائی حاصل کرنے کا ایک تو یہ نماز کا ہی پروگرام ہے۔ نماز اگر آپ صحیح طریقے سے قائم کرلیں تو اللہ سے آپ کا رشتہ قائم ہو جائے گا۔ اللہ تعالی سے اور قربت کے لئے اللہ تعالی کے کسی اسم کا ورد کریں مثلاً یا حیی یا قیوم کا ورد کریں اللہ ھولا الہ اللہ...کا ورد کریں۔ بات یہ ہے کہ اسلام کے ارکان پر عمل کیا جائے اور ارکان پر عمل کر کے پھر کوئی ورد کیا جاتا ہے تو اس کا فائدہ ہوتا ہے۔ اب اس کے لئے یا حیی یا قیوم پڑھنا بہت مفید عمل ہے۔

میزبان صاحبہ: اچھا عظیمی صاحب پچھلے پروگرام میں آپ سے بات ہوئی تھی مراقبہ کے بارے میں تو آپ یہ بتائیں مراقبہ کس وقت کرنا چاہئے اور کس طرح سے کرنا چاہئے؟

عظیمی صاحب: اصل میں مراقبے کی تکنیک معلوم ہونی چاہئے تھوڑی سی تو وہ یہ ہے کہ مراقبے کا مطلب یہ ہے کسی چیز پر اپنے ذہن کو مرکوز کرنا۔ قانون یہ ہے کہ دنیاوی اعتبار سے یا دینی اعتبار سے جب تک آپ کی یہ مرکوزیت قائم نہیں ہو گی، آپ کو کامیابی حاصل نہیں ہو گی اب مثلاً آج کل امتحان کا زمانہ ہے بچے امتحان گاہ میں جائیں ان کے ذہن ہیں مرکزیت نہ ہو تو کوئی بھی بچہ پاس نہیں ہوئے گا۔ اسی صورت سے آپ کسی گھر میں ملازم ہیں اور وہاں آپ ذہنی خلفشار میں مبتلا ہو جائے تو وہ آپ کو تھوڑی دیر میں کہیں گا جی جاؤ چھٹی کرو۔ تو کوئی بھی کام جب تک اس میں مرکزیت نہیں ہو گی اس ہیں کامیابی نہیں ہو گی تو مراقبہ کا مطلب ہے ذہنی مرکزیت کے حصول کی کوشش کی جائے ذہنی مرکزیت حاصل کرنا۔ تو مراقبہ ایک ذہنی مرکزیت حاصل کرنے کا عمل ہے جو نہایت متاثر ہے اور اسکا طریقہ یہ ہے کہ آپ عارضی طور پر اپنے شعوری خیالات کے ساتھ آزاد ہو کر کسی ایک نقطے پر ذہن کو مرکوز کریں۔

مطلب یہی ہے آپ آنکھیں بند کر کے یہ تصور کریں کہ مجھے اللہ دیکھ رہا ہے، مجھے اللہ دیکھ رہا ہے، مجھے اللہ دیکھ رہا ہے۔ اللہ تو سب کو دیکھ رہا ہے لیکن میرے یقین میں یہ بات نہیں ہے کہ یعنی میں اللہ کے دیکھنے کو دیکھ رہا ہوں تو جب ہم بار بار اس طرف متوجہ ہوں گے تو مجھے اللہ دیکھ رہا ہے، مجھے اللہ دیکھ رہا ہے تو یقیناً ایک وقت ایسا آجائے گا میں یہ دیکھوں گا مجھے اللہ دیکھ رہا ہے تو میں نے یہ دیکھا کہ مجھے اللہ دیکھ رہا ہے تو کائنات کا جو حاکم ہے خالق ہے مالک ہے، قادر مطلق ہے۔ جب آپ نے اس کو دیکھ لیا اس سے آپ کا تعارف حاصل ہو گیا۔ اس

www.ksars.org

سے آپ کو قربت ہو گئی تو اب آپ یہ اندازہ کیجئے آپ کے ذہنی صلاحیت کتنی ہو نگی اتنی زیادہ صلاحیت ہو نگی کہ آپ ضرور دیکھ لیں گے آپ کہکشانی نظام میں داخل ہو جائے گے اور وہاں سے حکمت تلاش کر چکے ہیں تو مراقبے کا مطلب ہے ذہنی یکسوئی کے ساتھ تفکر کرنا۔ اس کے اوقات ہیں تو بہت اچھے اوقات عشاء کے بعد سونے سے پہلے وضو کر کے آنکھیں بند کر کے بیٹھ جائیں اور اس تصور کریں کے آسمان سے نیلی روشنی آرہی ہے اور اس میں بیٹھے ہوئے ہیں دوسرا وقت ہے صبح بیدار ہونے کے بعد مراقبہ کا جو ٹائم ہے وقفہ ہے۔ وہ پندرہ سے بیس منٹ تک ہوتا ہے۔ اور اس میں کامیابی میں تھوڑا وقت لگتا ہے لیکن ہمارا تجربہ یہ ہے کہ تین مہینے کے مسلسل عمل سے انسان اپنی اندورنی صلاحیت سے واقف ہو جاتا ہے۔ اور اس کے اندر سکون داخل ہو جاتا ہے اگر وہ روتا ہے تو ہنسے لگتا ہے۔ اگر وہ پریشان حال ہے تو کہتا ہے نہیں سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اللہ سب ٹھیک کر دے گا اس کے اندر ایک یقین پیدا ہو جاتا ہے تو مراقبہ ایک ایسا عمل ہے جو مسلسل کرنے سے انسانی جسمانی صحت بھی اچھی ہوتی ہے۔ انسان کا حافظہ بھی روشن ہوتا ہے۔ انسان کا ذہن بھی وسیع ہوتا ہے۔ دماغ بھی اس کا کھل جاتا ہے اور ساتھ ساتھ اس کے اس دنیا کے بعد کی جو دنیا ہے اسے سے بھی واقفیت حاصل کر لیتا ہے۔

بات یہ ہے پابندی سے اسے کئے جاؤ اور پابندی کی بات یہ ہے کہ آپ کا بچہ کبھی اسکول جائے کبھی نہ جائے تو وہ اگلی کلاس میں جائے گا۔ تو اسی طرح مراقبے کا بھی ہے تو یہ کورس ہے جس میں بسم اللہ...پڑھ کر بیٹھ جائے پاک صاف ہو کر وضو کر کے سو دفعہ دورد شریف پڑھیں۔ سو دفعہ یا حی یا قیوم پڑھیں آنکھیں بند کر کے تصور کریں کہ آسمان سے نیلی روشنی آرہی ہے یہ اس میں بیٹھا ہوا ہوں۔ بیٹھتے وقت ریلکس ہونا چاہئے جسم جو ہے ڈھیلا ہونا چاہئے نشست ایسی ہونی چاہئے جس کو بار بار آپ تبدیل نہ کریں۔ ماحول ایسا ہونا چاہئے جس میں شور نہ ہو۔ ممکن ہو تو آپ خوشبو لگا لیں اس لئے خوشبو لگانے سے بھی آدمی کا ماحول لطیف ہو جاتا ہے۔

میزبان صاحبہ: اچھا عظیمی صاحب ایک اور سوال ہمارے پاس آیا ہے۔ طارق محمود صاحب نے برطانیہ سے پوچھا ہے کہ خوشبو اور بدبو کا انسانی شعور سے کیا تعلق ہے؟

عظیمی صاحب: انسانی شعور کے واسطے سے یہ ہم بتانا چاہے گے آپ کو نوع شعور جہاں آجائے گا وہاں ٹائم اسپیس ضرور زیر بحث آجاتا ہے۔ شعور کا مطلب ہی اسپیس ہے اور ٹائم کی پابندی حد بندی ہے تو یہ دو چیزیں ہیں خوشبو بدبو کوئی دو چیزیں نہیں ہیں۔ یک ہی چیز ہے اس کا نام بو ہے۔ اصل چیز بو اب کا نام بدبو رکھ دیں گے تو اس کا ناگوار اگر کوئی چیز آپ کو ناگوار گزار رہی ہے اس کا نام بدبو رکھ دیا ہے اور اگر وہی بو آپ کو اچھی لگ رہی ہے اس کا نام خوشبو رکھ دیا جائے گا۔ تو جب شعور میں بھاری پن پیدا ہو گا تو ہمیشہ بدبو آرہی ہو گی اور جب اس کا شعور لطیف ہو گا تو اس کو خوشبو محسوس زیادہ ہو گی۔ اب اس کے اندر یہ نہیں کہ اس کا شعور لطیف ہے اسے بدبو آتی ہی نہیں ہے۔ مقصد یہ ہے کہ بدبو اور خوشبو میں ناگواری کے احساسات اور خوش گواری کے احساسات پائے جاتے ہیں۔ بدبو شعور کے اندر ناگواری کے احساسات پیدا کرتی ہے اور خوشبو شعور کے اندر خوش گواری کے احساسات پیدا کرتی ہے۔ اب یہی وجہ ہے کہ خوشبو پرفیوم سے ہوتی ہے۔ عطر سے ہوتی ہے۔ اصل میں یہ احساسات کی درجہ بندی ہے طارق محمود صاحب نے یہ بڑے غور سے سوال کیا ہے یہ اتنا بڑا سوال ہے کہ کم وقت ہیں اس کی تشریح مشکل ہے بس بات یہی ہے کہ بدبو جو ہے ناگوار احساسات پیدا کرتی ہے اور خوشبو جو ہے وہ خوش گوار احساسات پیدا کرتی ہے۔

www.ksars.org

میزبان صاحبہ Thank you: آپ سے ہماری بہت اچھی گفتگو رہی اور بہت سارے ناظرین نے یقینا بہت ساری معلومات ان کو ملی ہونگیں بہت سارے حوالوں سے کیونکہ پروگرام کا ٹائم کم ہے اور گفتگو کا سلسلہ ایسا ہے بہت دیر تک بات ہوتی رہی وہ بھی کم ہے بر حال بہت شکریہ آپ ہمارے اسٹوڈیو میں آئے۔ شکریہ بہت بہت شکریہ۔ اختتام

www.ksars.org

ایمان دار لوگ "پریشان" اور بے ایمان لوگ "خوشحال" کیوں ہو تے ہیں؟

زیادہ تر لوگ عبادت گزار ہو تے ہیں یا اللہ کے راستے پر چلتے ہیں وہ پر یشان ہو تے ہیں اور دنیا وی اعتبار سے جو لوگ بظا ہر اللہ سے دور ہوتے ہیں وہ خوشحال ہو تے ہیں۔ ظا ہر ہے اسلاف میں تو یہی نظر آتا ہے کہ جو لوگ مثلاً اسمگلر ہیں، ملا وٹ کرنے والے ہیں، منشیات کا کاروبار کرنے والے ہیں یا ہیرا پھیری کرنے والے ہیں وہ دنیاوی اعتبا ر سے خوشحال ہو تے ہیں ان کے بڑے بڑے گھر ہو تے ہیں گاڑیاں ہوتی ہیں اور جو لوگ ایمانداری سے اپنی زندگی گزارتے ہیں وہ بچارے نا خوش ہو تے ہیں ان کے پاس گھر اور گاڑی تو کیا کھانے کا بھی نہیں رہتا ہے بات یہ سمجھنے کی ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ کیا واقعی ایسا ہے کہ جو اللہ سے دو ستی کرے یا جو اللہ کے حکامات پر عمل کر ے اور اللہ اور اللہ کے رسول اللہ ﷺ کے قوانین کے مطا بق زندگی گزار ے وہ دنیا میں پریشان رہتا ہے اور جو اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے قوانین کے خلاف زندگی گزار ے وہ خوشحال ہوتا ہے۔

یہ سوال ہے اس قسم کے سوالات ہر انسان کے ذہن میں آتے ہیں جو بھی ذرا سا سمجھ دار ہے اس کے ذہن میں یہ بات آتی ہے یہ کیا بات ہے یہ سوال جس طرح عام لوگو ں کے ذہن میں آتا ہے میرے ذہن میں بھی آیا اور میں نے اپنے پیرومر شد حضور قلندر بابا اولیاءؒ سے پو چھاکہ یہ جو دنیا کا ایک نظام ہے غریبی امیری کا ایک طرف لوگ اتنے امیر ہیں انہیں یہ پتا ہی نہیں کہ ان کے پاس کتنا پیسہ ہے۔دوسری طرف لوگ بچارے اتنے غریب ہیں کہ نہ وہ بچوں کو پیٹ بھر کے روٹی کھلا سکتے ہیں،نہ وہ اپنے بچوں کو اچھا لباس پہنا سکتے ہیں اور نہ ہی وہ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کر سکتے ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے جن لوگوں کے پاس پیسہ ہے وہ اپنے بچوں کو اعلیٰ تعلیم دلا تے ہیں، اچھے اچھے اسکولوں میں پڑھاتے ہیں، با ہر بھیجتے ہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ کیوں کہ وہ غریب کے بچوں سے ممتاز ہوتے ہیں علم میں، لہذا حکومت بھی ان کے ہاتھوں میں چلی جا تی ہے تو جتنے بھی سلطنت گزری یا ہیں ان میں بھی ہم یہی دیکھتے ہیں کہ امیروں کے بچے جو ہیں وہی ہر جگہ کے حکمرا نی کر تے ہیں اور وہ امیر سے امیر تر ہوتے چلے جا تے ہیں اور غیریب غیریب تر ہوتا چلا جا تا ہے۔

یہ ایسا سسٹم ہے وہ پا کستان میں نہیں ساری دنیا میں اور آج سے نہیں ہزاروں سال پہلے سے بنی اسرائیل کے زمانے میں جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں بھیجا۔

www.ksars.org

یہی صورت حال جو فلاحین جو حکومت تھی ایک خاندان تھا مخصوص اب بادشاہ جو وہ حکمرانی فرماتے رہے اور مذہبی اعتبار سے ان کا تحفظ کرتے رہے مذہبی ٹھیکے دار بادشاہوں کا تحفظ کرتے رہے اور بادشاہوں کے انعام اکرام سے آج بھی یہی ہے مذہبی جو دانشور ہیں وہ حکومت کے ساتھ تعاون کر سکتے تھے اور حکومت ان کے ساتھ تعاون کرتی ہے تو اب اس ہیں اسی بات تو ہے ہی نہیں صاحب اس میں ایسا ہوتا ہے ایسا نہیں ہوتا ہے ایسا ہوتا ہے ساری دنیا میں ہو رہا ہے پاکستان میں بھی ہو رہا ہے،ہندوستان میں بھی ہو رہا ہے امریکہ میں بھی ہو رہا ہے ہر جگہ ہے تو مجھے حضور قلندر باباؒ اولیاءؒ نے اس بات کا جواب یہ دیا کہ پہلی بات تو یہ ہے اللہ تعالیٰ کی یہاں وسائل تقسیم و مساوات جو ہیں جو مساوات دولت کی مساوات یہ نہیں ہے کہ امیر آدمی کو ایک لاکھ روپے ملے گے تو غریب کو بھی لا زماً ایک لاکھ روپے ملے گے بلکہ مساوات جو اللہ کے یہاں ہے وہ ذہنی سکون ہے یہ ذہنی سکون جو ہے وہ اللہ تعالیٰ مساوانہ کر تے ہیں اب بظاہر طور پر یہ نظر آتا ہے کہ بھئی یہ بہت امیر کبیر آدمی ہے اگر آپ انہیں اندر سے دیکھیں تو بلاشبہ وہ ہم غریبوں سے بہت زیادہ پریشان ہیں بہت زیادہ ٹوٹے پھو ٹے ہیں نہ ان کے اندر یقین ہے نہ ان کے اندر کوئی خلو ص ہے عجیب ان کی صورت حال ہے ڈرے ہو ئے سہے ہو ئے خوف زدہ ان کی زندگی گزرتی ہے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے میرا جو یہ تجربہ ہے اور سالہ سال ہو گئے تو میں اپنے غریب بھا ئیوں کے پاس جا تا ہوں غریب بھا ئی بھی میرے پاس آتے ہیں امیروں کو بھی میں نے قریب سے دیکھا ہے ان کے اندونی حالات بھی میں نے دیکھے ہیں ابھی میں آپ ایک واقعہ سناؤ ایک صاحب ایک بہت بڑے مل کے مالک تھے وہ میرے پاس آئے اور بڑے ناراض، میں نے کہا کیا ہو گیا، وہ کہنے لگے بھائی بڑے خراب ہیں بڑے بے وفا ہیں میں نے چھوٹے بھا ئیوں کو اپنے سینے پر بیٹھا کر پالا پرورش کی تعلیم و تربیت دی ایسا ہے ویسا ہے بہت انہوں نے برا ئی کی، ان سے میں نے پوچھا با ت کیا ہوئی تو انہوں نے کہا بھئی ایک ہمارا ابا کا گھر ہے اس گھر میں کمرہ ہم نے توڑا تھا اس میں سے ایک دروازہ نکلا تو، میں دو سرا کمرہ بنا رہا تھا تو میں نے بھا ئیوں سے کہا یہ میں دو سرا کمرہ بنا رہا ہوں یہ دروازہ میں وہاں لگا لیتا ہوں تو بھائیوں نے کہا یہ تو ابا کا بنایا ہوا گھر تھا اس میں تو سب کا ورثہ ہے تم اپنا حصہ لے لو اور دروازہ لے جا ؤ ، انہوں نے کہا کیسا حصہ بھئی، انہوں نے کہا یہ ،باپ کا بنایا ہوا ہے،ہر چیز باپ کی ہے اس ہیں کیل بھی مشترک ہے سب بہن بھا ئی حصے دار ہے تو ا س میں ان کی آپس میں بہت لڑائی ہوئی، بھا ئی نے برا بھلا کہا انہوں نے کہا برے بھلے کی با ت ہی نہیں ہے شریعت میں جو ہے اس دروازے میں ساری شریعت آگئی خیر پھر میں نے کہا ہوا کیا یہ تو بتا ؤ ، وہ کہنے لگے بھی میں کیا کرتا میں نے وہ دروازہ لے لیا اور بھا ئیوں کو میں نے پیسے دے دیئے تو میں نے کہا یار تم بڑے بے غیرت آدمی ہو دروازہ چھوڑ دیتے کہنے لگے اگر میں چھوڑ دیتا تو میرا حصہ بھی جا تا، میل اونر ہے بڑی بڑی بلڈنگیں نام میں لینا نہیں چاہتا پردہ رکھنا چا ہئے اتنی بلڈنگیں ایسی ہیں جن میں ان کے ہسپتال ہیں صدر میں روٹ پر اور پتہ نہیں کہاں

www.ksars.org

کہاں،حال ان کا یہ ہے کہ چار بھا ئی پانچ بہبیں‌ایک دروازے کے سب نے پیسے لے لئے بڑے بھائی سے اور بڑے بھائی نے چھوٹے بھائیوں پر دروازہ اس لئے نہیں چھوڑا ان کا حصہ مانگا جا رہا تھا۔

اب آپ اندازہ لگا ئیں ایک غریب آدمی کا ایک امیر آدمی کا بھئی آپ سب لوگ بیٹھے ہو ئے ہیں ماشااللہ خوشی ہوتی ہے بڑے بھا ئی کو خوشی ہوتی ہے چھوٹے بھا ئی کہ کام چیز آجا ئے،چھوٹے بھا ئیوں کے یہ خوشی ہوتی ہے ہمارے بڑے بھا ئی کے یہ چیز کام آجا ئے لیکن وہاں ایک دروازے پر بھی حصہ ہوتا ہے اب اس سے اندازہ لگا یئے ان کے یہاں دو لت کا کیا معیار ہے اور جہاں دو لت کا یہ معیار ہو اہمیت ہو وہاں سکون نہیں ہوتا۔ ایک میں نے یہ دیکھا کہ انہیں صرف ایک بات کا ڈر رہتا تھا ہے کہ اگر ہمارے پاس دو ولت نہیں رہی تو ہم بے عزت ہو جائیں گے اور یہ واقعہ ہے کہ دو لتمند کو آدمی اس کی دو لت کے لئے سلام کر تاہے سلام کرتا ہے تو اسے بھی پتہ سلام دولت کے لیے اور جب وہ غریب ہو جا تاتو اسے کوئی سلام بھی نہیں کرتا۔

آپ کے سامنے شہنشاہ ایران کی مثال ہے ڈھا ئی ہزار سال تک اس نے حکومت کی دنیا کا امیر ترین آدمی لیکن دولت جب اس سے روٹھ گئی سلطنت ختم ہو گئی تو وہ مارا مارا پھیرا وہ ملک جو ا س کی میزبانی کو سعادت سمجھتے تھے اس کی مہمانی کرتے تھے اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہتے تھے کسی ایک ملک نے بھی اسے اپنے یہاں مہمان ٹھہرانا اسے ایک وقت کی روٹی کھلا نا گوارہ نہیں سمجھا ابھی ہوا نتیجہ اس کا یہ نکلا کہ جہاز میں اڑتے اڑتے کینسر کا بیمار ہو گیا جہاز میں ہی مر گیا اور اس کو اپنے ملک میں قبر تک نصیب نہیں ہوئی یہ آپ کے سامنے ہے اگر دولت مندی کا یہ ایران آپ کے سامنے پیش آیا جہاں شاہ با دشاہ کے ساتھ پیش آیا، مصر کے فاروق با دشاہ کے ساتھ پیش آیا اور ہمارے ملکوں میں بھی جب یہ حکمران ہو ئے یہ سارے جو ہیں ان کے ساتھ پیش آیااس سے تو ایک سنجیدہ آدمی اللہ سے توبہ استغفا رہی کرے گا یہ کہے گا سے دولت نہیں چاہئے کہ جس میں انسان اتناذلیل ہو جا ئے کہ اپنے ملک میں اس کو قبر بھی نصیب نہ ہوتو اب دیکھئے اب آپ غریب آدمی کا اور امیر آدمی کا سکون ایک جگہ رکھیں اس میں آپ کو یہ برابری ملے گی کہ اس کو قدرت نے بے شار وسائل دے دیئے لیکن اس سے سکون چھین لیااور غریب آدمیوں کے پاس وسائل کم ہیں لیکن ان کو امیر آدمیوں کے مقابلے میں سکون زیادہ ہے ایک تو یہ انھوں نے بتایا جو بات سمجھ میں آئی میں نے ذاتی طور پر اس معاملے پر جو غور کیا اس کی وجہ میری سمجھ میں یہ آئی کہ غربت جو ہے غربت اللہ کی طرف سے کسی کو نہیں ملتی آدھے خود ہی غریب ہو تے ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ جو زمین ہے اس زمین میں کو اپنا دسترخوان بنایااو ر اس زمین کو فری تقسیم کر دیا ایسا نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے امیر کو مفت دے دی ہو غریب کو مفت نہ دی ہو یہ امیروں نے اپنا تسلسل قائم کر کے غریبوں‌پران کو عزیت اور تکلیف پہنچا ئی لیکن جب بھی غریب آدمی امیروں کے خلا ف منظم اور متحد ہو گئے تو کچھ بھی نہیں ہوا شہنشاہ ایران جیسے آدمی ہے ذلیل و خوار ہو کر مر گئے تو اب اللہ ایک دستر خوان بچھا ہوا ہے

www.ksars.org

یہاں سے وہاں تک ہر چیز ہے امرود بھی پڑا ہو اہے سیب بھی پڑا ہوا ہے آم بھی کیلا بھی پڑا ہوا ہے ہر چیز پڑی ہوئی ہے اب آپ اس کو اٹھا تے ہی نہیں ہیں آپ اس کو استعمال ہی نہیں کرتے تو اس میں اللہ میاں کا کیا قصور اللہ میاں نے آپ کو کیوں غریب کر دیا بھئی ...ایک سرمایہ دار کی زندگی کا جب آپ مطالعہ کریں گے تو اس کی زندگی میں سوائے محنت محنت، محنت،محنت کے علاوہ آپ کو کچھ نظر نہیں آئے گا۔

بس اس کے ذہن میں ایک ہی بات ہے امیر بننا ہے مل لگانا ہے،فیکٹری لگا نی ہے،کاروبار کر نا ہے ایمانی بے ایمانی مکا ری دنگا با زی کسی بھی صورت سے مجھے دولت حاصل کر نی ہے اور وہ اس محنت میں لگے رہتا ہے اس کے برعکس ہم راج مزدور کو دیکھتے ہیں ان کے گھر والے بھی آتے ہیں ہمارے پاس گھر میں اگر آٹا ہے تو وہ محنت مزدوری کے لئے با ہرہی نہیں نکالتے بھئی جب شور مچتا ہے گھر میں کھا نے کو روٹی نہیں تب وہ کندھے پر رومال ڈال کر مزدوری کے لئے نکل لتے ہیں آٹھ دس دن مزدوری کرتے ہیں پھر آپ نے دیکھا ہوگا یہ جتنے رنگ کرنے والے آٹھ دن کا کام ہو گا دو مہینے میں یہ پورا کر تے ہیں کسی کار پینٹر کو لے لیجئے آپ اس کے پیچھے پیچھے ہی پھر تے رہے گے وہ آپ کا فرنیچر ز نہیں پو را کر ے گا جب اس کو پیسوں کی ضرورت ہو گی جب ہی آئے گا تو یہ جو دنیا ہے اس دنیا کا حصول جو ہے اس کا تعلق اس بات سے ہے آپ اس دنیا کے لئے کتنی جدو جہد کر تے ہیں کتنی کوشش کر تے ہیں جتنی جدوجہد کوشش آپ کر تے ہیں اسی کے حساب سے آپ کو نتیجہ نکال آتا ہے اب آپ یہ کہے گے صاحب غریب کے بچے بیکار ہیں انہیں نوکر ی نہیں ملتی امیروں کو نوکریاں مل جا تی ہیں اس میں بھی آپ یہ دیکھئے اب ایک بچے نے انجیر نگ پڑھ لی اس کی شان کے خلا ف ہے کہ وہ جو تا بنا ئے اس کی شان کے خلاف ہے کہ وہ مزدوری کرے اس لئے وہ سمجھتا ہے میں نے انجینیرَ کی ڈگری لے لیاب میں میرا کام تھوڑی ہے کہ میں زمین کھودوں یا میراکام تھوڑی ہے میں کوئی انڈسٹری لگا لوں یا میرا کام تھوڑی ہے میں کھڑے ہو کر صفائی کروں نتیجے میں وہ پر یشان رہتا ہے لیکن اب ہم دو سرے ممالک میں دیکھتے ہیں مثلاً امریکہ میں دیکھیں،فرانس میں دیکھیں،یورپ میں دیکھیں وہاں محنت مزدوری کی کوئی اہمیت ہی نہیں ہے وہاں لوگوں کو سب کو کام مل جا تا ہے تو اس میں اللہ کی طرف سے غریبی امیر ہی نہیں ہے آپ یہ نہ سمجھیں اللہ میاں نے ایک مخصوص طبقہ بنا دیا ہے کہ صاحب وہ طبقہ غریب ہی رہے گا وہ طبقہ امیر ہی رہے گا اللہ تعالٰی کی ایک زمین ہے جس طرح فری زمین ایک امیر آدمی کو ملتی ہے اس طرح فری زمین ایک غریب آدمی کو ملتی ہے، جس طرح ہوا مفت امیر لوگوں کو ملتی ہے اسی طرح ہوا غریبوں کو بھی ملتی ہے،دھوپ ہوا کون سی ایسی چیز ہے جو اللہ کی طرف سے نازل ہورہی ہے اور اللہ تعالٰی غریبوں سے پیسہ لے رہا ہے اور امیروں کو مفت دے رہا ہے۔

بات یہ ہے کہ غریب جو ہے اپنے آپ کو احساس کم تری میں مبتلا کر لیتے ہیں اور یہ سمجھ لیتے ہیں ہم کچھ نہیں ہیں وہ کچھ نہیں ہو جا تے اب آپ دیکھئے یہ ایک روایت ہے اپنے بزرگوں سے سنا ہے اور دیکھا بھی ہے ایک

www.ksars.org

آدمی امیر ہو جائے وہ سب کا رشتہ داراور بچارے غریب ہیں چھوٹا بھائی بھی ہو گا تو اس سے کہے گے ہاں ہمارے رشتہ دار ہیں‌تو اس کا مطلب یہ ہوا غریب خود امیر کو اہمیت دے رہا ہے دولت کی بنیاد پر اور اس کی وجہ سے وہ احساس محرومی میں مبتلا ہے اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے اللہ تعالیٰ نے جو ایک سسٹم بنایاہوا ہے ہر چیز جس طرح امیر کے لئے مختصر ہو رہی ہے کائنات میں غریب کے لئے بھی مختصر ہو رہی ہے بعد صرف محنت کی ہے آپ محنت کرے آپ کو ہر چیز حاصل ہو جا ئے گی۔

ایک مذہبی گروہوں‌ہے،طبقہ ہے اس کا م ہی یہ ہے کہ وہ انسانیت سے نکل کر فرشتے بننا چا ہتے ہیں‌اب ایک آدمی صبح کو تہجد میں اٹھا نا بہت اچھی بات ہے تہجد میں اٹھا اس نے جناب نفلیں پڑھیں صبح تک وظیفہ پڑھااس کے بعد جناب فجر کی نماز پڑھی پھر اشراق کی نفلیں پڑھی اشراق کے بعدچاشت کی نفلیں پڑھی چاشت کی نفلوں کے بعدظہر کا وقت آگیاظہر کی جنا ب نماز پڑھی ظہر جناب ابھی ختم ہی کیا تھا اور ٹائم کا وقت ہی پتا نہیں چلا اور پھر اللہ و اکبر عصر کی آذا ن ہو گئی مسجد میں چلے گئے ابھی وہاں سے چائے پی کر فارغ ہی ہو رہے تھے مغرب کی آذان ہو گئی مسجدمیں چلے گے مغرب کے بعد ابھی کھا نا بھی پو ری طرح سے نہیں کھایا تھا پھر مولانا جی نے آذان دے دی عشاء کی آذان ہو گئی اب سونے کا وقت آنے لگا اب جب اس کی نیند ہی نہیں پو ری ہو گی وہ دنیا میں کیاکام کرے گاجہاں بھی جا ئے گا اونگتا رہے گا بیٹھا ہوا میں نے دیکھیں ہیں ایسے لوگ جو ہروقت پڑھتے رہتے ہیں اور جمائیاں لیتے رہتے ہیں‌تھوڑے دن میں مالک کہتا ہے جی اپنے گھر جاؤ تو اب عبادت کر یں گے تو اتنی کریں گے کہ وہ دنیا وی معاملات جو ہیں وہ اس دن مس فٹ رہے سکتے ہیں نہ محنت کر تے ہیں‌نہ مزدوری کرتے ہیں۔

زیادہ پڑھنا لوگ کہتے ہیں صاحب بہت اچھا ہے لیکن جس چیز میں پڑھنے میں طاقت ہو گی مثلاً آپ اللہ کا نام لیتے ہیں اللہ کا کلام پڑھتے ہیں‌ظاہر ہے اس کی ایک روشنی ہے ایک طاقت ہے تو اس کے لیے ایک سکت بھی ہونی چا ہئے تو آپ اتنا زیادہ پڑھ لیتے ہیں کہ اس کے انوار اور رو شنیوں سے آپ کا شعور اور دماغ معطل ہو جا تا ہے آپ کسی کام کے قابل نہیں ہو تے تو ظا ہرہے آپ کسی کام کے قابل ہی نہیں رہے گے تو آپ کیا کام کر یں گے آپ تو سوتے ہی رہے گے، تو ایک سسٹم ہے اگر اس سسٹم میں آپ دا خل ہو گئے تو آپ کے لئے اللہ کا نظام پورا صاف ستھرا میدان پڑا ہوا ہے آپ جتنا چا ہئیں دوڑیں جتنا چاہئے بھا گیں جتنا چاہئیں چلے تو اگر آپ نے تو پھر ٹھیک ہے اللہ میاں نے روٹی دینے کا وعدہ کیا ہے تو رو ٹی تو آپ کو ملتی رہے گی بھوکاکوئی نہیں رہے گا، کھانا بھی ملے گا، کپڑا بھی ملے گا، گھر بھی ملے گا، اب یہ ہے کہ آپ آسائش اگر مہیا کر نا چا ہتے ہیں‌تو آسائش کے لئے تو ضروری ہے کہ بھئی یہاں سے وہاں ہے اب ایک میل پر بکر ی کا گو شت رکھا ہوا ہے دوسرے میل پر دال رکھی ہوئی ہے تو آپ دال بھی کھا سکتے ہیں بکر ی کا گوشت بھی کھاسکتے ہیں اللہ نے تو نہیں منع کیا، اللہ نے بکری آپ کے لئے پیدا کی ہے امیر کے لئے بھی پیدا کی ہے۔

www.ksars.org

اب و ہاں غریب کہہ بکری گوشت کو ن کھائے، دال پر ہی گزارہ کر لووہ امیر کہتا ہے نہیں ایک میل جا نا ہے بکر ی کا گوشت کھانا ہے دال پر کیوں گزار ہ کیا جا ئے۔ تو یہ سسٹم جو ہے اس سسٹم میں کوئی خرابی نہیں ہے ہماری سوچ میں خرابی ہے ہماری محنت کرنے میں خرابی ہے۔ ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ہمارا محکوم بنادیا آدم کوسجدے کا حکم دیا گیا فرشتوں کو سجدے کا حکم دیا اور فرشتوں نے سجدہ کیا۔ سب جا نتے ہیں ابلیس نے سجدہ نہیں کیااس کو اللہ تعالیٰ نے لعنتی کہا، تو آپ یہ بتائیں انسان افضل ہے یا فرشتہ افضل ہے اگر فرشتے افضل ہوتے تو انسان کو کہاآدم کو کہا جا تا کہ فرشتوں کو سجدہ کرووہاں آدم کو افضل بنا کر فرشتوں کو حکم دیا گیا ہے کہ تم سجدہ کرو تو ہم رات دن تسبیحاں پڑھ پڑھ کر فرشتوں کو بھیج رہے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ نے جو ہمیں شرف دیا ہے اس شرف کو ہم کھو کر اس کی ناقدری کر کے، نا شکری کر کے کفرانِ نعمت کر کے، فرشتے بننا چا ہارہے ہیں۔ اچھا جب آپ فرشتے بنناچا ہا رہے ہیں بھئی فرشتے تو کپڑے بھی نہیں پہنتے،فرشتے تو روٹی بھی نہیں کھا تے، فرشتے تو شادی بھی نہیں کر تے، انسان فرشتے ہی بن گئے تو ظاہر ہے دنیا آپ سے روٹھ جائے گی اسی لئے مذہب میں پا نچ وقت کی نماز ہے فرض کر دی ہے اور اس میں بھی یہ نہیں ہے صاحب آپ نمازمیں ہی پڑے رہے میں نے سنا فجر کی اگر آپ نماز شروع کر یں تو دوپہر ہو جائے ظہر کی نماز پڑھیں تو عصر ہو جا ئے اس کا بھی ایک وقت ہے تعین ہے اب فجر کی نماز سے آپ پڑھنے فجر کی اوراس کے بعددیکھیں ظہرتک کتنا وقت ہے مسلسل وقت ہے کا رو بار کا کہ آدمی کا رو با ر کر سکے لیکن آپ کاروبار کی طرف توجہ نہ کریں غریبوں کی طرف توجہ کر یں تو ظا ہر ہے دنیا کیسے کام کر ے گی میرے پاس ایک صاحب آئے وہاں مطب میں جب میں بیٹھا کرتا تھاکہ صاحب میں بڑا پریشان ہوں۔کیا پریشانی ہو گئی؟کہ صاحب میں جو کاروبار کرتا ہوں مجھے نقصان ہی ہوتا ہے بھئی کیوں نقصان ہو جا تا ہے؟

کہاصاحب وہ میں یہ کرتا ہوں وہ کرتا ہوں اور میں دو ستوں کو پیسہ دیتا ہوں وہ کا روبار کر تے ہیں واپس نہیں کر تے، بھئی تم خود کیوں نہیں کر تے؟کہنے لگے خود میں کر نہیں سکتامیں کسی فلاں کمپنی میں ملازم ہو ں اس زمانے میں یہ کوئی دس با رہ سال پرا نی بات ہے انہوں نے کہا مجھے بیا لیس ہزار روپے تنخواہ ملتی ہے اور کمیشن الگ ملتا ہے تو میں نے کہا یہ سیدھی سی بات ہے تمہاری اتنی بھا ری آمدنی ہے روپیہ تم سے رکھا نہیں جا تا تم دوستوں کو دیتے ہوں وہ کھا جا تے ہیں وہ تمہیں کیوں کما کردیں۔تو اس نے کہا چھوڑیں یہ تو ہو جائے گا مجھے آپ وظیفہ بتا دیں تو میں نے اس سے پو چھا تم کسی کمپنی میں ملا زم ہو؟جی ہاں جی جر منی کی ایک کمپنی ہے اس میں ملازم ہوں میں نے پو چھا اس سے تمہاری طرح اور بھی ملازم ہوں گے؟کہنے لگے ہاں میری طرح اور بھی ہیں اور بھی ملازم ہیں تو میں نے کہا بھئی وہ تمہارا مالک ہے وہ کون ہے؟

www.ksars.org

کہنے لگے یہودی ہے تو میں نے کہا وہ وظیفہ پڑھو جو یہودی پڑھ رہا ہے تاکہ تم بھی رکھ سکو اتنے آدمی۔ تو بات یہ ہے کہ یہ مذہبی لوگ جو ہیں یہ اعتدال سے ہار جاتے ہیں اسلام جو ہے وہ اعتدال کا سبق دیتا ہے۔ اعتدال سے جو بندہ جہاں بھی ہٹے گا نقصان ہو جائے گا آپ کی خوراک ہے دو روٹی آپ چار روٹی کھائیں تو دو چار دن آپ دیکھئے آپ کا پیٹ خراب ہو جائے گا۔ آپ کو سونا چاہیے آٹھ گھنٹے آپ دو گھنٹے سوئے آپ کی صحت خراب ہو جائے گی،آپ کی انرجی ہے کام کرنے کی چھ گھنٹے کیاآپ کچھ عرصہ بارہ گھنٹے چودہ گھنٹے سولہ گھنٹے کام کریں آپ کے اعصاب بالکل ٹوٹ جائیں گے آپ گر جائیں گے ٹینشن میں آپ مبتلا ہو کر بیمار ہو جائیں گے۔ انتہائی بلیڈ پریشر ہو جائے گا تو یہ جو قدرت کا ایک نظام ہے ایک سسٹم ہے اعتدال جو لوگ اعتدال میں رہے کر زندگی گزارتے ہیں، وہ خوش رہتے ہیں، امیر آدمی اس لئے خوش نہیں رہتے ہیں وہ اعتدال کو توڑ کر انہیں صرف اور صرف دولت چاہیے۔

ایک دفعہ میں حضور قلندر بابا اولیاءؒ پاس گیاایک مجلس تھی بہت بڑی وہاں بڑے بڑے امیر لوگ بیٹھے ہوئے تھے میں بھی پہنچ گیا۔ جب کھانے کا وقت ہوا تو بہت ہی خوبصورت ٹرے اس میں سفید کپڑا اس میں ایک ڈبیہ بڑے خوبصورت چمکدار اسٹیل کی ڈبیہ تھی وہ سب لوگوں کے پاس آئی سب نے ایک ایک گولی ایک گھونٹ پانی سے لے لی میرے پاس بھی وہ ڈبیہ آئی میں نے کہا یہ کیسی گولی ہے؟ کیا ہے؟ کیوں کھائیں؟ وہ کہنے لگے اس سے بھوک لگتی ہے اب بھئی کھائے، میں نے کہا مجھے تو ویسے ہی بھوک لگ رہی ہے مجھے گولی کھانے کی عادت نہیں ہے میں نے وہ گولی نہیں کھائی صاحب وہ بیس منٹ بعد پندرہ منٹ بعد میں نے بھائی میں نے وقت نہیں دیکھا وہ گھنٹی بجی بیل ہوئی بھئی یہ کیا ہوا؟ کہنے لگے یہ گولی نے کام کر دیا اب روٹی کھاؤ سب میز پر جا کر بیٹھ گئے بڑا پر تکلف دستر خوان تھاسب نے کھا یا تو ہم نے بھی کھاناکھا یا، اس کے بعد کھا نا کھا کر ابھی پانی وانی پی کر اٹھے نہیں تھے پھر وہ ایک ٹرے آگئی پھر وہ گولی سب نے ایک ایک دو دو کھالی بھئی یہ کیا ہے؟

،کہنے لگے یہ کھانا ہضم کرتی ہے۔ اب بتایئے اللہ و اکبر یہ کوئی کھا نا ہوا اچھا رات کو دو گولیاں کھا کر سوئیں گے بغیر گولی کے نیند ہی نہیں آتی۔ گولیاں کھا کے سو جاؤ میرا ایک دوست ہے دوست تو خیر نہیں ہے امیر تو دوست ہوتا ہی نہیں ہے کسی کا، دوست تو نہیں کہنا چاہیے جاننے والے تھے وہ ان کی بیوی آئی رات کو ایک دفعہ رو تے ہوئے بڑی رو رہی تھی کیا ہوا بھئی؟کہنے لگی وہ نیند کی بیس گو لیاں کھا گیامیرا شوہر لیکن نیند نہیں آرہی، بھئی کیا ہوا میں گیاصاحب مجھے رو تے ہوئے بولے بھئی کیا مصیبت کیا ہے؟ اس نے کہا کہ میری نو کروڑ روپے کی جائیداد ہے اور یہ بیوی میری جا ئیداد کھا جائے گی مجھے زہر دینا چاہا رہی ہے۔ایک اور واقعہ میں ایک امیر کا سناؤ آپ کو وہ جناب اس نے ایک آدمی رکھا ہوا تھاوہ مجھے سولا دے اوپر ڈیریپ لگی ہوئی ہے نیند کی وہ جناب فزیو تھراپی والا ڈبا رہا ہے بس اس نے خراٹہ ...لیاوہ وہاں سے بھاگا پھر وہ سارے دن بیٹھا رہا۔

www.ksars.org

ایک اور صاحب تھے وہ ساری رات گھر میں چکر لگا تے رہتے تھے بھئی کیا مصیبت ہے؟ کہنے لگے مجھے یہی ڈر لگے رہتا ہے کوئی آکر مار دے گا۔ تو یہ دو لت آپ ان چیزوں سے واقف نہیں ہے اس لئے ہم یہ سمجھتے ہیں ٹھاٹھ واٹھ کچھ بھی نہیں ہے اندر سے بالکل یہ دیمک کی طرح ہو تے ہیں۔ جیسے دیمک لکڑی کو کھا جاتی ہے نہ اس طرح دولت ا نسان کو کھا جا تی ہے۔ایک صاحب میرے پاس آئے بڑے عجیب عجیب قصے آئے ہیں کہ صاحب وہ میرے پاس پتا نہیں کتنے لاکھ رو پے ہیں تو میں یہ چاہتا ہوں وہ اللہ کے لئے خرچ کر نا چا ہتا ہوں مجھے آپ سے اچھا کوئی آدمی نظر نہیں آیا آپ اسے خرچ کر دیں۔ میں نے کہا بھئی کس طرح خرچ کر یں؟ کہا کسی بھی طرح اس زمانے میں میمن تھے وہ اس زمانے میں ملت گجراتی قائم نہیں تھی بھئی میں نے کہا ایسا کر تے ہیں ملت میں اشتہار دیتے ہیں کہ بھئی جو غریب لوگ ہیں جن کی بچیوں کی شادیاں نہیں ہوتی وہ ہم سے رجوع کر یں۔

کہاہاں جی بالکل بڑی اچھی بات ہے۔میں نے صاحب اپنے کالم میں لکھ دیا بھئی اس طرح اس طرح ایک صاحب ہیں وہ شادیاں کروائیں گے اور ایڈیٹر سے مل کراس لئے کہ بھئی میں نے کہا کوئی غلط آدمی نہ آجا ئے۔ مختصر یہ ہے کہ دوآدمی آئے بڑے معصوم چہرے سے سلجھے ہو ئے شریف لوگ تھے میں نے اس سے کہا جی وہ صاحب وہ چلے گئے تو ان دو میں سے میں نے ایک کے بارے میں میرایہ خیال ہوا کہ یہ مجھے شادی میں ضرور بلائے گا بچی کی میں جا ؤ ں یا نہ جا ؤ ں، صاحب وہ مجھے کارڈ نہیں بھیجا بلا یا نہیں میں پریشان یہ کیسے ہو سکتا ہے میرا اندازہ غلط ہو گیا ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے،قصہ مختصر یہ ہے کہ دو ڈھائی مہینے گزر گئے، دوڈھا ئی مہینے کے بعد وہ میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا جی اس کے پاس کسی کو بھیجنا بھی نہیں دو ڈھائی مہینے سے کبھی کہتا ہے شام کو آجا ؤ کبھی کہتا ہے صبح آجاؤ کبھی کہتا ہے دو ڈھا ئی مہینے اس نے مجھے بھا گیا اورآکر کہتا ہے جی میں تو ڈھا ئی سو رو پے دے سکتا ہوں۔

خیر صاحب بڑا نا گوار گزار، بڑا غصہ آیا کچھ دن کے بعدوہ پھر آگئے صاحب وہ جب آگئے تو میں تو غصے سے بھرا ہوا ہی تھامیں نے اس کو گھر سے با ہر ہی نکال دیا کمبخت، بے ایمان آدمی تو نے مجھے کیوں پریشان کیا، کہا جی معافی تلا فی پیر پکڑے اللہ کے واسطے مجھے معاف کردویہ کر دو تو میں نے اس سے پوچھا بھئی بات کیا ہے، بات تو بتا ؤ وہ کہنے لگے میں نے وہ زکوٰۃ کے پیسے بینک میں جمع کر وائے تھے اس خیال سے جب اکٹھے پیسے ہونگے تو کوئی بڑا کام کروں گا۔غریبوں کی یوں خدمت کریں گے ہسپتال کھول دینگے،مسافر خانہ کھول دیں گے، بس وہ پیسے جمع ہو تے رہے جمع ہو تے رہے اب وہ چھ سات لا کھ روپے ہو گئے ہیں۔ اب میں جب وہ چیک کاٹنا چاہتا ہوں تو میرے ذہن میں یہ بات آتی ہے اتنا انٹرسٹ کم ہو جا ئے گا نکالوں گا تو زکوٰۃ کے پیسے، تو صاحب اس کا پھر یہ حال ہوا وہ ایک دفعہ پھر میرے پاس آئے بڑے روئے دھوئے صاحب مجھے کیاہوا بھئی کہ صاحب دل میں

www.ksars.org

بیٹری لگے گی دو پسلیاں مصنوعی لگی ہوئی ہیں یہاں ٹانگ میں راڈ لگی ہوئی تھی ایک عجیب اس کا حال میں نے کہا یہ تمہیں کیا ہو گا؟

بھئی مجھے ہارٹ اٹیک ہو اڈاکٹر نے بیٹری ڈال دی،دو پسلی نکال کر دو سری ڈال دی، گر دے کا پتا نہیں کیا، ایک گر دہ نکل گیاتو میں نے کہا یار تم ز ندہ کیسے ہو؟ کہنے لگے ہاں جی میں زندہ ہوں بھئی تم کیوں آئے بھئی...؟ کہنے لگے ایک درخواست ہے آپ قبول کر لیں میں نے کہا میں تو تجھ سے بات ہی نہیں کرتا تو بہت خراب آدمی ہو۔وہی جی پھر رونے لگا باقاعدہ آنسوں سے تو میں نے کہا تو بتا تو سہی، کہنے لگے بس میری ایک خواہش ہے کہ یہ بندو کباب والا ہے اس کے پاس چلو اور میرے ساتھ کباب کھا لو، تو میں نے کہا بھئی یہ کباب کا کیا بھئی بیچ میں تعلق آگیا۔میرا بڑا حیران ہوا کباب کا کیا تعلق آگیا تو وہ چلے گئے تو میں نے یہ سو چا اللہ میاں نے مجھے بندوکے کباب کھلانے ہونگے اس کے دل میں ڈال دیا تو اب بات بتایئے، کوئی زندگی بعد میں پتا چلا اس کی بیوی امریکہ چلی گئی بچے بھی بھا گ گئے سب بھاگ گئے وہ اکیلا گھر پر ہے یہ میں آپ کو بتا رہا ہوں جن لوگوں کے بارے میں ہماری یہ تصورات ہیں کہ یہ بڑے خوش ہیں ان کا اندر کا یہ حال ہے سب کا ہی تقریباً یہ حال ہے تو ہم جو غریب لوگ ہیں آپ یقین کر یں ہم امیروں سے بہت اچھے ہیں۔

ہم کھا نا بھی زیادہ کھاتے ہیں ہمیں نیند بھی زیادہ آتی ہے،ہماری رشتہ داریاں بھی زیادہ اچھی ہیں ہماری اولاد بھی سعادت مند ہے امیر آدمی کی اولاد یہ چاہتی رہتی ہے باپ جلدی سے مر ے اور غریب باپ کے بچے یہ چاہتے ہیں باپ مرے ہی نہیں ااور اگر مرے تو اس کو سوکھا کر رکھ لیں میری والدہ اللہ انہیں غرق رحمت کرے کہا کرتی تھی بھئی یہ مجھے مر نے نہیں دے گا اگر میں مر بھی جاؤ ں گی تو یہ سوکھا کر رکھے گا، تو یہ جو سوال کیا ہے صاحب یہ جو دنیا دار جو ہے یہ وہ بہت مطمئن ہوتے ہیں مطمئن نہیں ہو تے دولت تو ان کے پاس ہوتی ہے لیکن اطمینان قلب نہیں ہوتا غریبوں کو زیادہ اطمینان قلب ہوتا ہے امیروں کے حساب سے اب یہ ہے کہ زیادہ ،غربت جو ہے اس کا آدمی خود ذمہ دار ہے، وہ محنت نہیں کرتا اور جتنی دنیا وی وسائل کو حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرنے چاہئے اور یہ میں سمجھتا ہوں اللہ تعالیٰ کی نا شکر ی ہے کہ آپ دستر خوان پر بیٹھے ہوئے ہیں ہر چیز آپ اس میں سے کھا سکتے ہیں اور آپ چٹنی ہی کھائیں بھئی دستر خوان بچھا ہوا ہے اللہ نے کہا آپ چٹنی بھی کھائیں مرغی بھی کھائیں سب کچھ کھائیں۔

حضور قلندربابااولیا ءؒ کہتے ہیں یہ دنیا اللہ نے اس لئے نہیں بنا ئی کہ آپ دنیا میں بیزار ہو جائیں موٹا چھوٹا کپڑا پہنے، کیوںمر با پ اپنے بچے کو اچھی سے اچھی خوارک کھلا تا ہے۔ ہر باپ کی باپ کی خواہش ہوتی ہے اس کے بچے اچھے سے اچھالباس پہنے، ہر باپ کی خواہش ہوتی ہے اس کے بچے اچھی سے اچھی صحت ہو،توجو ستر ماؤ ں سے زیادہ محبت کرتا ہے وہ یہ چاہئے گاکہ ہم سوکھی کھائیں کیوں؟کیوں کھایئںمر غی اب بھئی اللہ میاں نے جس

www.ksars.org

طرح آپ کے اللہ میاں اس طرح کسی اور کے بھی ہیں امیر اگر دسترخوان دو میل بچھا ہوا مرغی ہے تو وہ دو میل چلا جائے گا کھا نے کے لئے اور غریب آدمی کہتا ہے جس کے اوپر کم ہمت طاری ہو جا تی وہ کہتا ہے چھوڑو جی دال پرہی گزارہ کر لیتے ہیں۔

ہمارے ایک ڈاکٹر صاحب تھے وہ سنا یا کر تے تھے ایک زمانے میں دال مفت ملتی تھی روٹی پیسوں کی ملتی تھی تو ایک صاحب گئے ہوٹل میں وہ کہنے لگے ہاں بھئی کیا ہے تو اس نے کہا بھی روٹی ہے پیسے کی دال مفت کی تو پھر انہوں نے کہا آج دال پرہی گزارہ کر لیں گے، تو یہ سوال جو ہیں یہ اللہ تعالیٰ کسی کو غریب نہیں دیکھ رہا لیکن یہ بات بھی ہے اللہ تعالیٰ کسی کو دولت پرست بھی نہیں دیکھ رہا اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے جو کچھ تمہیں دیا گیا ہے اس کو کھا ؤ پیو اس سے استفادہ کر و، لیکن یہ ذہن میں رکھو یہ دل لگانے کی جگہ نہیں ہے جو بھی کچھ آپ بڑے سے بڑا گھر بنالیں چھوڑنا پڑے گا، بہترین لباس پہن لیں، کفن آپ کولٹھے کا ہی بنے گا، آپ اپنے گھر میں ماربل لگا لیں اوپر سے نیچے تک سونا آپ کو قبر میں ہی پڑے گا کچی مٹی، لیکن اللہ تعالیٰ یہ بھی نہیں چا ہتے اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کو کفران کر یں۔ لیکن ایک بات ہے وہ گھر میں پھل بھی لا تا ہے گھر میں اچھی اچھی چیزیں بھی لا تا ہے بچے نہیں کھائیں گے تو باپ خوش ہو گا۔

باپ کا دل رو رہاہوں گا لڑے گا بچوں کو ڈانٹے گا یہی صورت اللہ کی بھی ہے اللہ یہ چاہتا ہے کہ ا س کی نعمتوں کا فا ئدہ اٹھایںلیکن نعمتوں سے فا ئدہ اٹھا نے کے لئے ہمیں جدوجہد بھی کر نی پڑے گی کو شش بھی کر نی پڑے گی اب ہر وقت ہم تسبیحاں ہی پڑھتے رہے گے۔تو ظا ہر ہے ہمارے اندر وہ جدوجہداور کوشش ہی نکل جائے گی۔

پھر یہ کہ زیادہ ہی انوار اپنے اندر جمع کرلیں گے تو ہمارے اندر فرشتوں کی خصوصیات آجا ئے گی جب فرشتے کی خصوصیات آجائیں گی تو ہمارا دل کپڑے سے بھی ہٹ جا ئے گا،کھا نے سے بھی ہٹ جا ئے گا،بیوی سے بھی ہٹ جا ئے گا،بچوں سے بھی ہٹ جائے گا، تو اللہ تعالیٰ نہیں چا ہتے یہ سب ہو اللہ تعالیٰ کے نظام میں کوئی ایسا سلسلہ ہے اللہ تعالیٰ ضرور یہ چا ہتے ہیںایک آدمی کو بھوکا رکھا جا ئے کچھ نہیں بس اللہ تعالیٰ کا ایک دستر خوان ہے وسیع ہے دھوپ جیسے میں نے آپ سب سے کہا دھوپ فری،آکسیجن فری، بارش فری اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ جو چیز اللہ تعالیٰ نے اس دنیا میں پیدا کردی ہے وہ تمام مخلوق ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو اختیارات بھی دیئے ہیں اب جو بندے اپنے اختیارات استعال کر تے ہیں وہ وسائل سے زیادہ سے زیادہ فا ئدہ اٹھا لیتے ہیں اور جو بندے کم ہمت ہو تے ہیں جمودان کے اوپر طاری ہوتا ہے وہ وسائل سے فا ئدہ نہیں اٹھا تے ہیں۔اختتام

www.ksars.org

www.ksars.org

کیا انسان فرشتوں سے افضل ہے؟

ایک تو یہ جب آپ نے یہ کہہ دیا جب اللہ تعالی نے آدم کو بنایا تو اس وقت جنات نہیں تھے آپ کی معلومات ہی ناقص ہے، غلط ہے، آدم سے پہلے بھی یہ زمین اسی طرح موجود تھی اور زمین کے اوپر جنات کی آبادیاں تھی جس طرح انسان اس دنیا میں رہتا ہے زمین پر کاشت کرتا ہے یہ ہوتا ہے وہ ہوتا ہے سائنسی ایجادات کرتا ہے اسی طرح جنات بھی ایک پوری مکمل مخلوق ہے اس کے یہاں مذاہب بھی ہوتے ہیں جنات کے یہاں سائنسی ایجادات بھی ہوتی ہیں، جنات کے یہاں بادشاہت لڑائیاں بھی ہوتی ہیں، جنات کے یہاں اولادیں بھی ہوتی ہیں، جنات کا اپنا ایک برادری ہے، ایک سسٹم ہے ایک خاندان ہے تو جب آدم کو اللہ نے بنایا تو اس سے پہلے جنات اور فرشتے دونوں موجود تھے۔ فرشتے اور جنات دو مخلوق ہوئے اور ان دو مخلوقات کے اوپر تیسری مخلوق آدم کو بنایا۔

اب یہ کہ آدم کو اللہ تعالی نے خلیفہ بنا کر یہ کہا کہ صاحب آدم کو سجدہ کرو سجدے سے مراد یہ ہے کہ آدم کی حاکمیت کر قبول کرو، آدم کی حاکمیت کو کیوں قبول کرو اس کے بارے میں بھی اللہ تعالی نے بڑی وضاحت کے ساتھ بیان کیا ہے کہ جب فرشتوں نے یہ کہا کہ یہ خون خرابہ اور فساد کرے گا تو آدم کو اللہ تعالی نے اپنے علوم سیکھائے اپنے ذاتی علوم سیکھائے اور فرشتوں سے کہا تم یہ علوم جانتے ہو جو ہم نے آدم کو سیکھائے ہیں تو تم بیان کرو تو خاموش ہو گئے تو پھر آدم سے اللہ تعالی نے فرمایا بھئی ہم نے جو تجھے علوم سیکھائیں ہیں تو بیان کر تو جب آدم نے وہ علوم ظاہر کئے، تو فرشتوں نے یہ کہا صاحب واقعی بات یہ ہے کہ ہم یہ علوم نہیں جانتے اور جو آپ کچھ جانتے ہیں آپ بڑے ہیں آپ نے تو جتنا ہمیں سیکھا دیا ہے ہم اُتنا ہی جانتے ہیں تو اس بنیاد پر آدم کو وہ علوم حاصل ہو گئے جو فرشتے نہیں جاتے تھے اور اب بھی نہیں جانتے، تو ان علوم کی بنیاد پر آدم کی حاکمیت قائم ہو گئی اور فرشتوں نے وہ حاکمیت آدم کی قبول کر لی ظاہر ہے وہ فرشتوں کو علوم حاصل نہیں تو جنات کو حاصل نہیں تھے۔

اب یہ بہکانا جو ہے بہکانا کسی طرح سے آتا ہی نہیں ہے کہ فرشتے کو اللہ تعالی نے جب یہ حکم دیا کہ سجدہ کرو آدم کو تو انہوں نے کہا صاحب یہ خون خرابہ فساد کرے گا تو اللہ تعالی نے یہ نہیں کہا کہ بس جو میں کہہ رہا ہوں وہ تم کرو میں تمہارا حاکم ہوں، میں تمہارا خالق ہوں بس میں کہتا ہوں سجدہ کرو، نہیں اللہ تعالی نے ایسا نہیں کہا اللہ تعالی نے ان فرشتوں کو سمجھایا اللہ تعالی نے فرشتوں کو یہ بات بتائی کہ میں آدم کو اس لئے سجدہ کروا رہا ہوں آدم کو وہ علوم حاصل ہے جو تم نے سیکھے ہی نہیں ہیں۔ تمہیں معلوم ہی نہیں ہیں آدم کی جو فضیلت تھی وہ ثابت ہو گئی اس نے جس طرح فرشتوں پر آدم کی فضیلت ثابت ہو گئی اس طرح ایک شیطان پر بھی آدم کی فضیلت ثابت ہو گئی۔

لیکن شیطان نے غرور کیا وہ اس چکر میں پڑ گیا Matter کے چکر میں پڑ گئے کہ صاحب مجھے تو آگ سے بنایا اس کو تو آپ نے مٹی سے بنایا، تو اس شیطان نے دراصل محدود طرز کا مظاہرہ کیا آگ ہو، مٹی ہو، دونوں میں Matter ہے لیکن مسئلہ Matter تو زیر بحث ہے ہی نہیں، نہ آدم کے ساتھ زیر بحث نہیں ہے، نہ فرشتوں کے ساتھ زیر بحث ہے، اللہ تعالی یہ نہیں کہے رہے اس کو میں نے مٹی سے بنایا تو اس کو سجدہ کرو اللہ تعالی فضیلت ثابت کر رہے ہیں علوم سے اور وہ علوم بھی وہ علوم ہیں جو اللہ تعالی کے ذاتی علوم ہیں۔ تخلیقی فارمولوں

www.ksars.org

کے علوم ہیں تو شیطان نے سجدہ نہ کر کے اپنی محدودیت کا اظہار کیا۔ وہ Matter میں ہی گھسا رہا صاحب یہ تو مٹی سے بنا ہے میں آگ سے بنا ہوں بات یہ ہوئی شیطان کی گمراہی اس بات پر ہوئی شیطان میں محدود ذہن استعمال کر کے، وہ لا محدود ذہن چھوڑ دیا جو محدود ذہن انوار کو دیکھتا ہے، روشنیوں کو دیکھتا ہے اور جو لا محدودیت ذہن انوار کو دیکھنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل کر لیتا ہے۔

کیوں کہ شیطان نے اللہ تعالیٰ سے براہ راست تو نہیں، بلا واسطہ اللہ تعالیٰ کی قربت سے انکار کر دیا، دیکھئے کوئی محدود ذہن اللہ تعالیٰ کو نہیں دیکھ سکتا ہے، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا لاتدرر... کہ اللہ کو کوئی آنکھ نہیں دیکھ سکتی اللہ اس آنکھ کے اوپر ایک اور آنکھ فٹ کر دیتا ہے نور کی، روشنی کی، نور کی آنکھ ہے وہ نور کی آنکھ اللہ کو دیکھتی ہے، تو شیطان اس لئے آدم کو سجدہ نہیں کیا، کیونکہ وہ محدود ذہن میں چلا گیا تھا۔ لوگ یہ غلط کہتے ہیں کہ صاحب شیطان سب سے بڑا واحد ہے اس نے کہا صاحب جب میں خدا کو سجدہ کر لیا تو میں دوسرے کو دیکھا کہاں کروں؟ کیوں کرو؟ یہ تو شرک ہے ایسی بات نہیں ہے شیطان اس لئے رجم ہے، رندہ درگاہ ہے شیطان نے لا محدود ذہن کو چھوڑ کر محدود ذہن استعمال کیا اور اس کو جو سجدہ کرنا ہے وہ آدم کو تھوڑی کرنا ہے سجدہ تو دراصل سجدہ تو آدم کے ان علوم کو ان فضیلت کو کرنا ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدم کو علوم عطا کر دیئے کسی کو بھی نہیں سکھائے اس میں فرشتے بھی شامل ہیں تو جب شیطان نے سجدے سے انکار کیا تو اس کے معنی یہ ہوئے شیطان نے اللہ تعالیٰ کے ان علوم کا انکار کر دیا جو اللہ تعالیٰ نے خصوصیت کے ساتھ آدم کو سکھائے۔

تو یہ سراسر ناشکری، بے ادبی اور نافرمانی اور نافرمانی کی بھی شیطان کو کسی نے نہیں بہکایا، شیطان انسانوں کی طرح ہے، انسان کے اندر بھی دو شعور کام کر رہے ہیں ایک شعور مادی شعور ہے جیسے ہم سب لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ مادی شعور میں ہر ہر قدم پر محتاج رہتا ہے انسان کے اندر دوسرا ایک لاشعور ہے، اس کو روح کہتے ہیں روح آزاد ہے اس کے اندر اللہ تعالیٰ کے انوار کام کر رہے ہیں، جب ہم لاشعوری زندگی میں داخل ہوتے ہیں تو سارا Matter جو ہے ہو جاتا ہے ایک کیفیت ایک لطافت کی ایک نور کی روشنی سے ہو جاتی ہے تو شیطان کو کسی نے بہکایا نہیں ہے شیطان نے غلطی یہ کی کہ اس نے اللہ کے معاملات میں محدود ذہن استعمال کیا، مادی ذہن کو استعمال کیا Matter کو استعمال کیا کیوں کہ Matter کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن جب اللہ سے عرفان حاصل ہوتا ہے جب بندہ اللہ کے قریب ہوتا ہے تو اسے Matter کی زندگی سے نکل کر نور روشنی کی زندگی میں داخل ہونا پڑھتا ہے تو شیطان نے کیوں کہ نور اور روشنی کی زندگی میں داخل ہونے سے انکار کر دیا تو اس کا وجود ہے وہ اس بات کو جانتا تھا اس لئے وہ رندہ درگاہ قرار پایا اور یہی اس کی سزا کا سبب بنا۔

اختتام

www.ksars.org

اللہ رازق ہے، تو مسلمان کیوں ذلیل ہو رہے ہیں؟

اب بیوی دی آپ کو بچے دئے اب۔ آپ تیس سال کی عمر کے بعد یہ کہے صاحب اب ہم کچھ کریں گے نہیں تو کھائیں گے کہاں سے...؟ تو یہ بہت بڑی نہ انصافی اور ظلم ہے اللہ رازق ہے، اب یہ کہنا اللہ ہمارا رازق ہے محض زبانی اور عملاً اس کے خلاف ہونا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ کا جو ذکر ہے وہ آپ دل کے ساتھ نہیں کر رہے اس کا تعلق الفاظی سے ہے موجودہ معاشرتی دور میں موجودہ معاشرے میں ہر آدمی یہ دیکھ رہا ہے کہ دولت دولت ہائے دولت ہائے دولت اب تو خاندان بھی وہی ہے جس کے پاس چار پیسے ہوں، اب یہ اچھے خاندان کی عقل کیا کہتی تھی وہ بچارے کم دولت مند ہوئے تو اس کا مطلب ہے دولت کو اتنی اہمیت دے دی گئی ہے شرافت، نزاہت ہر چیز ختم ہو گئی اصل چیز دولت ہے تو اس کا صاف مطلب ہے کہ مسلمانوں کے اندر دولت پرست زیادہ ہے، مسلمان دولت کا پجاری ہو گیا اور جب دولت کا پجاری ہو گیا تو وہ شرک کے دائرے میں داخل ہو گیا تو ان حالات میں اگر مسلمان ذلیل و خوار نہیں ہے تو پھر کیا ہے یہ اللہ کی طرف سے عذاب نہیں ہے، یہ ہماری اپنی کچھ پریشانی ہے اللہ کہتا ہے لا تحصم... مسلمانوں کے لئے ایک پروگرام ہے، وہ پروگرام یہ ہے کہ مسلمان جو ہے متحد ہو کر ایک اللہ کے ساتھ اپنی مرکزیت قائم کرے اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالیں لیکن یہاں صورت یہ ہے کہ مسلمان میں کی پہچان ہی تفرقے سے ہے کوئی شیعہ ہے، کوئی سنی ہے، کوئی دیوبندی ہے، کوئی بریلوی ہے، کوئی کٹھیاواڑی ہے اور کوئی کیا ہے اور کوئی کیا ہے کوئی نجوی ہے پتا نہیں کیا کیا فرقے ہیں تو اس کا بڑی آپ عجیب غریب بات ہے آپ غور فرمائیں کہ اللہ تعالی فرمائیں تفرقہ نہیں ڈالو مرکزیت کے ساتھ قائم رہو ہماری صورت یہ ہے کہ ہم تفرقے میں بٹ گئے تو ظاہر بات ہے اللہ کی کھلی نافرمانی اللہ کی آیات کی کھلی نافرمانی بغاوت ہے۔

اگر تفرقہ اسلام میں آجائے تو یہ قرآن سے اور اللہ سے اور اللہ کے رسول سے بغاوت کرنا ہے۔ تو مسلمان بغاوت کر رہا ہے اور باغی ہونے پر اسرار بھی کر رہا ہے کہ میں صحیح ہوں وہ غلط ہے۔ سند تو کسی کے پاس نہیں ہے دیوبندی حضرات کہتے ہیں ہم جنتی ہیں، وہ دوزخی ہیں، بریلوی حضرات کہتے ہیں نہیں نہیں ہم جنتی ہیں، وہ دوزخی ہیں، اہل حدیث صاحب کہ ہیں وہ تو سب دوزخی ہیں ہم جنتی پر بھئی تمہارے پاس کوئی سند ہے، تم سے اللہ نے کہے دیا اللہ کے رسول نے کہے دیا کہاں سے تمہیں پتا چل گیا تم جنتی ہوں باقی سب دوزخی ہیں۔ لیکن اصرار یہی ہے ہم صحیح ہے دوسرا غلط ہے اور یہ اصرار جب تک ختم نہیں ہو گا تفرقہ ختم نہیں ہو گا، تو اب یہاں بھی قرآن کے خلاف ورزی ہے اللہ کہتا ہے ایک خاندان بن کے رہو مسلمان کہتا ہے ایک خاندان تو بن کے رہنا ہی نہیں ہے، رہے ہی نہیں سکتے تو اب یہاں بھی اللہ کی بغاوت ہو رہی ہے۔

اب نماز، نماز پر آگئی اللہ تعالی کہتے ہیں نماز وہ ہے کہ جس میں بندے کا اللہ کے ساتھ تعلق قائم ہو جاتا ہے اب بات یہ ہے کہ جب کوئی بندہ اللہ کو اللہ واکبر کہے کر پکارتا ہے۔ لیکن یہاں صورت برعکس ہے آدمی تاش کھلتا ہے اس میں خیال کے علاوہ کہیں اور نہیں جاتا تین گھنٹے فلم دیکھتا ہے اس میں کسی طرف خیال نہیں جاتا، شادی بیاہ کی تقریبات میں شریک ہوتا ہے اس میں کہیں ذہن نہیں جاتا، کاروبار

www.ksars.org

کرتا ہے اس میں ذہن کہیں ادھر ادھر نہیں جاتا، لیکن اگر ذہن قائم نہیں ہوتا تو نماز میں قائم نہیں ہوتا۔ ایک تھانے دار بلالیں جناب ذہن تھانے دار کے علاوہ کہیں ہوتا ہی نہیں بس ایک ہی ترکیب ہوتی ہے کوئی ایسا چکر چلاؤ کوئی سفارش ڈھونڈو ایسا کوئی طریقہ اختیار کرو کہ یہاں سے جان چھوٹ جائے۔

تو نعوذ باللہ نعوذ باللہ یہ کہنا پڑا ہے مسلمان میں تو اللہ کی اتنی بھی اہمیت نہیں ہے جتنی تھانے دار کی ہے پھر مسلمان ان پر کہتا ہے اللہ کے انعامات مجھے نہیں مل رہے میں نماز پڑھتا ہوں ذلیل کیوں ہوں، بھئی ذلیل اس لئے ہو تم عمل تو کر رہے ہو لیکن وہ سارا عمل اس عمل کے ساتھ نہ آپ کا ایمان ہے، اس عمل کے ساتھ نہ آپ کا دل ہے اور نہ اس عمل کے ساتھ آپ کی روش ہے اب یہ تو مسلمانوں کی بات سمجھ میں آگئی مسلمان ذلیل و خوار کیوں ہے۔ سمجھ میں آگئی یا اس میں اور کسی صاحب کو کوئی اور تشریح کرنی ہے یہ جو میں نے چار یا تین بتائی ہیں ان مسلمانوں میں نظر آتی ہیں یا نہیں آتی تو اس بنیاد پر انسان اللہ تعالیٰ کے انعام کا مستحق ہو گا یا پریشانیوں کا مستحق ہو گا۔

اب دوسرا مسئلہ یہ ہے جیسے اس میں کہا کہ صاحب دوسری قومیں تو اللہ کو مانتی ہی نہیں ہیں وہ خوشحال ہیں ترقی یافتہ ہیں تو دیکھیں دو صورتیں ایک صورت تو یہ ہے اللہ کو آپ نے لاالٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ...پڑھ کر اللہ کی وحدنیت کو قبول کر لیا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بحیثیت پیغمبر کے بحیثیت رسول کیا ہے تسلیم کرنے کا مقصد یہ ہے اللہ اور اللہ کے رسول اللہ ﷺ جو قانون بنایا اس کو آپ نے تسلیم کر لیا اور جب آپ نے قانون کو تسلیم کر لیا تو قانون پر اگر آپ عمل درآمد کریں گے قانون کے مطابق آپ اپنی زندگی گزاریں گے تو وہ جو انعامات و اکرامات کا وعدہ ہے وہ قانون کی پابندی کے تحت ہے قانون پر عمل ہو گا تو انعامات و اکرامات کے عمل ہونگے۔ دوسری قوموں کا یہ ہے وہ تو مانتے ہی نہیں وہ تو کہتے ہیں خدا ہے ہی نہیں تو لہذا وہ اس قانون کے دائرے سے نکل گئے اب یہ کہ کوئی بھی جو نظر آرہا ہے کہ صاحب وہ وہاں سے پیسے آرہے ہیں ہمیں بھیک مل رہی ہے ہم روٹی کھا رہے ہیں وہ ترقی کر رہے ہیں اس کا بھی قرآن پاک جواب دیتا ہے قرآن میں یہ کہا ہے کہ میں نے زمین کے اندر اللہ نے زمین کے اندر نشانیاں بکھردیں ہیں جو قوم تجسس کرے گی، جدوجہد کرے گی، کوشش کرے گی، ریسرچ کرے گی وہ اس سے فائدہ اٹھالے گی۔

اللہ نے یہ کہیں نہیں کہا میں نے مسلمانوں کے لئے مخصوص کر دیا لاھوا نزلنہ...دیکھئے اللہ نے یہ نہیں کہا مناف ھو مسلم...مناف ھو مومن...مناف ھو للناس...کہ جو بندہ لوہے کی توانائی پر لوہے کی صلاحیت کو تلاش کر لیتا ہے جو بندہ اس بات کو ڈھونڈ لیتا ہے کہ لوہے اندر کتنی صلاحتیں ہیں لوہا اس کو فائدہ پہنچاتا ہے۔ اب انہوں نے غیر مسلموں نے، انسانوں نے لوہے کے اوپر ریسرچ کی، لوہے کے جو فائدے تھے ان کے سامنے آگئے وہ ترقی یافتہ ہو گیا۔ مسلمانوں نے باوجود اس کے کتاب مسلمانوں کی ہے وہ کتاب اعلان کر رہی ہے کہ لوہے میں بے شمار فائدے ہیں لوگوں کے لئے تلاش کرو مسلمانوں نے ریسرچ کی ہی نہیں کتاب بند کر کے بیٹھ گئے قرآن کو اس لئے جیب میں رکھ لیا بلائیں گھر میں نہ گھسیں۔ قرآن کی زیادہ سے زیادہ عزت یہ ہے کہ شادی ہو گئی دولہن کو دولہا کو قرآن سے نکال دیا، بیمار ہوئے قرآن پڑھ لیا اور زیادہ بیمار ہو گئے قرآن کے ورق پلٹ کے ہوا دے دی، تو آپ نے جو قرآن کی ریسرچ کی جو کتاب ہے جو سائنسی کتاب ہے آپ نے اس کی طرف دھیان ہی نہیں دیا۔

www.ksars.org

آگ اپنا کام چلا رہی ہے ہیں کافر ہے وہ اسے بھی جلائے گا، مسلمان کو وہ اسے بھی جلائے گی، غیر مسلم ہو وہ اسے بھی جلائے گی، آگ کا کام ہے پکانا ہے کوئی بھی مسلمان ہو وہ مسلمان ہو یا غیر مسلم ہو یا کافر ہو یا دہریا ہو کوئی بھی ہو وہ آگ پر پانی رکھے گا وہ پکے گا۔ پھر قانون یہ ہے کہ آگ جلائے گی پکائے گی تو اب آپ آگ کے استعمال کو سیکھے ہی نہیں، آپ کہے گے صاحب دوسری قوم تو آگ جلا کر ہتھیار بنا رہی ہے لوہا پگلا پگلا کے ہم تو پیچھے کے پیچھے ہی ہیں اور پیچھے اس لئے ہیں کہ آپ نے آگ کے استعمال کو محدود کر دیا انہوں نے آگ کے استعمال کو محدود نہیں کیا۔ انہوں نے آگ کے استعمال کو خلاء تک پہنچا دیا اور اس آگ کے استعمال کو یہ پڑن کیا ہے آگ ہی تو ہے Heat energy آگ ہی تو ہوتی ہے ایک لکڑی کی آگ، ایک بجلی کی آگ، ایک یورینیم کی آگ۔ اس آگ سے اس Heat سے وہ اس ایٹم کو تو ڑتے ہیں اور انہوں نے آگ جلا کر لوہا پگلا یا اس سے ریل کی پڑی بنالی، آگ جلا کر لوہا پگلا یا اس سے جناب چھ چھ منزل عمارت کھڑی کر لی، آگ جلا کر انہوں نے یورینیم کو جلا کے ایٹم کو توڑ دیا ایٹم کو پگلا یا۔

آپ نے آگ کا استعمال کر کے کھچڑی میں پکالی بھئی کھچڑی پکالو وہ کھالو، مرغی پکالو کھالو انہوں نے مرغی بھی کھائی کھچڑی بھی پکائی اور ساتھ ساتھ آگ کی جو سکت ہے آگ کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایک مخصوص صلاحیت رکھی ہے سائنسی اس کو ڈھونڈ لیا اس کو تلاش کر لیا اس لئے ایک آدمی سارے دن پڑا سوتا رہتا ہے، دوسرا آدمی گھر سے نکل کر سارے دن محنت مزدوری کرتا ہے، اچھی زندگی کس کی گزرے گی سونے والے کی یا محنت مزدوری کرنے والے کی وہ کہتے ہیں صاحب میں بھی تو اللہ کی مخلوق ہوں میں بھی آدم کی اولاد ہوں اس کو اللہ نے گھر دے دیا ہے مجھے جھونپڑی بھی نہیں ملی۔ بھئی تو گھر سے نکلا ہی نہیں پھر تجھے جھونپڑی بھی مل گئی اس کا تو شکر کر۔ تو مسلمانوں کی جو زبوحالی ہے اس کی بنیادی وجہ وہ ہیں جو میں نے آپ کو بتا دیا اور سب سے بڑی وجہ مسلمان کی کاہلی سستی ہے کام نہیں کرتے بس سونا ہے سونے کا بڑا شوق ہے تو مقصد یہ ہے کہ آپ کام بھی نہ کریں، آپ ریسرچ بھی نہ کریں، آپ اللہ کی نافرمانی بھی کریں، آپ شرک بھی کریں، آپ منافقت بھی کریں، آپ جھوٹ بھی بولیں اور یہ کہے ہم اللہ اور رسول کو ماننے والے ہیں تو اس سے آپ خود اپنے آپ کو دھوکا دے سکتے ہیں۔

اللہ ایسے نہیں مانتے ومکرو مکراللہ... کہ لوگ میرے ساتھ مکر کرتے ہیں میرے ساتھ کون مکر کرے گا؟ میں تو اچھی سے اچھی تدبیریں جانے والا ہوں اور یہ سارے مکران کے اوپر۔ سجدہ ہیں نماز کے بارے میں ہے نماز ایسی بھی ہیں جو بارگاہ مقبول ہوتی ہیں تو انسانوں کو درجہ فرشتوں سے زیادہ ہو جاتا ہے اور نمازیں ایسی بھی ہیں اللہ تعالیٰ لعنت بنا کر منہ پر مار دیتا ہے کیا آپ نے نہیں پڑھا یہ حدیث ہے قرآن ہے تو ہماری اس وقت جو پوزیشن ہے نمازیں ہم پڑھ رہے ہیں اور ذلیل وخوار ہو رہے ہیں اس کا مطلب ہے ہم وہ نماز پڑھ رہے ہیں جس نماز کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں منہ پر پھینک کے ماروں گا۔ تو یہ عام طور سے لوگ سوال کرتے ہیں ہم حضور کے امتی بھی ہیں ہم اللہ کا کلمہ بھی پڑھتے ہیں ہم کو مانتے بھی ہیں پھر بھی ہم ذلیل وخوار ہے وہ غیر مسلم جو اللہ کو نہیں مانتے وہ خوشحال ہیں ہم بھکاری ہیں وہ ہمیں بھیک دے رہے ہیں۔

یہ اس لئے آپ بھکاری ہے آپ جھوٹ بول رہے ہیں، منافق ہیں، اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یہ کہتے ہیں مسلمان ہیں لیکن ابھی ان کے دلوں میں ایمان تو داخل ہی نہیں ہوا تو اسکا مطلب مسلمان ہونا اور بات ہے۔ مومن ہونا اور بات ہے۔ تو مومن کے اوپر اللہ تعالیٰ کا انعام و

www.ksars.org

اکرامات ہے جب ہمارے دلوں میں ایمان داخل ہو جائے گا تو اللہ تعالیٰ کے وہ انعام و اکرامات ہم پر نازل ہونگے جو ہمارے بزرگوں کے ہمارے اسلاف پر ہو چکے ہیں یہ ایسی بات نہیں آپ کہے گے کہانیاں ہیں اپنی اسلاف کی آپ تاریخ اٹھا کر دیکھیں آج جو سائنس میں درجہ غیر مسلموں کا ہے مسلمانوں کا اس کے اوپر درجہ ہے کیا آپ اس بات سے انکار کر سکتے ہیں چین میں، جاپان میں فرانس میں ساری جگہ مسلمانوں کی حکومت ہوئی، کیا آپ اس بات سے انکار کر سکتے ہیں کہ جب صلاح الدین ایوبی اٹھا تو ہر صلیبی جنگ میں اسکو فتح ہو گئی اور ہر صلیبی جنگ میں عیسائیوں کو شکست اور انہیں بعد میں معافی مانگنی پڑی اور یہ اس کو صلاح الدین ایوبی نے یہ انہوں نے شرط رکھی تھی کہ صاحب ہم معافی مانگ رہے ہیں ہمارے ایک کا مطالبہ یہ ہے کہ ہمیں بیت المقدس کی زیارت کی اجازت دے دی جائے۔

تاریخ ہے اور آج وہی بیت المقدس ہے آپ زیارت نہیں رکھ سکتے آپ نہیں جاسکتے ان سے اجازت لینے پر آج مجبور ہیں کہ وہ صلیبی آپ کو اجازت دیں تو آپ بیت المقدس جاسکتے ہیں ورنہ نہیں جاسکتے اُلٹ ہو گئی تاریخ۔ تاریخ اُلٹ اس لئے ہو گئی کہ آپ کے جو اسلاف تھے، آپ کے جو بزرگ تھے، آپ کے جو جدامجد تھے آپ نے ان کے راستے ہی کچھ اور کہتے ہیں آپ ایک کہتا ہے جی میں فلاح کا بیٹا ہوں کام سارے وہ کر رہا ہے باپ کے خلاف، باپ روزگار ہے متقی ہے نیک ہے۔ بیٹا چور ہے دھوکے باز ہے دوسروں کو پریشان کرنے والا ہے تو کیا کوئی آدمی اس بات پر یقین کرلے گا کہ اس کا بیٹا سعادت مند ہے۔

تو وہ کہے گے بیٹا تو ضرور ہے لیکن سعادت مند نہیں ہے تو ہم مسلمان تو ہیں لیکن وہ مسلمان نہیں ہیں جس کو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں لمیکن مسلمان میں ہے جو قومیں اپنی تبدیلی چاہتی ہیں، جو قومیں اپنا عروج چاہتی، جو قومیں اپنا حکمرانی چاہتی ہیں، اگر وہ حکمرانی کے قواعد و ضوابط کے مطابق عمل کریں گے تو اللہ تعالیٰ حکمران ہیں اور جو لوگ ذلیل و خوار رہنا چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں ذلیل و خوار کر دیتا ہے علما لا یغرو... تو مسلمانوں کی زبوحالی کا بڑا سبب یہ ہے کہ ہم مسلمان کہتے تو ہیں لیکن ہمارے دل ایمان سے خالی ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے جب ہم مسلمان ہیں نسبت تو ہمیں حاصل ہے تو رسول اللہ ﷺ کی رحمت العالمین کی نسبت حاصل ہے بس تھوڑی سی ہمت کی بات ہے بھئی یہ کوشش کی جائے کہ جب ہم مسلمان ہیں مسلمان گھر میں پیدا ہوئے ہم نے کلمہ بھی پڑھ لیا رسول اللہ ﷺ سے ہمیں محبت بھی ہے تو اس محبت کو سچا ثابت کرنا لفظوں سے نکالنا قلب کی گہرایوں سے اس کو ادا کریں تو پھر کوئی وجہ نہیں ہے ہم اس ذلت و خواری سے نکل جائیں گے۔

اور ہمیں عروج پھر نصیب ہو جائے گا لیکن اگر ہم باتیں ہی بناتے رہے ہم اللہ کے دشمن بھی رہے سود بھی کھاتے رہے تو روزی بھی ہماری حرام رہی جھوٹ بھی بولتے رہے منافقت بھی کرتے رہے حق تلافی بھی کرتے رہے، دولت پرستش کر کے شرک بھی کرتے رہے، تو پھر آپ خود ہی اندازہ لگائیں کیسا عروج؟ سب تو جو اور ذلت ہے اس سے اور مزید ذلت ہو گئی اور ذلت ہو گئی اور مزید ذلت ہو گی اور ایک وقت ایسا بھی آئے گا پتا نہیں یہ قوم رہے بھی یا نہیں، پہلے کتنی بڑی قومیں قوم عاد، قوم ثمود، قوم نوح، قوم لوط کسی بڑی بڑی قومیں آئیں، اب ان کا کوئی نشان ہی نہیں ملتا بس تذکرہ ملتا ہے تاریخ میں بڑی بڑی قومیں تھیں۔ اور میں تو کہتا ہوں آپ بھی اس بات کو یقیناً سوچتے ہونگے غور کریں اس پر جب ہم تذکرہ پڑھتے ہیں قرآن پاک میں کہ قومیں کس طرح تباہ اور برباد ہوئیں تو اس کا گہرا مطالعہ

www.ksars.org

کرنے کے بعد ایک بات سمجھ میں آتی ہے جو قومیں تباہ ہوئی ان میں دولت پرستی تھی وہ سونے جواہرات کے پجاری بن گئے تھے پجاری کا مطلب یہ نہیں ہے آپ اس کے سامنے سجدہ کریں یا ہاتھ جوڑیں۔

لیکن اس کو اہمیت دے دی اللہ رسول کے مقابلے میں دولت کو اہمیت دے دی تو وہ دولت پرستی کی وجہ سے، جھوٹ کی وجہ سے، منافقت کی وجہ سے وہ قومیں تباہ ہو گئیں۔ اب ہم بحیثیت مسلمان قوم کے جب اپنا موازنہ کرتے ہیں تو صاحب دیکھ کر شرمندگی بھی ہوتی ہے تکلیف بھی ہوتی ہے رونا بھی آتا ہے کہ جو قومیں ایک ایک بنیاد پر تباہ و برباد کر دی گئیں ان ساری قوموں کے سارے گناہ، اس وقت مسلمانوں کے اندر موجود ہیں۔

یہ مسلمان قوم ابھی تک بندر بن چکی ہوتی یہ تو حضور پاک ﷺ کیوں کہ رحمت العالمین ہیں آخری نبی ہیں آئندہ کوئی نبی تو آئے گا ہی نہیں اللہ کے محبوب ہیں دوست ہیں ان کی وجہ سے ہماری صورتیں اور شکلیں ٹھیک ہیں ورنہ جو ہمارے اعمال ہیں وہ تو یہی ہیں کہ ایک گناہ پر ایک قوم تباہ کر دی گئی وہ ساری گناہ ہمارے اوپر ہیں اور پھر بھی ہم اپنے آپ کو یہ کہے رہے ہیں اللہ نے ہم کو ذلیل کر دیا اللہ نے ہمیں اللہ نے کیوں کر دیا، تم خود ذلیل ہوئے ہو، منافقت کی وجہ سے ذلیل ہوئے ہو اللہ تعالی ہم سب کو توفیق دے کہ بھئی ہم جتنا بھی ہو سکے اب ایک مسئلہ اور بھی لوگ کہتے ہیں کہ صاحب یہ جو ہمارا اس سودی معیشت ہے اس سے ہم نکل نہیں سکتے مطلب یہ بینکنگ ہیں اب بینک کے ملازم ظاہر ہے سودی تنخواہ لاکھوں آدمی ہے اگر ساری نوکری چھوڑ دیں تو کیا بنے؟ سرکاری ملازمین وہ سارا سود کا نظام ہے۔

وہ بھی کروڑوں کے حساب سے جتنی بڑی بڑی کمپنیاں ہیں وہ بھی سود کے اوپر چل رہی ہیں تو اب تو یہ بڑا مسئلہ ہے اب آدمی یہ کہے جی صاحب ہم تو سود نہیں کھاتے، تو ہم تو گھر بیٹھ جائیں نوکری کہیں نہیں ملے گی، یہ معیشت نہیں ہے یہ بھیک ہے لیکن کم از کم اتنا تو ہو سکتا ہے کہ ہم اس نظام کو برا سمجھیں اور برا سمجھ کر کوشش کریں کہ اس کی اصلاح ہو کوئی وجہ نہیں کہ جب ہم کوئی اجتماعی حیثیت سے یہ کوشش کریں گے تو اجتماعی حیثیت سے سودی نظام ختم ہو سکتا ہے ایسی بات نہیں ہیں سودی نظام ختم نہیں ہو سکتا۔ لیکن اجتماعی حیثیت سے اس کی کوشش ہی نہیں کی اس لئے وہ چل رہا ہے اور جو لوگ اس نظام کو چلا رہے ہیں ان کو تو فائدہ ہی فائدہ ہے ایک دفعہ آدمی ان کے چکر میں پھنس جائے پھر نہیں نکلتا وہاں سے تو اب یہ ہی ہے کہ کم از کم اتنا احساس تو ہمیں ہو جائے کہ ہماری ذلت و خواری کی وجہ یہ بھی ہے کہ ہماری روزی حلال نہیں ہے ہم جھوٹ بولتے ہیں منافقت کرتے ہیں تو جب ہم اس نتیجے پر پہنچ جائیں گے اور کوشش کریں گے تو آہستہ آہستہ منافقت ہمارے اندر سے ختم ہو جائے گی۔

دولت پرستی ہمارے اندر سے ختم ہو جائے گی حق تلافی ہمارے اندر سے ختم ہو جائے گی۔ تو جب اللہ یہ دیکھئے گا میرے بندے کوشش کر رہے ہے۔ جو ان کے بس میں تھا وہ تو انہوں نے ختم کر دیا، اللہ ایسا نظام لا سکتا ہے پھر ہم اللہ کے اس نظام میں آجائیں جہاں اللہ نے کہا یہ سب ہمارے دوست ہیں اور اللہ کا دوست ہے تو ظاہر ہے اللہ کی رحمت کا نزول ہو گا اللہ کی رحمت کا نزول تو اب بھی ہے دیکھئے اللہ میاں نے باوجود اللہ میاں کہتا ہے میرے دشمن ہیں سورج کو منع نہیں کیا کہ ان کو روشنی نہ دو ہوا کو منع نہیں کیا، زمین کو منع نہیں کیا کہ ان کو پانی نہ دو اللہ تو یہ چاہتا ہے کہ آپ اس کی طرف پلٹے تو سہی اللہ کہتا ہے جب میرا بندہ کوئی میری طرف ایک قدم بڑھاتا ہے میں اس کی طرف دو قدم بڑھاتا ہوں میرا بندہ جب میری طرف لپکے آتا ہے میں اس کی طرف دوڑ کے جاتا ہوں۔ تو یہ مثال تو قائم کریں آپ چلو اگر

www.ksars.org

سودی معیشت جو ہے اسکو ہم ختم نہیں کر سکتے تو کم از کم منافقت تو ختم کر سکتے ہیں گھروں میں لڑائیاں جھگڑے تو ختم کر سکتے ہیں یہ جو فرقے بن گئے ہیں۔

اسلام میں ہزاروں 72 فرقے پتا نہیں کتنے فرقے ہیں ان فرقوں سے تو اپنی جان چھوڑا سکتے ہیں آج ایک ہوا کل دو ہونگے پرسوں کو دس ہونگے ہو سکتا ہے ہماری نسلیں اس عذاب سے نکل کر وہ اللہ کی رحمت میں چلی جائیں یہ بھی ایک بہت بڑا کارنامہ ہے ہر انسان اپنی نسل کے لئے سب کچھ کر سکتا ہے۔ جن صاحب نے یہ سوال کیا میرا خیال ہے اس کا جواب تو ہو گیا۔ اختتام

www.ksars.org

کیا کوئی قوم عبادت سے ممتاز ہو سکتی ہے؟

جواب یہ ہے کہ مسلمان اللہ کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ پر بھی ایمان رکھتے ہیں جتنا کچھ ہو سکتا ہے عبادت بھی کرتے ہیں ہر طرح زکوۃ خیرات نماز جو بھی ہوتا ہے وہ کرے ہیں اس یں یہ کہا جا سکتا ہے کہ بہت بڑی تعداد ہے مسلمانوں کی تو کافی لوگ ایسے ہیں جو اللہ اور رسول کو مانتے ہیں اور ان پر اللہ پر اور اللہ کے رسول پر جان تک دینے کو تیار ہیں اس کے مظاہرے بھی سمجھ میں نہیں آتے جب بھی کوئی ایسا مسئلہ پیش آیا تو مسلمانوں نے یہ محسوس کیا کہ ہماری مالی اور جانی قربانی سے اللہ اور اللہ کا رسول خوش ہوگا تو انہوں نے نماز بھی پڑھوادی آذان بھی کروادی ابھی کچھ عرصے پہلے کی بات ہے بارہ تیرا سال پہلے کی بات ہے لاہور میں تحافظ ختم نبوت کے سلسلے میں یہاں دس دس ہزار آدمی مر گئے اب یہ الگ بات ہے کس نے مار، اپنوں نے مارا۔

اب یہ ہے کہ پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمان ذلیل بھی ہے مسلمان بھکاری بھی ہے یہ صحیح ہے اگر غیر مسلم قوم نے ہمیں سہارا نہ دیں اور ہماری امداد نہ کریں تو نہیں کہا جا سکتا تو اس کی دو ہی صورتیں ہیں ایک صورت تو یہ ہو سکتی ہے ہم جو عبادت کرتے ہیں اس کے مقبول ہی نہیں ہے اللہ کو دوسری صورت یہ ہو سکتی ہے کہ ہم جو عبادت وریاضت کرتے ہیں وہ عبادت وریاضت کے دائرے میں ہی نہیں آتی ہم سمجھ رہے ہیں وہ عبادت ہے ہم سمجھ رہے ہیں وہ اللہ کے سامنے جھکنا ہے ہم سمجھ رہے ہیں کہ جو ہم نے حج کیا وہ اسی طرح کا حج ہے جس طرح ہمارے اسلاف کرتے تھے ارکان تو وہی ہے نماز کے لئے ارکان چودہ سو سال پہلے کی نماز آج بھی ہے، چودہ سو سال پہلے آذان دی جا تی تھی آج بھی دی جاتی ہے، چودہ سو سال پہلے جو قبلے کا رخ تھا وہ آج بھی ہے، پھر کیا وجہ ہے مسلمان ذلیل و خوار ہے اس کی بات جو قرآن سے ثابت ہے وہ یہ ہے ہماری جو روزی ہے وہ حلال نہیں ہے جب کہ اللہ تعالیٰ نے واضع طور پر یہ قرآن پاک میں، حدیثوں میں، امام جتنے فقہ ہیں ہمارے علم میں یہ بات وضاحت کے ساتھ بیان کر دی گئی ہے کہ اسلام میں بنیادی بات یہ ہے کہ رزق حلال ہو، روزی حلال ہے، اگر روزی حلال نہیں ہوتی تو نہ نماز کا کوئی فائدہ ہوگا نہ روزہ کا کوئی فائدہ ہوگا، نہ حج کا کوئی فائدہ ہوگا دوسری بات اسلام یہ بتاتا ہے کہ سب سے بڑی چیز جو اسلام میں ہے وہ منافقت نہیں ہو، اسلام جو ہے منافق کو کسی بھی حال میں پسند نہیں کرتا منافقت کو اسلام جو ہے وہ قبول ہی نہیں کرتا تیسرا جو سب سے بڑا گناہ ہے جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے میں دو گناہ معاف نہیں کر سکتا ایک شرک ایک حقوق العباد تو اب یہ بھی دیکھنا ہے کہ ہم شرک کے دائرے یں تو ہم نے کوئی قدم نہیں رکھ دیا اس لئے کہ حق تلفی بجائے خود برابر ہے شرک کے اللہ تعالیٰ نے دو گناہ معاف نہیں کروں گا ایک شرک ایک حقوق العباد یعنی شرک اور حق تلفی دونوں برابر برابر کے ہیں تو اب یہ بھی دیکھنا ہے مسلمانوں میں کہیں شرک کا اظہار تو نہیں، یہ کیا چیزیں ہمارے سامنے آئی ایک رزق حلال دوسرا منافقت سے بچنا تیسرا یہ کہ کسی کی حق تلفی نہ کرنا چوتھا یہ ہے کہ کسی کا حق نہیں مارنا۔

اگر یہ چار چیزیں مسلمانوں کے اندر ہیں تو وہ مسلمان کہلانے کا مستحق ہے اور اگر یہ چار چیزیں مسلمان کے اندر نہیں ہیں وہ خود کو تو مسلمان کہے رہا ہے لیکن وہ مسلمان ہے یا نہیں ہے اس کا فیصلہ اللہ جانتا ہے اب ہم روزی کے اوپر آتے ہیں اس وقت ہماری جو معیشت

www.ksars.org

ہے وہ سودی معیشت ہے۔ بینک میں سود، گھر جتنے بنے ہوئے ہیں وہ سود سے، گاڑیاں جو ہمارے چلانے کے لئے ہیں وہ بھی سود کے اوپر ہیں۔ ہر جگہ سود ہی سود ہے۔

یعنی جہاں بھی بات جائے گی وہ ہر چیز سود کے اوپر ہے اور سود کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے واضع طور پر قرآن پاک میں یہ کہہ دیا ہے کہ جو لوگ سود لیتے ہیں اور جو لوگ سود دیتے ہیں وہ میرے کھلے دشمن ہیں تو اب دشمنی دانستہ ہو رہی ہے دشمنی نادانستہ ہو رہی ہے یہ دشمنی مجبوراً ہو رہی ہے لیکن دشمن ہی دشمن ہیں تو جب اللہ تعالیٰ یہ واضع طور پر ڈیکٹریٹ کر رہا ہے سودی نظام پر چلنے والے لوگ میرے دشمن ہیں تو اب ہماری روزی ہی حلال نہیں ہے سود کو اللہ تعالیٰ ہمیں دشمن اپنا کہہ رہا ہے تو ہماری ان نمازوں کا، ہمارے ان روزوں کا، ہمارے حج کا، ہماری زکوٰۃ کا کیا فائدہ ہوا، اللہ تو ہمیں دشمن کہہ رہا ہے اور ہم وہ سب کام کر رہے ہیں جو اللہ کے لئے ناپسندیدہ ہیں تو یہ کیا بات ہوئی اللہ اپنے دشمن کے عمل کو قبول کیسے کرے گا؟

ایک جگہ ہمارے مسلمانوں کی زبوحالی ہے پریشانی ہے ذلت اور خواری کا باعث ہیں یہ سود ہے یہ تو آپ کا ایک روزی کا معاملہ آگیا اب آپ کہیں جی یہ تو مجبوری ہے کہ صاحب وہ سود کے بغیر کام ہی نہیں سکتا تو اللہ جو ہے اللہ اس مجبوری کو نہیں مانتا، مجبوری نہیں ہے آپ نے خود معیشت کو بنایا ہے ایسی معیشت آپ نے بنائی ہے کہ آپ جو ہیں اس میں پھنس گئے ہیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو وسائل کی کمی نہیں ہے آپ اپنے گیس نکالے اپنے یہاں انڈسٹریاں قائم کریں بے ایمانیاں چھوڑ دیں کمیشن چھوڑ دیں۔ نتیجہ یہ ہو گا کہ ایسا معاشرہ قائم کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ جس میں یہ سود کی لعنت دی جا رہی ہے اور جب سود کی لعنت سے جان چھوڑ جائے گی تو آپ اللہ کی دشمنی کے دائرے سے باہر نکلیں گے۔ اب آپ غور کریں ایک آدمی آپ کا دشمن بھی ہے اور وہ دوست بھی ہے یہ کیسے ہو سکتا ہے یعنی کوئی آدمی آپ کا دشمن ہے اور وہ ثابت بھی ہو گیا دشمن ہے اس نے کہہ بھی دیا میرا دشمن ہے اور آپ اس کے بارے میں یہ کہیں کہ وہ دوست ہے تو کیا وہ خوش ہو گا؟

۔ اب آجایئے اس کے منافقت پر یہاں مسلمانوں کا جو حال ہے زبان سے کچھ اور کہتے ہیں عمل کچھ اور کرتے ہیں پوری قوم کا یہ حال ہے جھوٹ جو ہے اس کی زندگی میں سرائیت کر دے گا۔ ہمارے حضور قلندر بابا اولیاءؒ فرمایا کرتے تھے بڑے دکھ کے ساتھ کہ مسلمانوں کا عجیب حال ہے کہ جھوٹ بولتے ہیں بغیر ضرورت کے، فیشن کے، بھئی، جھوٹ بولنے کے بعد ایک پیالی چائے مل جائے تو صبر تو آجائے چائے مل گئی ہے ایک پیالی۔ اب ہماری جو قوم ہیں اس میں ہر آدمی اپنے اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ سکتا ہے ہم لوگ بلاضرورت اپنے عادتاً جھوٹ بولتے ہیں، کوئی اپنی نمائش کے لئے جھوٹ بولتا ہے، کوئی خوش آمد میں خوش کرنے کے لئے جھوٹ بولتا ہے، کوئی کسی کو اذیت پہنچانے کے لئے جھوٹ بولتا ہے، کوئی اپنے اوپر پردہ ڈالنے کے لئے جھوٹ بولتا ہے، مقصد یہ ہے کہ کسی نہ کسی عنوان سے اس کی زندگی میں جھوٹ کا عمل داخل ہے۔

ایک ہزار آدمی اگر اپنا محاسبہ کریں تو میرا اندازہ پانچ دس آدمی ایسی نہیں نکل سکتے جن کی زندگی میں جھوٹ کا عمل داخل نہ ہو تو جھوٹ جو ہے اصل منافقت ہے تو منافقت کو اللہ پسند نہیں کرتا۔ اب حقوق العباد پر آجایئے آپ حقوق العباد کا یہ حال ہے کہ سب سے قریب ترین رشتہ جو ہے میاں بیوی کا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس رشتے کے بارے میں یہاں تک فرمادیا کہ بیویاں تمہارا لباس ہیں اور شوہر بیویوں کے

www.ksars.org

لباس ہیں اس سے زیادہ قربت کا کوئی اور طریقہ نہیں تھا۔ میاں بیوی ایک دوسرے کا لباس ہے۔ اب آپ دیکھئے یہ میاں بیوی کوئی گھر شاید ہی ایسا ہو گا جہاں میاں بیوی لڑتے نہ ہوں اور ایک دوسرے سے پیار بھی کرتے ہوں ہر ہر گھر میں لڑائی ہے میرا خیال ہے اگر سو گھر آپ لیں تو مشکل سے ایک دو گھر بڑی مشکل ایسے نکلیں گے جہاں میاں بیوی آپس میں لڑتے نہ ہوں۔ اس لڑائی کی بنیاد پر دانستہ طور پر نادانستہ طور پر بیوی شوہر کی حق تلفی کر رہی ہے اور شوہر سے بیوی کی حق تلفی ہو رہی ہے۔

جب یہ میاں بیوی کی آپس میں حق تلفی ہو رہی ہے تو پھر اولاد بھی ویسے ہی نکلتی ہے۔ اور اولاد سے والدین کی حق تلفی کر رہی ہے اور والدین سے اولاد کی حق تلفی کر رہی ہے تو اب اس کا مطلب یہ ہوا ہم نے وہ گناہ اپنے اندر داخل کر لیا ہے کہ جس کے بارے میں اللہ تعالی نے کہا یہ گناہ میں معاف نہیں کر دوں گا۔ اب آپ ایسا گناہ کر رہے ہیں کہ جس کے بارے میں اللہ تعالی نے واضع طور پر یہ اعلان کر دیا میں اس کو معاف نہیں کروں گا۔ اور پھر اللہ تعالی کی آپ عبادت بھی کر رہے ہیں تو یہ کیا بات ہے؟ اب شرک پر آجایئے اور اللہ تعالی نے کہا شرک کو معاف نہیں کرو گا، مشرکین کے لئے دو عذاب کی دلیلیں ہیں آپ سب لوگ جانتے ہیں اب شرک کا ہمارا یہ حال ہے کہ ہم اللہ کا تو تذکرہ کرتے ہیں کہ اللہ بڑا ہے اللہ رازق ہے اللہ قادر مطلق ہے لیکن ایمانداری کی بات یہ ہے کہ اللہ کا تذکرہ ہم زبانی کرتے ہیں۔

رازق ہم اپنی سیٹھ کو، اپنے باس کو، اپنی گورنمنٹ کو اور اپنے ان لوگوں کو جو ہمیں مہینے کے بعد ہمارے ہاتھ پر تنخواہ رکھتے ہیں ان کو سیٹھ ناراض ہو جائے گا نکال دے گا۔ سیٹھ کچھ کرے گا تو ترقی ہو جائے گی کچھ کریں گے تو کھائیں۔ جبکہ آپ کی زندگی میں یہ بات داخل ہے آپ اس حالت میں سے گزر چکے ہیں کہ اللہ نے جب بھی آپ کو روزی فراہم کی ماں کے پیٹ میں، آپ کو روزی فراہم کی اور سولہ سترہ سال تک اللہ تعالی نے آپ کو روزی فراہم کی، اللہ تعالی نے کسی کی چھتیس سال عمر ہے، کسی کی پچاس سال عمر ہے، کسی کی پچیس سال کی عمر ہے ہر شخص اس بات پر غور کر سکتا ہے کیا پچیس سال کی عمر میں کبھی وہ بھوکا سویا ہے؟ کیا پچیس سال کی عمر میں کبھی وہ ننگا رہا ہے؟، کیا پچیس پچاس یا ساٹھ سال کی عمر تک کبھی وہ بے گھر رہا ہے؟ تو ایک جواب ہو گا ایسا نہیں ہے۔ تنگی ترشی ایک الگ بات ہے کبھی ایسا نہیں ہوا آدمی بھوکا رہا ہو یا بغیر گھر کے رہا ہو گھر چھوٹا بڑا ہو سکتا ہے لیکن چھت ایسے ضرور ملے گی تو جس اللہ آپ کو ان حالات سے گزاد یا۔

جب آپ کسی قابل نہیں رہے آپ کی نگہبانی کی، آپ کو رزق فراہم کیا، آپ کو وسائل فراہم کئے، آپ کو گھر دیا، آپ کو ماں باپ دیئے، آپ کو بیوی دی، آپ کو بچے دئے۔ اب آپ تیس سال کی عمر کے بعد یہ کہے صاحب اب ہم کچھ کریں گے نہیں تو کھائیں گے کہاں سے...؟ تو یہ بہت بڑی ناانصافی اور ظلم ہے اللہ رازق ہے۔ اللہ خیر الرزقین۔۔ اب یہ کہنا اللہ ہمارا رازق ہے محض زبانی اور عملاً اس کے خلاف ہونا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ کا جو ذکر ہے وہ آپ دل کے ساتھ نہیں کر رہے اس کا تعلق الفاظی سے ہے۔

www.ksars.org

ابو ظہبی میں ورکشاپ سے خطاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ورکشاپ کے تمام شرائکاءہیں تمام طلبہ طالبات اساتذہ اور اس ورکشاپ کو منظم کرنے والے لوگ بلاشبہ قابل ستائش ہے اور بلاشبہ ان لوگوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کا کرم اور انعام ہے کہ ان سب لوگوں نے ورکشاپ کی تبلیغ میں اور ورکشاپ قائم کرنے ہیں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیتوں کو استعمال کیا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی کوششوں کو قبول فرمائے اور ہمیں اس علم کی دولت سے مالامال فرمائے۔ جس علم کے بارے میں حضرت ابوہریرہ نے فرمایا: کہ حضور الصلوٰۃ والسلام سے علم کے دولفظ ہیں۔ علم ایک کا لفظ میں نے ظاہر کردیا اور دوسرا لفظ میں نے چھپالیا یا اپنے پاس محفوظ رکھا۔ لوگوں نے سوال کیا کہ علم کوئی چھپانے کی چیز نہیں ہے آپ نے دوسرا لفظ جس کو اپنے پاس محفوظ رکھا۔ اس کو بھی ظاہر کردینا چاہئے حضرت ابوہریرہ نے فرمایا یہ لفظ میں ظاہر کردوں تو مجھے اس بات پر کوئی شک نہیں ہے کہ تم لوگ مجھے قاتل کردوگے۔

اس طرح حضرت ابن عباس نے بھی قرآن پاک کی ایک آیت کا ترجمہ کرکے فرمایا: کہ صاحب جو دوعلوم چھپے ہوئے ہیں۔ ایک وہ ہے جس کا ترجمہ میں نے بیان کیا، تشریح میں نے بیان کی۔ لیکن اگر میں اس آیت کے پیچھے جو باطنی حکمت ہے۔ اس کو ظاہر کردوں تو تم لوگ یقیناً مجھے قتل کردوگے اور جہاں تک دنیاوی علوم کا تعلق ہے۔ یہ دراصل نظریات کے اوپر قائم ہوتے ہیں۔ افلاطون نے یہ نظریہ پیش کیا کہ قدرت جب تخلیق کرتی ہے انسانوں کے سلسلے میں اس میں تخلیق کے دوُرخ ہوتے ہیں۔ تخلیق کا ایک رخ یہ ہے کہ قدرت ایسے انسان پیدا کرتی ہے۔ جن کو اللہ تعالیٰ ایسے دماغ اور ایسی صلاحیت عطا کرتے ہیں کہ وہ لوگوں پر حکمرانی کے فرائض انجام دیتے ہیں اور اس تخلیق میں دوسرا گروہوں حکمرانی کو قبول کرتا ہے اور ساری زندگی غلامی کی زندگی بسر کرکے مرجاتا ہے۔ افلاطون کا نظریہ یہ تھا کہ آقا اور غلام قدرت پیدا کرتی ہے۔

افلاطون کے بعد سقراط پیدا ہوا، دانش ور حکیم یا سائنسدان اس نے افلاطون کے نظریے کی تردید کی اس نے کہا نہیں ایسا نہیں ہے۔ قدرت سب کو ایک طرح پیدا کرتی ہے۔ بادشاہ ہو، فقیر ہو،، امیر ہو، دانش ور، ظالم ہو، جاگیر ہو، رحم دل ہو کوئی بھی پیشہ اختیار کرتا ہو۔ تو جب وہ پیدا ہوتا ہے۔ نہ وہ بڑا ہوتا ہے، نہ وہ غلام ہوتا ہے، نہ وہ آقا ہوتا ہے تو قدرت یکساں طور پر سب کو پیدا کرتی ہے۔ یعنی قدرت اپنی صفات میں تخلیق یکساں منتقل کرتی ہے۔ یعنی تخلیق میں قدرت نے مساوات پیدا کئے۔ لوگ اپنے مشاغل سے چالاکیوں سے کچھ علوم حاصل کرنے کے بعد اس علوم کو ڈھال بناکر خود آقا بن جاتے ہیں اور دوسرے لوگوں کو غلام بنا لیتے ہیں۔ یہ دراصل افلاطون کے نظریئے پر ایک بہت بڑی ضرب تھی۔ ایک ضرب ہے وہ جو حکمران تھا۔ یعنی بادشاہ لوگ، یا حکمران لوگ یا جاگیر دار لوگ بوکھلا گئے اور انہوں نے اس نظریئے کی مخالفت ہیں جو بھی ان سے ہوسکا وہ کیا اور نتیجے ہیں تعریف بتادی۔

www.ksars.org

آپ لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ سقراط کو اپنے اس نظریئے پر قائم رہنے کی سزا کے طور پر زہر کا پیالہ پینا پڑا۔ لیکن سقراط کی موت کے بعد افلاطون کے نظریئے پر اتنی بڑی ضرب پڑ گئی کہ سقراط کے بعد سے اب تک جتنے بھی بڑے بڑے حکیم پیدا ہوئے۔ ان میں یہ چیز دور کرتی رہی اور سقراط کے نظریئے کو کوئی آدمی آج تک رد نہیں کر سکا۔ یہ تو ہوا سقراط کے نظریئے کو کچھ لوگ نے قبول کیا۔ کچھ لوگوں نے قبول نہیں کیا۔ لیکن بہر حال یہ ایک نظریہ زمین پر قائم ہے۔ صدیوں سے کہ انسان کو قدرت یکساں طور پر پیدا کرتی ہے۔ بادشاہ ہو، امیر ہو، غریب ہو بچپن ایک طرح گزرتا ہے، لڑکپن ایک طرح گزرتا ہے۔ البتہ ماحول کے زیر اثر انسانی صلاحیتیں یا تو روشن منور ہو جاتی ہیں یا دھندلی ہو جاتیں ہیں۔ یہ نظریاتی جنگ کب سے شروع ہوئی تاریخ اس بارے میں خاموش ہے۔ لیکن اس نظریئے کی تائید اور تبلیغ کے لئے اگر ہم الہامی کتابوں کا مطالعہ کریں تو ہمیں یہ بات نظر آتی ہے یہ بات تاریخ میں ملتی ہے تمام آسمانی کتابیں اعلیٰ اعلان اس بات کو ظاہر کرتی ہیں کہ زمین کسی مخصوص گروہ کی ملکیت نہیں ہے۔

زمین کے اوپر پھیلے ہوئے وسائل کسی مخصوص گروہوں کی ملکیت نہیں ہے۔ لوگ چالاکی سے، ہوشیاری سے، شیطنت سے، کبر و غرور سے، گستاخی برتری کے وجہ سے کچھ ایسے پروگرام بنالیتے ہیں، جن پروگرام کی وجہ سے دو گروہوں آمنے سامنے آجاتے ہیں۔ ایک گروہوں وسائل پر قابض ہو کر اپنے ارد گرد طاقت جمع کر لیتا ہے۔ اور دوسرا گروہوں اس طاقت کا مقابلہ نہ کرتے ہوئے غلامی کی زندگی بسر کرتا ہے۔ جتنے پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام تشریف لائے۔ ان سب کی یہی تعلیم رہی کہ یہاں کوئی بڑا نہیں ہے۔ کوئی چھوٹا نہیں ہے۔ یہ جو قبیلے ہیں، یہ جو قومیں ہے یہ صرف تعارف کے لئے بنائے گئے ہیں وہ قرآن حکیم میں ہے "یہ قبیلے جو ہیں تعارف ذریعہ ہیں۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک وہی لوگ افضل ہیں۔ جو اللہ کو جانتے ہیں"۔ اللہ کے قانون پر عمل درآمد کرتے ہیں اور یہ وہ انبیاء ہے۔ انبیا کی ان ہی تعلیمات کی بنیاد پر ہم نے علم کا ایک نظریہ ترتیب دیا ہے، جس کو ہم نظریہ رنگ و نور کہتے ہیں۔

آج کی ورکشاپ میں آپ لوگ نظریہ رنگ و نور پر غور و فکر کریں گے۔ نظریہ رنگ و نور کا مطلب یہ ہے۔ انبیاء اکرام علیہ والسلام کی وہ طرز فکر جس طرز فکر میں آسمانی کتابوں کی نشاندہی کرنے والے علوم انبیاء نے پیش کئے اور رنگ و نور یہں یہ بات واضع طور پر بتائی گئی کہ انسان کو جو مقصد حیات ہے وہ محض وسائل کا اکھٹا کرنا یا وسائل کا استعمال کرنا مقصد نہیں ہے بلکہ انسان کی پیدائش کا مقصد یہ ہے جس نے انسان کو پیدا کیا۔ جس ہستی نے اور جس ہستی نے وسائل بنائے اور وسائل کو قابل کیا۔ اس ہستی کا تعارف دراصل انسان کی زندگی کا مقصد ہے۔ یہی نظریہ رنگ و نور ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ذہنوں کو کھولے گا۔ ہمارے خلوص کو قبول فرمائے گا۔ ہمارے ذہن میں جو شعور کی حد بندی ہے۔ محدودیت ہے اس سے اللہ تعالیٰ ہمیں نجات دے گا اور ہم پیغمبران طرز فکر یعنی نظریہ رنگ نور کو سمجھیں گے اور نظریہ رنگ و نور کو سمجھ کر پوری نوع انسانی میں اس کو پھیلانے کے لئے جدوجہد اور کوشش کریں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمارا حامی اور مدد گار ہو

تلاوت سورہ حشر کا آخری رکوع...

سورہ حشر کے اس آخری رکوع میں میں نے آپ کے سامنے ابھی تلاوت کی ہے اللہ تعالیٰ نے غور و فکر کی دعوت دی ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ہم لوگوں کو مثالیں دے کر سمجھاتے ہیں اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے نے بھی فرمایا ہے کہ اگر ہم قرآن کو پہاڑوں پر نازل

www.ksars.org

کر دیتے تو پہاڑ ریزہ، ریزہ ہو جاتے۔ اور یہ مثالیں ان لوگوں کیلئے ہیں جو غور و فکر سے کام لیتے ہیں۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات اسماء کا تذکرہ کیا اور یہ بھی فرمایا ہے کہ صفات کا، اسماء کا فائدہ یہ بھی ان لوگوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ قرآن کے بارے میں یہ ارشاد کہ قرآن شریف اگر پہاڑوں پر نازل کرتے تو پہاڑ رذہ رذہ ہو جاتے۔ قرآن پاک کے اندر کی جو حکمت، قرآن کی طاقت اور قرآن کے اندر جو انوار و تجلیات کا جلال ہے، اس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

ایک آدمی بڑی آسانی کے ساتھ دس بیس قرآن اپنے سر پر رکھ سکتا ہے وہ میل دو میل پیدل بھی چل سکتا ہے۔ قرآن پاک کا اس طرح سر پر رکھنا اور قرآن پاک کے اندر اتنا تفکر نہیں کرتا کہ قرآن کو پہاڑوں پر نازل کر دیا جائے کہ پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جائیں گے قرآن پاک کی جو حکمت اللہ نے بیان کی ہیں وہ ایک طاقت ہے۔ ایک بہت بڑی طاقت ایسی طاقت کے شعور اس کو کسی بھی طرح برداشت نہیں کر سکتا۔ شعوری اعتبار سے پہاڑ اللہ تعالیٰ کی ایسی صنعت ہے۔ ایسی تخلیق ہے کہ جس کے بارے میں شعور یہ جانتا ہے کہ پہاڑ بہت مضبوط چیز ہیں۔ پہاڑ چٹان ہے۔ اس میں اگر گن بھی چلائی جائے تو اس کے اندر نہ دڑار پڑھتی ہے۔ نہ وہ ٹوٹتا ہے بلکہ یہی ہو سکتا ہے اس گن کی وجہ سے آدمی خود زخمی ہو جاتا ہے۔ یہ ایک شعوری بات ہے جو ہر انسان جانتا ہے جو پہاڑ جو ہیں بہت سخت جان ہوتے ہیں۔ بڑی سے بڑی طاقت کو برداشت کر لیتا ہے۔

وہ شعوری اس کے اندر جو مزاحمت ہے۔ شعوری اس کے اندر جو سکت ہے۔ اس کا تذکرہ پہاڑ کے نام سے کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اگر ہم قرآن کو پہاڑ پر نازل کر دیتے تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہو جاتا۔ اب قرآن پاک انسان پر نازل ہوا۔ انسانوں کے لئے نازل ہوا۔ اس کا مفہوم یہ نکلا کہ انسانوں کی جس ایجنسی پر جس انسان کے ذہن اور دماغ کے جس حصے پر قرآن نازل ہوا وہ پہاڑوں سے اور چٹانوں سے زیادہ مضبوط ہے۔ اگر انسان پہاڑوں سے اور چٹانوں سے زیادہ مضبوط نہ ہوتا تو قرآن کے انوار کی ضربات سے یہ بھی ریزہ ریزہ ہو جاتا اور ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد میں ہمارے لئے نشاندہی ہے کہ انسان سکت کے اعتبار سے، برداشت کے اعتبار سے انسان پہاڑوں سے بہت زیادہ مضبوط ہے۔ دوسری طرف ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہم قرآن پاک کو دو چار دس بیس رکھنے کے باوجود ہمارے اوپر اتنا بوجھ نہیں پڑھتا کہ جتنا ایک بوری وزن اٹھانے سے آدمی بوجھ محسوس کرتا ہے اور اس کی ٹانگیں کپکپانے لگتیں ہیں۔

تو اس کا یہ مفہوم نکلا کہ ہم جس طرح قرآن کو پڑھتے ہیں۔ ہم جس طرح قرآن کو شعوری طور پر دیکھتے ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق قرآن کی حکمت قرآن کی تعلیمات اور قرآن کے انوار سے فائدہ اٹھانا نہیں ہے۔ یہ بات آپ لوگوں کی سمجھ میں آگئی ہے کہ قرآن محض صفات پر لکھے ہوئے الفاظ کا نام نہیں ہے۔ قرآن کے جو الفاظ ہیں اس کے اندر معنی اور مفہوم ہے اور جو حکمت ہے اس کا نام قرآن ہے۔ الفاظ کی جادو گری ہے کہ اگر آپ کسی آدمی سے شیریں الحان سے بات کریں اور خوش اخلاقی سے پیش آئیں تو الفاظ کا اثر انسان کے دماغ پر اچھا پڑھتا ہے۔ لیکن اگر آپ نفرت سے حقارت سے کڑک آواز سے بات کریں تو الفاظ کا اثر نفرت سے ہوتا ہے۔ انسان پر بوجھ پڑھتا ہے تو آواز الفاظ کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے۔ الفاظ آواز کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا... کہ ہم مثالیں دے کر بیان کرتے ہیں انسانوں کو تاکہ وہ سوچ و بچار کریں اور تفکر کریں۔

www.ksars.org

توقرآن کی طاقت کا اندازہ کرنا قرآن کی حکمت سے فائدہ اٹھانا، قرآن کے الفاظ کے اندر جوانوار اور تجلیات کام کر رہے ہیں۔ان کو دیکھنا، سمجھنا اوران الفاظ کی روشنیوں سے اپنے اندر جگمگاتی دنیا کو دیکھنا۔اللہ تعالی کے ارشاد کے مطابق اسی وقت ہے۔جب ہمارے اندر تفکر کا pattren ہوا گر تفکر کا pattren ہمارے اندر نہیں بنے گا۔تو ہم قرآن سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔اگر ہمارے اندر سوچ، سمجھ، بصارت، بصیرت پیدا نہیں ہوگی قرآن سے ہم فائدہ نہیں اٹھا سکتے تو آج کی یہ آپ کی جو ورکشاپ تھی اس میں جتنے بھی گھنٹے آپ کو ملے یہ سارا وقت آپ نے سوچ وبچار اور تفکر میں پورا کیا ہے۔یہی تفکرا گر ہم اپنی زندگی پر محیط کر لیں۔اور یہ چند گھنٹے کا تفکر ہماری زندگی کا احاطہ کر لیں۔تو اللہ تعالی کے ارشاد کے مطابق ہمارے اندر تفکر کا ایسا pattren بن جائے گا کہ جس pattren میں اتنی طاقت اور سکت ہوتی ہے کہ وہ قرآن کو برداشت کر لیتا ہے۔

اس قرآن کو برداشت کر لیتا ہے. جس قرآن کو پہاڑ بھی برداشت نہیں کر سکتے۔نظریہ رنگ و نور کے تحت آج بھی ورکشاپ بلاشبہ سوچ، ریسرچ اور تفکر کی ایک مثالی نشست تھی۔یہ مثالی نشست ہمیں اس بات کی دعوت دیتی ہے اور ہمیں اس طرح متوجہ کرتی ہے کہ جس طرح ہم نے یہاں اجتماعی طور پر اور انفرادی طور پر اللہ تعالی کے اس ارشاد کو پورا کرنے کے جدوجہداور کوشش کی ہیں کہ انسان تفکر کے علاوہ کچھ نہیں ہے ہم یہاں سے جانے کے بعد بھی تفکر کو اپنا اشعار بنائیں گے۔تفکر کے لئے وقت نکالیں گے۔اس وقت تک جب تک ہم اس قابل نہ ہو جائیں کہ قرآن کی عظمت اور رقرآن کی حکمت کو پوری طرح سمجھ سکیں۔آپ حضرات نے اللہ کے نام پر جس طرح وقت نکالا یقیناً یہ اللہ تعالی کے راستے پر چلنے کے لئے ایک جذبہ ہے، جہد ہے، کوشش ہے اور اللہ تعالی قرآن پاک میں اس بات کا وعدہ فرمایا ہے کہ جو لوگ میرے لئے میرے راستے یں جدوجہد کرتے ہیں اور اس جدوجہد میں انسان کی اپنی ذات سوار نہیں ہوتی۔

صرف اللہ ہوتا ہے تو اللہ تعالی نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ راستہ بھی ہدایت بخشتا ہے...والذین جھادو فی نا...وہ لوگ جو خلوص دل سے ایثار سے اپنی ذات سے ہٹ کر اللہ کے لئے جدوجہد کرتے ہیں۔اللہ تعالی فرماتے ہیں کہ ہم نے لازم کر لیا ہے کہ ہم ان کو اپنے راستوں کی ہدایت عطا کریں گے۔راستوں کی ہدایت سے مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالی تک رسائی کے لئے کوئی ایک راستہ متعین ہو۔اس لئے کہ اللہ تعالی ایک لامحدود ہستی ہے۔کسی لامحدود ہستی تک پہنچنے کے لئے کسی ایک راستے کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔کوئی ایک بہت بڑا شہر ہے۔اس ایک بڑے شہر کے لئے کوئی ایک راستہ متعین نہیں ہوتا۔بہت سارے راستے ہوتے یں تو اللہ تعالی نے جو راستہ اپنے لئے متعین کیا ہے اور جس کو اللہ تعالی نے دین فرمایا ہے۔وہ دین ایک ایسا راستہ ہے کہ اس میں لاکھوں کروڑوں تفکر کی راہیں انسانی ذہن کے اندر سے نکلتی ہیں۔

اور انسان اس دین مبین کے راستے پر شاہرہ پر چل کر بے شمار چھوٹی چھوٹی سڑکوں سے پر ڈنڈیوں سے گلیوں سے نکل کر اس دنیا میں پہنچ جاتا ہے کہ جہاں انسان کو اللہ تعالی کو سراغ ملتا ہے۔ورکشاپ کا مقصد ہی یہی ہوتا ہے کہ انسان کی سوئے ہوئی صلاحتیں بیدار ہوں۔اور انسان کے اندر سکت پیدا ہو، انسان کے اندر شعوری محدودیت جو ہے وہ لامحدودیت کا سبق شروع کر دے۔میں نے کچھ دیر آپ حضرات میں رہ کر یہ محسوس کیا اور دیکھا کہ جتنے بھی لوگ افہام و تفہیم میں لگے ہوئے تھے۔اللہ کے فضل و کرم سے ان کا سوال کے اوپر جواب کے اوپر یا لفظوں کی معنی علوم مفہوم کے اوپر ارتکاز تھا۔ان کے ذہن میں کہیں اِدھر اُدھر کا خیال نہیں تھا اور میں سمجھتا ہوں کہ

www.ksars.org

ورکشاپ کی یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ مسلسل ڈھائی یا تین گھنٹے یک ذہن ہو کر ایک نقطے پر، توجہ مرکوز رہے۔ میرے خیال سے یہ ورکشاپ کامیاب رہی۔

آپ کے اندر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے سکت بڑھی شعور کی درمندگی وہ کم ہوئی اور آپ کے دل میں اور دماغ میں ایسے روزن کھولے۔ جس روزن سے آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تجلی اور انوارات کا انکاس ملا۔ اللہ تعالیٰ آپ سے راضی ہو اور مجھے اور آپ کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق اپنی زندگی کو ان طرزوں پر گزاریں جو طرزیں انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام سے حاصل ہوئیں اور وہ زندگی کی طرزیں صرف اور صرف تفکر اور اللہ کے ساتھ وابستہ ہیں۔ انشااللہ ہم صراط مستقیم پر چل کھڑے ہوئے ہیں اور جب کوئی بندہ صراط مستقیم پر قدم بڑھا دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے جب بندہ میری طرف جب ایک قدم بڑھاتا ہے تو میں اس کی طرف دو قدم بڑھاتا ہوں۔ جب کوئی بندہ صراط مستقیم پر میری طرف لپکتا ہے۔ تو میں اس کی طرف دوڑتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے فیض سے ہمیں صراط مستقیم پر کھڑا کر دیا ہے۔

اب یہ ہمارا کام ہے اگر ہم ایک قدم بڑھائیں گے تو اللہ تعالیٰ دو قدم ہماری طرف بڑھائے گا۔ یعنی ایک قدم ہم نے بڑھایا دو قدم اللہ آیا۔ اس میں یہ فائدہ ہو گا کہ ہم اللہ سے تین قدم قریب ہو جائیں گے۔ اگر ہم اللہ کی طرف لپک کر چلیں گے تو ظاہر ہے اللہ تعالیٰ ہماری طرف دوڑ کر آئے گا۔ دوڑ کر آنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس طرح دوڑتے ہیں۔ جیسے زمین پر ہم دوڑتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا اور ہمارا رشتہ اور تعلق ٹائم اینڈ اسپیس کے تحت ہو جائے گا۔ دوڑنے کا مطلب قربت ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ جتنے آپ سے قریب ہے وہ قربت آپ کے اوپر کھول جائے گی۔ آپ یہ دیکھنے لگیں گے کہ اللہ تعالیٰ آپ سے کتنے قریب ہے۔ جہاں بھی اللہ تعالیٰ کی قربت کا تعلق ہے خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "کہ میں تمہاری رگ جان سے زیادہ قریب ہوں"۔ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا... وفیھل فوسیقون... میں تمہارے اندر ہوں تم مجھے دیکھتے کیوں نہیں؟

یعنی اللہ تعالیٰ نے ایک طرح آپ کو متوجہ کیا ہے کہ تم لوگ اس قدر نادان ہو اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل کرنا چاہتے ہیں اور ٹائم اینڈ اسپیس کی حدبندیوں سے گزر کر اللہ تعالیٰ کو اللہ تعالیٰ کی شکل صورت میں دیکھنا چاہتے ہو۔ ٹائم اسپیس کے بارے میں میں ابھی ختم کر رہا ہوں، ٹائم اینڈ اسپیس کے بارے میں کافی یہاں میں نے سنا ہے۔ ماشااللہ بڑی اچھی اچھی انہوں نے باتیں کیں میں جہاں تک سمجھتا ہوں کہ ٹائم اسپیس کیا چیز ہے؟ انسان کی زندگی کا اگر مطالعہ کیا جائے تو انسان کی زندگی حرکت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ کھانا، پینا، چلنا، پھرنا حرکت کے علاوہ انسان کی زندگی کیا ہے؟ کائنات کی زندگی حرکت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ کائنات میں کوئی چیز ٹھہری ہوئی نہیں ہے۔ کائنات میں اگرار بوں، کھربوں، سنکھوں افراد ہیں افراد کے لئے علاوہ، سورج ایک فرد ہے، چاند ایک فرد ہے، ستارے ایک فرد ہے، جنات ایک فرد ہے، فرشتے ایک فرد ہے اربوں، کھربوں، سنکھوں میں سے کوئی ایک فرد رک جائے تو کائناتی سسٹم ٹوٹ جائے گا۔

کائنات ختم ہو جائے گی۔ کن کا عمل رک جائے گا۔ کائنات مسلسل حرکت کا نام ہے۔ جب کائنات مسلسل حرکت کا نام ہے تو کائنات میں سب سے بڑی موجودہ اشرف مخلوق انسان ہے۔ وہ بھی حرکت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ ایک انسان دو پیروں سے زمین پر چلتا ہے۔

www.ksars.org

ہوتا یہ ہے کہ ایک پیر وہ اٹھاتا ہے، دوسرا پیر زمین پر رہتا ہے، تو پہلا پیر اٹھا کر جب وہ زمین پر رکھتا ہے، تو اس کو حرکت کے دو تعینات سے گزرنا پڑھتا ہے۔ حرکت کا ایک تعین یہ ہے کہ کسی قسم کی حرکت کے تحت اسے زمین پر پیر رکھنا ہوتا ہے۔ حرکت کا دوسرا تعین یہ ہے اسے کشش ثقل میں داخل ہونے کے لئے اسے پیر اٹھا کر خلاء میں کچھ وقفے کے لئے رکنا پڑھتا ہے۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کا ایک پیر اٹھ کر جب دوسرا پیر زمین پر پڑھتا ہے تو دراصل وہ زمین کے اوپر نہیں چل رہا ہے۔ وہ خلاء میں قدم رکھ رہا ہے اگر خلاء نہیں ہو گا تو حرکت نہیں ہو گی۔

حرکت کے لئے خلاء کا ہونا ضروری ہے ساتھ ساتھ خلاء کے ساتھ ساتھ کشش ثقل کا ہونا بھی ضروری ہے۔ جب انسان دو پیروں سے چلتا ہے تو ایک پیر اس کا یہاں رکھا ہوا ہے اور دوسرا پیر یہ اسے دونوں پیر زمین پر رکھے ہوئے ہیں۔ ایک پیر اور جب ایک پیر اٹھاتا ہے آدمی تو ایک پیر اٹھانے کے اور پیر رکھنے کے درمیان میں جو خلاء ہے وہ زمانیت ہے۔ انسان زمانیت اور مکانیت دو دائرے میں حرکت کرتا ہے اور یہاں کشش ثقل نہیں ہے، خلاء ہے اسے زمانیت کہتے ہے اور جہاں کشش ثقل ہے زمانیت سے انسان کچھ دیر کے لئے کچھ وقفے کے لئے یہ محسوس کرتا ہے کہ میں خلاء میں نہیں ہوں مثلاً زمانیت، زمانیت اللہ ہے، زمانیت خالق ہے، مکانیت مخلوق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو قانون نافذ کیا ہے۔ کائنات میں وہ یہ ہے کہ جب انسان خلاء میں ہوتا ہے۔ زمانیت میں ہوتا ہے۔ جب انسان کے پیر کسی ٹھوس چیز سے ٹکرا جاتے ہیں اور وہ وزن محسوس کرتا ہے وہ سب مکانیت ہے... حضور پاک ﷺ کا ارشاد ہے "کہ زمانیت اللہ ہے زمانہ اللہ ہے... زمانے کو بڑانہ کہو زمانہ اللہ ہے۔

تو انسان کی جتنی بھی حرکات اور سکنات ہیں۔ اس کی ہر حرکت میں اس کا رشتہ زمانیت کے ساتھ قائم ہے اور زمانیت کے ساتھ رشتہ قائم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ہر دو قدم کے درمیان اس کو اللہ کے اندر داخل ہونا پڑتا ہے۔ جب تک وہ اللہ کے اندر داخل نہیں ہو گا وہاں اسپیس زیر بحث نہیں آئے گا۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: جہاں تم ایک ہو وہاں میں دوسرا ہوں، جہاں تم دو ہو وہاں میں تیسرا ہوں۔ ٹائم اینڈ اسپیس کو سمجھنے کے لئے بہت آسان بات یہ ہے کے جب تک انسان کے اندر سکت پیدا نہیں ہوتا، جب تک انسان کے اندر بوجھ محسوس نہیں ہوتا۔ جب تک انسان کو شعور کسی ایک جگہ ٹھہرتا نہیں ہے تو وہ اسپیس ہے اور جب انسان بوجھ سے کشش ثقل سے آزاد ہوتا ہے۔ تو وہ سب کا سب ٹائم زمانیت، زمانیت ہر انسان ایک طرف زمانیت میں لٹکا ہوا ہے اور دوسری طرف اسپیس اسے اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ یہ کشش گریز کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے۔

جس میں انسان ازل میں پیدا ہوا۔ وہاں سے مختلف دنیاؤں ہیں ہوتا ہوا اس عالم ناسوت میں پیدا ہوا۔ عالم ناسوت میں سے دوسری دنیا میں چلا گیا۔ کہیں بھی آپ جائیں اعراف میں جائیں حشر اور نشر میں جائیں، یوم المزان میں جائیں۔ جنت میں جائیں، دوزخ میں جائیں وہاں ایک ہی کام ہو گا۔ اگر جنت کے اوپر اسپیس نہ ہو تو وہاں درخت نہیں ہونگے اور اگر جنت میں درخت نہ ہو تو وہاں شہد کی دودھ کی نہریں نہیں ہونگی اگر جنت میں اسپیس نہیں ہو گا تو سونے، چاندی، موتی، زیوارات کا محلات کا تذکرہ بے معنی ہو جائے گا۔ ہر جگہ اسپیس ہے۔ ہر جگہ زمانیت ہے۔ ہر جگہ اللہ ہے اور ہر جگہ مخلوق ہے۔ انسان یہ سمجھتا ہے کہ جنت اس دنیا کی طرح نہیں ہے وہاں ٹائم اسپیس نہیں ہے اگر

www.ksars.org

وہاں ٹائم اسپیس نہیں ہوگا تو آپ کہاں رہیں گے، کہاں چلیں گے، کہاں پھریں گے، کتنے پھل کھائیں گے، کس طرح آپ حوروں غلمان کا آپ نظارہ کریں گے۔

ہر جگہ اسپیس ہے ہر جگہ ٹائم ہے۔ فرق یہ ہے اگر آپ اس بات کو جان لیں کہ اسپیس یعنی مکانیت اور زمانیت کا آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رشتہ کیا ہے؟۔ اگر یہ بات سمجھ میں آجائے تو آپ جہاں بھی رہیں وہ جنت ہے۔ اگر آپ اس دنیا میں اس رشتے کو تلاش کر لیں کہ انسان ایک قدم اٹھ کر زمین سے اور دوسرے قدم پر پڑھتا ہے تو وہ وقفہ ہے چاہے وہ ایک منٹ کا ہو، ایک لمحے کا ہو، ایک سیکنڈ کا ہو وہ سب زمانیت ہے۔ یہی صورت حال جنت میں ہے۔ یہی صورت حال ہر جگہ ہے اور اسی کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا...اللہ انا ھو بکل شئ محیط... ایک دائرہ ہے۔ اس دائرے سے کوئی مخلوق باہر نہیں نکل سکتی...اللہ انا ھو بکل شئ محیط...یہ ایک اللہ تعالیٰ کا نظام ہے اس نظام کو سمجھنا آسان نہیں ہے۔ حضور قلندر باباؒ اولیاءؒ کا یہ اعجاز ہے، سیدنا حضور الصلوٰۃ والسلام کا خاص کرم و رحم ہے کہ انہوں نے حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے روپ میں ہمیں ایک ایسی ہستی عطا فرمائی کہ نوع انسانی کو جس نے ان باتوں کو جو بیس بیس سال پچاس پچاس سال سمجھ میں نہیں آتیں تھیں۔

ایک اور دو کے حساب سے سمجھا دیا۔ خواجہ غریب نواز کے بارے میں تاریخ شاہد ہے کہ اٹھارہ سال کی عمر میں بیعت ہوئے اور چالیس سال کی عمر جب ہوئی تو ان کے پیرو مرشد نے پوچھا معین الدین تم کیا کرتے ہو؟ تم کیا کام کرتے ہو؟۔ انہوں نے کہا حضور خانقاہ کا پانی بھرتا ہوں، کہا کتنا عرصہ ہو گیا ہے۔ تم کو آئے ہوئے؟ کہہ صاحب جوان آیا تھا بوڑھا ہو گیا ہوں تو انہوں نے فرمایا کہ اچھا تم اب ہماری مجلس میں بیٹھا کرو۔ غور طلب بات یہ ہے کہ بائیس سال خانقاہ کا پانی بھروانے کے بعد پیرو مرشد نے اپنی صحبت میں بیٹھنے کی اجازت دی۔ بائیس سال اور اس کے بعد تعلیم اور تربیت کا سلسلہ شروع ہوا۔ اور ایک دن خوش ہو کر فرمایا کہ دو انگلیاں سامنے کر کے کہ معین الدین اس میں تمہیں کیا نظر آتا ہے۔ خواجہ معین الدینؒ نے فرمایا: حضور ان دو انگلیوں کے درمیان میں اٹھارہ ہزار عالمین دیکھ رہا ہوں۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا ٹائم اینڈ اسپیس سے گزارنے کے لئے روحانی قدریں اجاگر کرنے کے لئے خواجہ معین الدین چشتیؒ جیسے برگزیدہ بندے کو، بہت بڑے بندے کو بائیس سال گزارے تو یہ اللہ کا ہمارے اوپر رحم اور کرم کہ جو چیزیں بائیس اور بائیس سال اور چالیس چالیس سال کے بعد مرشد کریم اور مرید کو بتاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے آپ کو بہت جلدی سالوں، دنوں، ہفتوں، میں نہیں گھنٹوں میں حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے فیض سے معلوم ہوئیں اور آپ کے اندر منتقل ہو گئیں۔ اب یہ اس بات کو ثبوت ہے کہ آپ لوگ اتنی اتنی دور سے تشریف لائے اور شام میں آپ نے وقت لگایا اور سب کے ذہنوں نے یہ بات آگئی ہے کہ ہمارے ذہن کھولے ہو ئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں جب اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے صراط مستقیم پر کھڑا کر دیا ہے۔ تو ہمیں پورا راستہ کرنے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔

ایک یہ عرض کرنا ہے کہ یہ جو کچھ آپ نے یہاں سیکھا ہے، پڑھا ہے اس کو یہاں تک نہ محدود کر دیجئے۔ یہاں جو چھوٹی چھوٹی نشستیں یہاں آپ نے بنائیں ہیں یا آپ اپنے گھر میں بھی کر سکتے ہیں۔ اپنے بچوں کو بیٹھا کر اپنی بیگم کو بیٹھا کے اپنے شوہر کو بیٹھا کے ایک گھر کا ماحول ورکشاپ جیسا بنا لیجئے۔ ہمارا ہر عمل آج سے ورکشاپ کی طرح ہو گا۔ آپ اپنے بچوں کو بیٹھائیں، اپنے شوہر کو بیٹھائیں، اپنی بیگم

www.ksars.org

صاحبہ کو بیٹھائیں، مہینے میں ایک دن ہفتے میں ایک دن جب بھی موقعہ ملے ایک ماحول بنائیں اور اس دن کوئی بھی کتاب اٹھالیں کوئی بھی سوال کرلیں بچوں کی ذہنی سکت کی مناسبت سے سوال و جواب افہام و تفہیم کی ایک مجلس قائم کریں انشااللہ اس کا آپ کو فائدہ پہنچے گا۔ ایک سال کے بعد ورکشاپ میں آنے سے فائدہ ملتا ہے وہ آپ کو گھر بیٹھے فائدہ پہنچ سکتا ہے۔اللہ تعالی ہم سب کو توفیق عطا فرمائے اور ہمارا یہاں بیٹھنا یہاں کی علمی صلاحیےں ہمارے لئے مقدس فرمائے۔

آمین

www.ksars.org

شب برات کیا ہے؟ اور اس رات میں کیا ہوتا ہے اور اس کی فضیلت کیا ہے؟

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

آج کی رات شب برات ہے اور اس رات کی مناسبت سے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے رزق دیا جاتا ہے رزق سے مراد ہم لوگ روٹی کپڑا مکان نہیں کہتے رزق سے مراد امیر لوگ سمجھتے ہیں کہ بھئی کھانا کھالیا گوشت کھالیا پانی پی لیا لیکن رزق جب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں رزق سے مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ وسائل کا تذکرہ فرماتے ہیں کہ تو اللہ تعالیٰ وسائل تخلیق کرتا ہے تو آج کی رات وسائل کی تخلیق کی رات ہے اور وسائل میں کھانا پینا شادی بیاہ اولاد عزت ذلت سب ہی کچھ چیزیں وسائل کے ضمرے میں آجاتی ہیں کاروبار ملازمت صحت وتندرستی۔ اب میری طبیعت کل سے بہت خراب ہے میرا مطلب یہ ہے کہ آج کی رات ایسی رات ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق میں وسائل تقسیم کرتا ہے، اب یہ بات سمجھ میں نہیں آتی آج ہی کی رات کیوں وسائل کی رات، اللہ تعالیٰ نے کہی کہ وسائل تقسیم ہوتے ہیں وسائل تو سارے سال ہی تقسیم ہوتے رہتے ہیں اب سال میں کتنے ہوتے ہیں تین سو پینسٹھ دن، تین سو پینسٹھ دن میں کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ جس دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے وسائل کی تقسیم نہ ہوتی ہو۔

اصل میں یہ سمجھنے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک نظام ہے کائناتی ایک سسٹم ہے اس کائناتی نظام پر جب غور و فکر کرتے ہیں تو ہمارے سامنے یہ بات آتی ہے کہ ہمارے نظام میں کوئی بھی خلاء نہیں ہے کوئی بھی نقص نہیں ہے مثلاً سورج لاکھوں کروڑوں سال سے مشرق سے نکلتا ہے اور مغرب میں ڈوب جاتا ہے تو لاکھوں کروڑوں سال کی تاریخ میں ایک دن بھی ایسا نہیں ہے کہ اگر سورج بجائے مشرق سے نکلنے کے مغرب سے نکل آیا ہو۔

سورج کا طلوع ہونا اور سورج کا غروب ہونا ہمیں اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ سورج جب غروب ہو جاتا ہے تو رات ہو جاتی ہے اور سورج جب طلوع ہوتا ہے تو دن ہو جاتا ہے دن کے بارے میں ہمارے یہ تصورات ہیں کہ انسان کے کاروبارے کے لئے دن بنایا اللہ تعالیٰ نے محنت کے لئے دن بنایا اور رات آرام کے لئے نیند کے لئے اللہ تعالیٰ نے بنائی لیکن ساتھ ساتھ ہم جب رات اور دن کو قرآن کے نقطے نظر سے سمجھ لیں تو یقین کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا نظام ہماری اس طرح سمجھ میں آتا ہے کہ نظام دو طرح کام کر رہے ہیں ایک روحانی نظام ہے اور ایک مادی نظام ہے جب بھی روحانی نظام کا تذکرہ آتا ہے تو اس میں رات کا تذکرہ ہے مثلاً شب برات لیلۃ القدر مثلاً شب برات لیلۃ القدر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ رات ہزار مہینوں سے زیادہ افضل ہے اور اس میں ملائکہ اور فرشتے سلامتی کے ساتھ زمین پر اترتے ہیں اور لوگ ان کے لئے دعا کرتے ہیں اب یہ ہے کہ جو لوگ اچھے لوگ ہوتے ہیں جن کے اندر روحانی تعلیم

www.ksars.org

ہوتی ہے وہ ان فرشتوں کو دیکھتے بھی ہیں ان فرشتوں سے مصافحہ بھی کرتے ہیں، فرشتے ان سے بات بھی کرتے ہیں اب یہ فرشتے جو بات کرتے ہیں یہ عام رات کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہر رات جو ہے یہ بات کرتے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا لیلۃ القدر خیر من... کہ لیلۃ القدر جو ہزار مہینوں سے افضل ہے ہزار مہینے میں تیس دن اور تیس رات تو ہے تو اگر رات کو ایک حواس شمار کر لیں اور دن کو ایک حواس شمار کر لیں حالانکہ دن میں جو لاکھوں حواس کام کر جاتے ہیں اگر آپ رات کو ایک ہی حواس مان لیں اور دن کو ایک ہی حواس تسلیم کر لیں تو اس کا مطلب ایک ہزار مہینے کا یہ ہوتا ہے تیس ہزار راتیں اور تیس ہزار دن یعنی ایک مہینے میں ایک مہینے میں آدمی جتنا سفر کرتا ہے یعنی ایک رات میں جتنا آدمی سفر کرتا ہے ایک رات اور دن میں تو لیلۃ القدر میں انسان ساٹھ ہزار تو ساٹھ ہزار سفر کرتا ہے ساٹھ ہزار سے سفر کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے اندر جو شعور کام کر رہا ہے اتنا طاقت ور شعور، اگر آپ کی سامنے ہلکا سا کاغذ بھی رکھ دیا جائے شعور کہلائے گا اب لیلۃ القدر میں یہی شعور ساٹھ ہزار گناہ ہو گا اور وہ شعور ساٹھ ہزار گناہ زیادہ ہو جاتا ہے تو انسان کے اندر وہ صلاحیت بیدار ہو جاتی ہے جو صلاحیت فرشتوں کو، حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھتی بھی ہے ان سے مصافحہ بھی کرتی ہے، سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب معراج کا جب تذکرہ آتا ہے تو وہاں بھی راتوں رات اپنے بندوں کے لئے گیا مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک اور پھر آپ نے سارا معراج شریف کا قصہ بھی سنایا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گفتگو کرنا اور اللہ تعالیٰ کو دیکھنا اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل کرنا اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے فرشتے ملائے اعلیٰ سے مصافحہ کرنا یہ ساری صلاحتیں رات یں بیدار ہوتی ہیں دن میں نہیں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور چالیس راتوں میں پورا کر دیا وہاں بھی یہی ہے اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ موسیٰ سے تیس دنوں کا وعدہ کیا اور چالیس دنوں میں پورا کر دیا وہاں بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا رات ہی کا تذکرہ کیا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ وسائل کی تقسیم کا ذکر فرماتے ہیں تب بھی رات کو لیلۃ شب برات میں وسائل تقسیم کرتے ہیں علوم تقسیم کرتے ہیں تو اب ہمارے سامنے ایک ظاہری اعتبار سے ایک سسٹم نظر آتا ہے ظاہری اعتبار سے جو زندگی ہمارے سامنے ہے وہ یہ ہے کہ ہم دو حواسوں میں زندگی گزارتے ہیں ایک حواس وہ ہیں جو دن میں کام کرتے ہیں اور ایک حواس وہ ہیں جو رات میں کام کرتے ہیں تو اب ہم یوں کہے گے دن کے حواس میں انسان شعوری اعتبار سے پابند ہوتا ہے ٹائم اسپیس میں بند ہوتا ہے اس کی جو صلاحیت ہے وہ ایک گھنٹے میں تین میل کی، لیکن اگر وہی انسان اگر رات کے شعور میں داخل ہو جائے تو اس کی صلاحیت اتنی ہے کہ یہاں بیٹھ کر وہ تصور کرتا ہے اور عرش اس کے سامنے آجاتا ہے یہ صلاحیتوں کا جب بھی تذکرہ آپ قرآن پاک میں صلاحتوں میں پڑھیں گے حدیث شریف میں پڑھیں گے وہاں یہی تذکرہ ہو گا کہ رات کو اللہ تعالیٰ نے روحانی صلاحیتوں کی بیدار ہونے کا رات کا جو نظام بنایا ہے وہ یہ نظام ہے کہ روحانی صلاحتیں بیدار ہوتی ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ ہے وہ بھی رات کا حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کے خواب کا تذکرہ ہے وہ بھی رات کا ہے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تلاش وہ بھی رات کی تلاش باطن سے متعارف کرتی ہے جو رات کی تلاش کرتے ہیں وہ بھی باطن تذکرہ ہے۔

www.ksars.org

پہلے ستارے دیکھئے پھر چاند دیکھا رات گزر گئی حضرت یوسف علیہ السلام کے قصے میں رات کو خواب دیکھا اپنے والد بزرگ سے کہتے ہیں میں نے رات خواب دیکھا، تو میں نے رات خواب دیکھا کہ گیارہ ستارے اور چاند سورج مجھے سجدہ کر رہے ہیں۔

یہ بھی خواب رات کے حواس میں انہوں نے خواب دیکھا اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے فرمایا کہ جو تم نے خواب دیکھا ہے اسی طرح ہو گا اور اللہ تعالیٰ تجھے عزیز کرے گا اور مرتبہ عطا فرمائے گا اور جو پیغمبری جو تھی یہاں بھی رات کا ہی تذکرہ ہے حضرت یعقوب علیہ السلام کا جب تذکرہ آتا ہے تو پوری بائبل بھری ہے وہ بھی رات کا تذکرہ تو جب روحانی سسٹم کا تذکرہ آئے گا تو وہاں رات کا تذکرہ ہو گا اور جو روحانی سسٹم سے ہٹ کر دن کا تذکرہ آئے گا یعنی مادیت کا تذکرہ آئے گا ساتھیوں کا تذکرہ آئے گا محدودیت کا تذکرہ آئے گا تو دن کا تذکرہ آئے گا دن میں ہر آدمی محدودیت ہے ویسے بھی آپ تجرباتی طور پر دیکھ لیجئے دن میں آپ جب چلتے ہیں پھرتے ہیں کام کرتے ہیں آپ محدودیت کے بغیر دن میں کوئی کام کر ہی نہیں سکتے گھنٹوں میں منٹوں میں دنوں میں ہفتوں میں مہینوں میں بہر حال آپ محدودیت کے علاوہ دن میں سفر نہیں کر سکتے لیکن جب آپ رات کو سو جاتے ہیں اب سونے کے بعد آپ خواب دیکھتے ہیں خواب میں کبھی آپ دیکھتے ہیں کہ آسمان میں پرواز کر رہے ہیں کبھی آپ دیکھ رہے ہیں داتا صاحب کے یہاں پہنچ گئے کبھی آپ دیکھتے ہیں سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہو گئے ہیں کبھی آپ کچھ دیکھتے ہیں کبھی آپ کچھ دیکھتے ہیں لیکن رات کا جناب ٹائم اینڈ اسپیس میں بند نہیں ہے۔

بند کر دیکھنا ٹائم اسپیس کے بغیر تو اب یہ بات سمجھ میں آگئی کہ اللہ تعالیٰ کے وہ معاملات جو روحانیت سے متعلق ہے وہ سب کا سب رات ہے اور زندگی کے وہ معاملات جو انسان کو اللہ تعالیٰ سے دور کرتے ہیں وہ انسان کو محدود دائرے میں متعین کرتے ہیں وہ سب کے سب دن کے حواس ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اس رات میں میں وسائل تقسیم کرتا ہوں، رزق تقسیم کرتا ہوں وسائل اللہ نے آپ کو بتا دیئے وسائل میں سب چیزیں ہیں گاڑی بھی ہے گھر بھی ہے شادی بھی ہے بچے بھی ہیں والدین بھی ہے کھانا، پینا، پہنا، اوڑنا بچھونا گھر بار، سفر، دولت عزت، بے عزتی، غربت امارت سب یہ رزق کے دائرے میں آتے ہیں وسائل کے دائرے میں آتے ہیں تو جب اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ اس رات میں میں وسائل یا روح تقسیم کرتا ہوں تو اس طرف ہمیں توجہ کرنی ہے کہ اس رات کے بارے میں ہی کیوں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کیوں کہ وسائل تو ہمیں ہر وقت ملتے رہتے ہیں اب ہوا ہے، ہوا بھی زندگی کا ایک وسیلہ ہے۔

اب ہوا یہ کوئی رات ہی کو چلتی ہے دن کو نہیں چلتی پانی ہے پانی بھی زندگی کے لئے وسیلہ ہے اب یہ نہیں کہے سکتے کہ پانی رات کو ہوتا ہے دن کو نہیں ہوتا۔ اسی صورت سے ہمارا چلنا ہمارا پھرنا ہمارا سانس آنا جسم کے اندر دوران خون جسم کے اندر جتنے اعضاء ہیں ان کا متحرک ہونا یہ رات دن میں مقرر نہیں ہے یہ رات کو بھی اسی طرح چلتے ہیں دن کو بھی اسی طرح چلتے ہیں لیکن اگر وسائل موجود نہ ہو تو دنیا میں آپ نہ دن میں حرکت کر سکتے ہیں نہ رات میں حرکت کر سکتے ہیں وسائل ہونگے تو آپ دن میں حرکت کریں گے اور وسائل ہونگے تو آپ رات میں حرکت کریں گے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کا جو سسٹم ہے یعنی مادی دنیا کو چلانے کے لئے جو سسٹم اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے اس کا تعلق رات کے حواس سے ہے۔ اللہ تعالیٰ وسائل رات کو جو تقسیم کرتے ہیں اس سے دن کا تعلق ہے اور اسی کا تعلق رات سے ہے۔

قرآن پاک میں اور آپ کو تصوف کی کتابوں میں بھی ملے گا، قلندر بابا اولیاءؒ نے کہا تھا وہ یہ ہے کہ دنیا کا جو نظام وہ پورا کا پورا آسمانی نظام کا چربہ ہے یہاں کچھ ہوتا ہی نہیں ہے جب تک کہ آسمانی نظام نہ ہو اب مثلاً میں ہاتھ ہلا رہا ہوں میں یہ ہاتھ اس وقت تک نہیں ہلا سکتا جب

www.ksars.org

تک کہ آسمانوں میں یالوح محفوظ میں یانظام میں اس کے ہلانے کا عمل نہ ہو۔اور ویسے بھی آپ یہ دیکھیں کہ ہر انسان اس بات کا تجربہ رکھتا ہے کہ زندگی کا کوئی عمل اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک اس عمل کے بارے میں آپ کے دماغ میں خیال کے بارے ہیں نہ ہو خیال کے بارے میں کسی کو پتا نہیں کہاں سے آتا ہے خیال کے بارے میں یہ علم ہے ہی نہیں کہاں سے آتا ہیء ہمیں تو یہ بھی علم نہیں ہے کہ خیال ہے کیا خیال آیا مرکزی مراقبہ ہال چلو، ہاں چلو خیال آیا گھر چلنا چاہئے، آپ گھر کی طرف روانہ ہو گئے، گھر میں بیٹھے ہوئے ہیں باہر نکلنے کا خیال ہی نہ آئے آپ اتنے سارے لوگ بیٹھے ہوئے ہیں آپ بتائیے کوئی آدمی گھر سے باہر نکل سکتا ہے؟

بھئی گھر ہیں بیٹھے ہوئے ہیں ایک ہفتے تک آپ کو یہ خیال نہ آئے کہ دروازے سے باہر جانا ہے کیا آپ دروازے سے باہر نکل سکتے ہیں ایک ہفتے تک آپ کو یہ خیال نہ آئے کہ روٹی کھانی ہے تو کیا آپ روٹی کھا سکتے ہیں؟ چار دن تک آپ کو یہ خیال ہی نہ آئے کہ سونا ہے کیا آپ سو سکتے ہیں؟ سونے کے بعد آپ کو یہ خیال نہ آئے کہ بیدار ہو کہ چارپائی سے اٹھنا ہے تو کیا آپ چارپائی سے اٹھ سکتے ہیں؟ آپ کو شادی کا خیال نہ آئے تو کیا شادی بغیر خیال کے ہو جائے گی؟ آپ کو اولاد کا خیال نہ آئے تو آپ کیا اولاد ہو جائے گی؟۔

جتنا بھی آپ اپنی زندگی کے بارے میں جتنا بھی اسپیس میں چلے جائیں آپ کے سامنے ایک ہی جواب ہو گا تو انسان کا کوئی عمل کوئی جذبہ کوئی تقاضہ خیالات کے بغیر نہیں ہو سکتا صبح کو آپ اٹھیں دفتر جانے کا خیال ہے دفتر چلے جائیں گے دفتر جانے کا خیال نہیں ہے آپ جائیں گے ہی نہیں اب تسلسل اتنا زیادہ ہے اب آپ سوچ رہے ہیں یہ ہم کر رہے ہیں لیکن وہی آپ وہی بات ہے آپ کو اگر خیال نہ آئے آپ کیا کریں گے اب خیال جہاں سے آرہا ہے وہ کہاں سے آرہا ہے وہ بہت بڑی بات ہے لیکن مختصر بات یہ ہے کہ روح اب وہ آپ کو خیال دے رہی ہے کہ تم زندہ ہو یا آپ کو خیال منتقل کر رہی ہے یہ تمہاری روح ہے روح کو خیال منتقل کر رہی ہے یہ تمہارا شوہر ہے اگر جسم انسانی سے روح اپنا رشتہ منقطع کرلے تو اس کے بعد کی کیا پوزیشن ہو گی؟

کیا بیوی آپ کی بیوی ہے، کیا شوہر آپ کا شوہر ہے، بچے آپ کے بچے ہیں کیا آپ پانی کا ایک گھونٹ پی سکتے ہیں، آپ کو سردی لگ سکتی ہے، گرمی لگ سکتی ہے، آپ کا پوسٹ مارٹم کر کے آپ کی ہر چیز نکال لی جائے اور آپ احتجاج نہیں کرتے بھئی اگر آپ کا جسم ہی سب کچھ ہے یعنی اس کا مطلب ہے روح جو ہے وہ اصل چیز ہے اور روح کے ذریعے آپ کو خیالات منتقل ہو رہے ہیں روح ہے تو خیالات ہیں روح نہیں ہے تو خیالات نہیں ہے، روح ہے تو آپ زندہ ہیں روح نہیں ہے تو آپ زندہ نہیں ہے، روح ہے تو آپ کے اندر حرکت ہے روح نہیں ہے تو آپ اندر حرکت نہیں ہے، اب جب خیال کے بغیر آپ کی زندگی کا کوئی عمل ہوتا ہی نہیں ہے تو آپ خیال کے علاوہ کیا ہوئے؟ اب خیال کہاں سے آتا ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ خیال روح کو کہاں سے ملتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ قانون کے تحت قرآن شریف میں بھی خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے روح کو خیال لوح محفوظ سے منتقل ہوتا ہے اب اس کا مطلب یہ ہے کہ جو خود لوح محفوظ میں ہیں وہی دنیا میں ہے اور جو لوح محفوظ میں نہیں ہے، وہ نہیں ہے۔

بس یہ بات طے پا گئی ہے قرآن کے ارشاد کے مطابق پیغمبروں کے فرمان کے مطابق کہ یہاں لوح محفوظ کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے جو چیز لوح محفوظ میں ہے وہ دنیا میں ہے اور جو چیز لوح محفوظ میں نہیں ہے وہ دنیا میں نہیں ہے۔اب اس سے یہ پتا چلا لوح محفوظ ایک ایسا دائرے عمل ہے ایک ایسا طریقہ کار ہے یا ایک ایسا اللہ تعالیٰ کا ہیڈ آفس ہے جب تک وہاں منظوری نہ ہو جائے جب تک لوح محفوظ پر عمل درآمد نہ

www.ksars.org

ہو جائے یہاں کوئی عمل نہیں ہو سکتا،اب اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ایک سسٹم ہے اور ایک نظام ہے اور وہ نظام وابسطہ ہے لوح محفوظ سے لوح محفوظ سے کچھ ہوگا تو وہ یہاں ہوگا مثلاً لوح محفوظ میں خیال آئے گا تو روح میں بھی آپ کا خیال آئیگا، جسم میں اب اگر روح نکل جائے تب بھی جسم بے جان ہے اگر روح کو لوح محفوظ سے خیال نہ آئے تب بھی آپ کے جسم پر کوئی خیال وارد نہیں ہوگا تو اب یہ طے ہو گیا ہے اللہ تعالیٰ کا نظام ہے ایک سسٹم ہے اور جو لوح محفوظ کا نظام ہے سسٹم ہے پورا کا پورا عمل پیرا ہے اس زمین پر۔

اب زمین میں آپ دیکھتے ہیں یہاں آفس ہیں،زمین میں آپ دیکھتے ہیں یہاں کاروبار ہے فیکٹریاں لگی ہوئی ہیں،انسان پیدا ہو رہے ہیں جوان ہو رہے ہیں بوڑھے ہو رہے ہیں پیدا ہو رہے ہیں پھر مر رہے ہیں پھر جوان ہو رہے ہیں یہ سب کیا ہے یہ لوح محفوظ کے علاوہ کچھ نہیں ہے سب کچھ لوح محفوظ سے ہے تو وسائل کی جب تقسیم ہو گی تو پہلے لوح محفوظ پر عمل درامد ہو ہوگا پھر اس دنیا میں وسائل بھی تقسیم ہونگے اور لوح محفوظ رات کے حواس کا نام ہے،لوح محفوظ دن کے حواس کا نام نہیں ہے لوح محفوظ ایک تختی ہے جہاں اللہ تعالی نے سارا کائناتی نظام سیٹ کر دیا ہے، کمپیوٹر ایسا کمپیوٹر جس میں پورا نظام اللہ تعالیٰ نے تقسیم کر دیا ان کمپیوٹر کو چلانے والے لوگ کون ہیں کمپیوٹر کو چلانے والے لوگ بھی تو ہونے چاہئے اس کمپیوٹر کو چلانے والے لوگ انسان ہیں اور یہ بات قرآن سے ثابت ہے، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے کہا میں زمین میں اپنا نائب اور خلیفہ بنانے والا ہوں نائب اور خلافت کا مطلب ہی یہ ہے کہ ایسی تخلیق کر رہا ہوں جو میرے اختیارات کو استعمال کرے خلیفہ کا مطلب نائب کا مطلب جیسے نائب صدر نائب وزیر اعظم مقصد وہی ہے کہ اللہ تعالی نے یہ اعلان فرمایا ہے کہ میں نے آدم کو زمین میں اپنی نیابت اور خلافت کے اختیارات منتقل کر دیئے اور وہ نیابت اور خلافت کے اختیارات منتقل کرنے کے بعد فرشتوں سے آدم کی حاکمیت قبول کرنے کا عہد بھی لے لیا یعنی آدم کو جب فرشتوں نے سجدہ کیا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آدم کو فرشتوں نے خدا مان لیا رب مان لیا،اس کا مطلب یہ ہے کہ آدم کی حاکمیت کو بحیثیت محکوم ہونے کے فرشتوں نے قبول کر لیا اب دو باتیں آپ کے سامنے ہے ایک یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جو نظام ہے وہ سارا کا سارا لوح محفوظ پر متحرک ہے اس نظام کو چلانے والے انسان ہیں اور ان انسانوں کے آگے عمل درامد کرنے والے کون ہیں جب آدم کو فرشتوں نے سجدہ کر لیا تو آدم حاکم ہو گیا فرشتے محکوم ہو گئے تو یہ تکوینی نظام کہلاتا ہے قرآن میں بھی ایک نظام تو یہ ہے کہ جو دنیا میں نظام قائم ہے ایک نظام وہ ہے جو اللہ تعالی کے بندے لوح محفوظ پر چلاتے ہیں یا لوح محفوظ کے نظام کو چلانے کے پورے پورے اختیارات اللہ تعالی نے ان بندوں کو عطا کئے ہیں تو کائناتی جو نظام ہے اس نظام میں دنیاوی نظام کی طرح تیس سال کا پروگرام ہے چاہے بچہ ایک دن میں مر جائے بھئی آج پیدا ہوا آج ہی مر جائے بس اس کا جو پروگرام ہے وہ تیس سال کا بنتا ہے اگر کوئی ساٹھ سال کا ہے،اس کا بھی تیس سال کا بنتا ہے بس بنے گا تیس سال کا یعنی پروگرام تیس سال کا ہی بنے گا چاہے وہ وہ دس سال کا ہو کر مر جائے پندرہ سال کا ہو کر مر جائے سو سال کا ہو کر مر جائے اگر وہ سو سال کا ہو کر مر گیا تو اس کے چار پروگرام ہو جائیں گے، لیکن تیس سال کا پروگرام وہ تیس سال کا پروگرام پھر دس سال میں تقسیم ہوتا ہے دس سال کے بعد پانچ سال ہیں اور پانچ سال کے بعد ہر سال اس پروگرام تجزیہ ہوتا ہے تو یہ شب برات کا پروگرام یہ ہے کہ ہر اس بندے کا سالانہ پروگرام تجدید ہو گا جو اس دنیا میں موجود ہیں اور یہ سارا جو سسٹم ہے یہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کے ہاتھ میں دیا یعنی انسانوں کے ہاتھ میں ہے سب کا سب، تو یہ شب برات آج کی جو رات ہے اس میں سالانہ پروگرام کس کو کتنا دینا ہے کس کو کتنا لینا ہے کس کو عزت ملنی

www.ksars.org

ہے، کس کو اللہ تعالیٰ حفظ و امان میں رکھے ذلت ملنی ہے، کون غریب ہونا ہے کون امیر ہونا ہے کس نے پیدا ہونا ہے کس نے مرنا ہے کون سعید ہے کون بدبخت ہے یہ سب آج کی رات میں فیصلہ ہو جائے گا۔

اچھا اب یہ فیصلہ کس طرح ہونا ہے یہ بات سمجھنے کی ہے اب آپ نے کہا فیصلہ ہوتا ہے، فیصلے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نظام بنایا ہے کہ بھئی اللہ کے لئے جو آدمی خلوص نیت ساری عمر اللہ کے لئے ایک روپیہ دے گا تو ایک روپیہ دینے کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں سے اس کو دس روپے، دس روپے نہیں دس گنا دنیا میں ملے گا اور ستر گنا آخرت میں ملے گا لیکن اگر اس نے اللہ کے لئے ایک روپیہ خرچ کرنا ضروری تھا اور اس نے ایک روپیہ خرچ نہیں کیا تو دس گنا دنیا سے کاٹ کر ستر گنا آخرت میں دینا ہوگا، جو دینا لینا جو کچھ ہے دونوں ساتھ ساتھ ہوتا رہتا ہے اب اس کی مثال حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے یہ فرمائی جیسے میں آپ کے گھر گیا اب میرے ذہن میں یہ بات آئی میں آپ کے گھر آیا ہوں آپ مجھے چائے پلائیں گے عزت سے بیٹھائیں گے چائے پیلائیں گے پانی پیلائیں گے، میرے ذہن میں یہ بات ہے کہ آپ میرے اوپر ایک روپیہ خرچ کریں گے آپ نے ایک روپیہ خرچ نہیں کیا نہ مجھے گھر میں بیٹھایا نہ مجھے پانی کا پوچھا نہ مجھے چائے پلائی میں آپ کے گھر سے آگیا آپ نے کچھ نہیں کیا اب یہ دیکھئے کچھ نہیں ہوا، اب حساب کتاب کچھ نہیں ہے اب آپ میرے گھر آگئے جب آپ میرے گھر آگئے اگر میں نے آپ کے اوپر ایک روپیہ خرچ نہیں کیا تو میرے خانے میں سے دس نیکیاں دنیا میں سے تو ختم ستر گنا آخرت سے کم، کیوں کہ اس لئے کہ میں نے آپ کے ساتھ ایک روپیہ خرچ کرنے کی توقع وابستہ رکھی آپ نے توقع نہیں کی تھی، وہ آئے گا تو میں ایک روپے کی چائے پلاؤں گا میں نے کرلی تو اس طرح سارے سال کا حساب ہوتا ہے سارے سال کا حساب ہوتا ہے کہ آپ نے کتنا اللہ کے لئے خرچ کیا کتنا آپ نے اللہ کے نام پر تو خرچ کیا لیکن وہ اللہ کا نام ہی نام تھا، اس میں دیکھاوا تھا، تو اس دیکھاوے کے جتنے ہی وسائل آپ کے کٹ گئے، اس لئے آپ کے پیسے بھی کٹ جائیں گے، اس میں آپ کی صحت بھی کٹ جائے گی اس میں آپ کی عزت بھی کٹ جائے گی، ہر وہ چیز کٹ جائے گی جس کے آپ مستحق ہو سکتے ہیں اگر آپ نے اللہ کے لئے دیا اس میں دیکھاوا نہیں ہے تو آپ کے حساب میں دس گنا یہاں اضافہ ہو جائے گا اور ستر گنا وہاں آخرت میں اضافہ ہو جائے گا۔

آج کی رات میں یہ سارا کا سارا حساب کتاب کھاتے بن کے چلے جاتے ہیں اور یہ اللہ کے بندھے نیک بندے جو اللہ تعالیٰ نے اپنا نائب اور خلیفہ کہا وہ اس کو دستخط کرتے ہیں پاس کرتے ہیں اب یہ دیکھئے یہ بڑی عجیب بات ہے کہ اربوں کھربوں سنکھوں مخلوق اس مخلوق میں آپ یہ نہیں سمجھیں کہ یہ انسان کا ہی سارا حساب کتاب ہوتا ہے، چیونٹی کا بھی ہوتا ہے مچھر کا بھی ہوتا ہے مکھی کا بھی ہوتا ہے پرندے کا بھی ہوتا ہے چرندہ درندہ یعنی زمین میں جو بھی کچھ ہے سب کا ہوتا ہے اور سب کے لئے اللہ تعالیٰ وسائل قائم کر دیتے ہیں اس کو اتنا کھانے کو ملے گا اس کو اتنا پہنے کو ملے گا اس کو نہیں ملے گا اس کو ملے گا لیکن ایک بات کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے کہ روزی جس نفع، نقصان دینے کی چیز ہے، کھانا پینا پہننا، گھر، یہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ میں نے اپنے اوپر لے لیا ہے تو یہ آدمی کو یہ فقیر ہو سخی ہو کوئی بھی ہو میں اسے دیتا ہوں لیکن اب یہ ہے نہ کہ آپ کو روٹی ملتی رہے کھانے کو، کپڑے ملتے رہے پہنے کو، آٹھ دس فٹ کا کمرہ مل جائے رہنے کو اب یہ بھی تو وسائل ہی ہیں روکھی سوکھی مل جائے، چٹنی سے اب یہ بھی وسائل ہیں آپ کا بہت اچھا گھر ہو بڑا سارا بہت سارے کمرے ہوں اس میں آسائش و آرام کا سارا سامان ہو آپ کے دستر خوان پر دس بیس آدمی کھانا کھائیں، آپ کے پاس اچھی گاڑی ہو آپ کے پاس بہترین لباس ہو، تو گزراہ

www.ksars.org

تو دنوں کا ہو رہا ہے جس کے پاس ایک کوٹھری ہے اس کا بھی گزارہ ہو رہا ہے جس کے پاس دو جوڑے کپڑے ہیں اس کا بھی گزارہ ہو رہا ہے جس کے پاس بہت کپڑے اس کا بھی گزارہ ہو رہا ہے تو یہ جو درجہ بندی ہے اس درجہ بندی کا تعین ہے اس بات کا کہ اس بندے نے خلوص نیت کے ساتھ اللہ کے ساتھ کیا کام کیا، اللہ کے راستوں میں اس نے کیا خرچ کیا، اللہ کے لئے اس نے کتنی عبادت کیں، کتنی ریاضت کی، کتنی نمازیں پڑھیں، کتنے روزے رکھے، نماز روزہ زکوۃ سب اس میں آجاتے ہیں اور اللہ کے لئے اس نے کیا کیا، کیا نہیں کیا۔

اب ایک بات کی میں اصطلاح کرنا چاہتا ہوں جو بہت ضروری ہے وہ یہ ہے کہ اس رات میں لوگ عبادت کرتے ہیں اور سمجھا یہ جاتا ہے کہ اس رات میں ہی سب کچھ ہو جائے گا حالانکہ وہ تو پورے سال کا حساب کتاب ہے تو اس سال کی عبادت کے ساتھ ساتھ آدمی کے اوپر یہ لازم ہے کہ سارے سال اس بات کا انتظار کرے اور اس رات کے حساب کتاب کو سمجھے ایسا نہیں کہ سارے سال آپ بے ایمانیاں کرتے رہے سارے سال تو آپ اللہ تعالی کی نافرمانیاں کرتے رہے سارے سال آپ نے بد دیانتی کی سارے سال آپ نے فضول خرچیاں کیں اور اس رات کو آپ عبادت کر لیں اور ایسا نہیں کہ اس رات کی عبادت کا ثواب بھی ملے گا اس رات کی عبادت کی دعا بھی قبول ہو گی لیکن تبدیلی اسی صورت میں ہو گی جب پورے سال آپ اس رات کے حساب کا انتظار کریں اور اپنے آپ کو تیار کریں کہ شب برات بھی آنی ہے ہمارا حساب کتاب ہو گا اس رات میں جتنی بھی دعائیں کی جاتی ہیں اللہ تعالی قبول کرتا ہے، اس رات میں جتنی بھی عبادت کی جاتی ہے، اس کا اجر بھی بہت ملتا ہے اس لئے کہ جب حساب کتاب ہوتا ہے تو فرشتے اس بات کو دیکھتے ہیں کہ بھی اللہ تعالی کی طرف سے ہو رہے ہیں عبادت کر رہے ہیں درود شریف پڑھ رہے ہیں سورۃ القدر پڑھ رہے ہیں سورہ کوثر پڑھ رہے ہیں سورہ فاتحہ پڑھ رہے ہیں لیکن یہ جو ہمارا ایک طریقہ کار بڑی رات ہے، بس ساری رات جاگ لیا اب سارے سال کچھ بھی کرتے رہے، نہیں یہ طریقہ صحیح نہیں ہے یہ ایسی بات ہے سارے سال آپ بینک سے پیسے نکلواتے رہیں اور سال کے جو آخری دن ہوتا ہے اس دن آپ یہ سمجھیں جی ہمارا بھی بھر جائے گا بھئی کیسے بھر جائے گا وہ تو بھئی جتنا نکالو گے جتنا جمع کرو گے وہ ڈیل ہوتا رہے گا تو اس بات کا ضرور خیال رکھنا کہ اس رات کی جو برکت اور فضیلت ہے اس رات میں جو آپ عبادت کریں اس رات میں جو آپ اللہ کو یاد کریں وسائل کی تقسیم کی رات میں اللہ تعالی سے آپ کا جتنا بھی رجوع ہو گا ظاہر ہے آپ کو ترقی ہو گی لیکن اگر آپ نے اس رات کے بعد مثلاً ایک دن پر گڑبڑ شروع کر دی تو وہ بینک جس میں آپ کا اکاؤنٹ کھلا ہوا ہے بند ہو جائے گا میرا خیال ہے کافی ہے۔

اختتام

www.ksars.org

انسان کس طرح خوش رہ سکتا ہے؟

ایک ہی بات میں بار بار دوہراتا رہتا ہوں بار بار دوہراتا ہوں ایک ہی موضوع پر آپ حضرات سے گفتگو ہوتی رہتی ہے اور جب میں کہنا چاہتا ہوں تو ذہن میں یہ بات آتی ہے میرے ذہن میں آتا ہے اور یہ بھی خیال آتا ہے کہ یہ بات تو میں لکھ چکا ہوں بیس سال کے طویل عرصے میں روحانیت کو اللہ کی دی ہوئی توفیق کے ساتھ میں نے ہر ہر طریقے پر بیان کیا جتنا کچھ وسیلہ آپ کے پاس اللہ کی طرف سے موجود ہے کہ زندگی کا کوئی بھی شعبہ ہو آپ اگر حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی تعلیمات کی روشنی میں تلاش کریں تو آپ کو پورا پورا علم وہاں سے منتقل ہو سکتا ہے لیکن جب تک آدمی دنیا میں موجود ہے جیسے جیسے آدمی کی تجرباتی عمر بڑھتی ہے اسی مناسبت سے متعلقین کی دوستوں کی, شاگردوں کی توقعات بڑھتی رہتی ہے اور وہ یہ سوچتے ہیں کچھ اور معلوم ہو جائے کچھ اور معلوم ہو جائے کچھ اور معلوم ہو جائے، بہر حال یہ بات آپ کے سامنے ہے کہ تیس سال کے عرصے میں کون سا ایسا شعبہ بڑھ سکتا ہے کہ جس کے بارے میں آپ کو معلومات نہیں ہو گی۔

آج میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ انسان ہمیشہ اس بات کی تلاش میں رہتا ہے کہ وہ خوش رہے اس کی زندگی اس طرح گزرے کہ اس کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو کسی بھی انسان کی آپ زندگی کے بارے میں بات کریں گے ہر شخص یہی کہے گا کہ میں خوش رہنا چاہتا ہوں ہر دوسرا آدمی یہ کہتا ہے کہ میں خوش رہا کروں۔ یہ دنیا کچھ دنوں کی ہے اسے چھوڑ کے چلے جانا ہے حقائق و ثبوت بھی یہی ہے آدمی یہاں کچھ بھی کرلے کوئی چیز ساتھ نہیں لے جاتا، جب پیدا ہوتا ہے تو بغیر کپڑوں سے پیدا ہوتا ہے اور جب مرتا ہے تو اس کا لباس تک اتار لیا جاتا ہے۔ تو پیدائش کے بعد جو لباس بچے کو پہنایا جاتا ہے وہ بھی مانگے تانگے کا ہوتا ہے ماں باپ نے کپڑے پہنادیئے رشتہ داروں نے کپڑے پہنادیئے اسی صورت سے جب آدمی مرتا ہے تو اس کے جسم پر موجود جو لباس ہوتا ہے تو رشتہ دار اتنے کٹھور ہو جاتے ہیں کہ اسے بھی ساتھ لیجانے نہیں دیتے اور وہ لباس نہیں اتارتا تو اسے قینچی سے کاٹ کر اس کے جسم سے الگ کر دیتے ہیں۔

تو زندگی کا کل فلسفہ یہ ہوا کہ آدمی جب پیدا ہوتا ہے تو وہ اپنے ساتھ کچھ بھی نہیں لاتا اور جب مرتا ہے تو کچھ بھی نہیں لے جاتا انتہاء یہ ہے کہ ننگا پیدا ہوتا ہے، ننگا چلا جاتا ہے تو اس زندگی میں اس کا کوئی اپنا اختیار ہی نہیں ہے۔ وہ یہ سمجھتا ہے کہ اختیار ہی میرا ہے اور کسی کا اختیار ہی نہیں ہے حالانکہ جب اختیار کی بات آتی ہے اگر غور کیا جائے تو اختیار ہے ہی نہیں، اب سوال یہ ہے کہ جب انسان کا کوئی اختیار ہی نہیں یہ کہنا کہ تم خوش رہا کرو اور یہ کہنا کہ تم ناخوش نہ رہا کرو یہ غیر حقیقی اور غیر فطری بات ہے۔ اب آدمی کہتا تو یہ ہے خوش رہا کرو مجھے خوش رہنا چاہئے لیکن امر واقع یہ ہے کہ کوئی آدمی خوش نہیں رہتا ہے اور حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے فرمان کے مطابق انسان واقف ہی نہیں ہے کہ یہ خوشی کیا ہے؟ اب کہے کہ خوش رہا کرو تو کہے کا غم کرنا ہے دو آدمی کہے رہے ہیں میں خوش رہا کرو تو سب سے بڑا غمگین اور کیا دوسری بات جو غور و فکر کی ہمارے سامنے آتی ہے اس دنیا میں کوئی بھی عمل ایسا نہیں ہے جو ایک رخ پر قائم ہو کسی عمل کی تکمیل ہی جب ہوتی ہے جب اس کے ساتھ دو رخ ملے ہوئے ہوں۔

www.ksars.org

اب یہ کہہ رہا ہے کہ خوش رہا کرو تو آدمی تو خوش رہ ہی نہیں سکتا اس لئے کہ اگر آدمی خوش رہے گا تو ناخوشی کہاں جائے گی، ناخوش رہے گا تو خوش رہے گا اور خوش رہے گا تو ناخوش بھی ہو گا تو یہ سب الفاظوں کا چکر ہے جہاں آدمی ناخوش رہنے سے واقف ہیں اور نہ ہی غمگیں رہنے سے واقف ہے ایک زندگی ہے اور اس زندگی میں اس نے زندگی کے بارے میں ایک توقعات قائم کی ہے وہ توقعات پوری ہوتی ہے تو وہ اپنے اندر ایک قسم کا ہلکا پن محسوس کرتا ہے تو اس کو وہ خوش ہونا کہتے ہے۔ توقعات پوری نہیں ہوتی وہ اپنے اند جھنجھناہٹ محسوس کرتا ہے اس کا نام اس نے غم اور فکر رکھ دیا ہے اب یہ کیا فلسفہ ہوا کہ بھئی خوش رہو اب خوش رہو کیسے خوش رہو اب یہ ہمارے سامنے مسئلہ ہے خوش اگر رہ سکتے ہیں تو کس بنیاد پر رہ سکتے ہیں اور کیا ہم خوش رہ سکتے ہیں؟ تو قانون کے مطابق کوئی آدمی یہاں خوش رہ ہی نہیں سکتا اسلئے خوشی اور غم دونوں ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔

غم کے بغیر خوشی کی تکمیل نہیں ہوتی اور خوشی کے بغیر غم کی تکمیل نہیں ہوتی حضور قلندر بابا اولیاءؒ سے میں نے جب سوال کیا کہ صاحب آدمی خوش کیسے رہے تو انہوں نے فرمایا کہ خوش رہنے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ توقعات کی وابستگی انسان کے اندر سے نکل جائے اب توقعات کی وابستگی انسان کے اندر سے کیسے نکل سکتی ہے توقع تو کھانا، پینا بھی ہے توقع، تو سونا بھی ہے توقع تو لباس پہنا بھی ہے توقع تو یہ بھی ہے یہ میرا بڑا بھائی ہے یہ میرا چھوٹا بھائی ہے چھوٹا بھائی کیا چاہتا ہے بڑا بھائی شفقت کے ساتھ پیش آئے بڑا بھائی یہ چاہتا ہے کہ چھوٹا بھائی احترام کے ساتھ پیش آئے تو توقعات کا یہ جال ہے اس آدمی کیسے نکل سکتا ہے انہوں نے فرمایا انسان کی زندگی میں توقعات قائم کرنا یا نہ کرنا دونوں شامل ہیں اور انسان دونوں تجربات سے گزارتا ہے مثلاً ہر انسان ایک بچپن کے دور سے گزرتا ہے دس سال، گیارہ سال، بارہ سال یا اس سے بھی کم عمر پانچ سال، چھ سال، چھ مہینے سال بھر یہ ایسی زندگی ہے اس میں توقعات کی وابستگی ہو جاتی ہے مثلاً کوئی چھوٹا بچہ آپ اس کو کپڑے پہنا دیں تب وہ خوش ہے کپڑے نہ پہنائیں تب وہ خوش ہے بلکہ ہوتا یہ ہے کہ ماں باپ کپڑے پہناتے ہیں بچے نکال نکال کے اتار اتار کے اس کو رکھ دیتے ہیں تو انسان کی جو ابتدائی زندگی ہے اگر اس پر اگر غور کیا جائے تو توقع نام کی کوئی چیز ہمیں نہیں ملتی، لیکن اس زندگی میں جس زندگی میں توقعات کا عمل داخل نہیں ہے انسان خوش رہتا ہے۔

اب دیکھئے نا بچوں کے مقابلے میں بڑوں کو اگر آپ دیکھیں تو بچے ہمیشہ خوش رہتے ہیں اب جب ہم بڑے ہوتے ہیں اور اپنے بارے میں خود توقعات قائم کر لیتے ہیں کہ ہمیں ایسا ہونا چاہئے، ہمیں ویسا ہونا چاہئے، ہمیں ایسا لباس پہنا چاہئے، ہمارے پاس ایسی گاڑی ہونی چاہئے، ہمارے پاس ایسا کہ اپنی ذات سے بھی توقعات قائم کرنا ایک توقع تو یہ ہے، میں آپ سے توقع قائم کروں آپ مجھ سے توقع قائم کریں ایک توقع یہ ہے کہ ہر آدمی اپنی ذات سے توقعات قائم کر کے اپنے آپ کو محدود کر لے جتنا زیادہ کوئی آدمی توقعات قائم کرے گا اسی منا سبت سے اس کے اندر محدودیت پیدا ہو جائے گی اور جتنا آدمی توقعات سے آزاد ہو گا اسی مناسبت سے اس کا ذہن بھی آزاد ہو جائے گا اور وہ محدودیت سے نکل کر لا محدودیت میں چلا جائے گا جب ہم یہ کہتے ہیں کہ ہمارے دوستوں ہمارے ساتھ یہ کرنا چاہئے یا ہمارے متعلقین کو ہمارے ساتھ نہایت آدب واحترام کے ساتھ پیش آنا چاہئے اس کو اس طرح بھی کہا جا سکتا ہے کہ آدمی اقتدار کی خواہش کرتا ہو تو اقتدار کی خواہش بظاہر خود اس طرف اشارہ ہے کہ آدمی محدودیت کے دائرے میں داخل ہو جاتا ہے یعنی اس نے اپنے ذات کو سامنے رکھ کر ایک ایسا طریقہ عمل اختیار کر لیا ہے کہ جس طریقہ عمل میں وہ اپنی ذات میں اپنی انا میں اتنا مرکوز ہو گیا کہ اب وہ ذات کے علاوہ کوئی

www.ksars.org

نہیں، ذات کے علاوہ جب وہ سوچتا نہیں ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اسکے اندر محدودیت ہے جتنی زیادہ کسی آدمی کے اندر محدودیت آتی چلی جائے گی اسی مناسبت سے جس کیفیت کے نام خوشی ہے وہ اس کیفیت سے دور ہوتا چلے جائے گا۔

مثلاً ایک آدمی کے اندر اقتدار کی خواہش ہے وہ گھر میں اس کا اقتدار ہو، دوستوں میں اقتدار ہو، فیکٹری میں اقتدار ہو، کاروبار میں اقتدار ہو جب اس کی اقتدار کی خواہش پوری نہیں ہو گی تو ظاہر ہے اس کو رنج ہو گا اس کو تکلیف ہو گی وہ پریشان ہو گا اور اس پریشانی کا نام ہی غم ہے لیکن انسان آزادنہ طور پر سوچے گا تو کیونکہ آزادی ایک لا محدود چیز ہے اس لئے اس کے اندر خوشی کی کیفیت ہے اب بات یہ بنی روحانی قانون یہ بنا کہ اگر کوئی آدمی توقع قائم کرتا ہے دوستوں سے رشتہ داروں سے یا اپنی ذات سے تو وہ کبھی خوش نہیں رہ سکتا اور اگر کوئی آدمی توقعات سے آزاد ہے تو ہمیشہ خوش رہے گا اب صورت حال یہ ہے کہ توقعات قائم کرنا ضروری ہے یا ضروری نہیں ہے یہ بات بھی غور طلب ہے انسان زندگی کے بارے میں کیا توقع قائم کرتا ہے؟ مثلاً وسائل کا اصول کہ میرے پاس بہت سارے وسائل ہوں، تو بہت سارے وسائل کہاں سے ہوں وسائل تو پہلے سے موجود ہیں اگر آدمی یہ کہتا ہے کہ میرے پاس بہت سارے وسائل موجود ہو تو موجود تو جب ہوں جب وسائل موجود نہ ہوں وسائل تو اس کی پیدائش سے پہلے سے موجود ہیں۔

اب آدمی یہ کہتا ہے میرا اقتدار قائم ہو جائے تو اقتدار تو پہلے سے یہاں موجود ہے تو جو چیز واقف مقدار میں یہاں موجود ہے لا محدود مقدار میں یہاں موجود ہے اس کو انسان جب اپنی ذات سے وابستہ کرتا ہے تو وہ چیزیں لا محدود سے محدود بن جاتی ہیں اور لا محدود چیزوں سے جب انسان کا ذہن دور ہوتا ہے تو انسان محدود ہو جاتا ہے۔

آپ اپنی زندگی کا مطالعہ کریں زندگی سے متعلق جتنی بھی ضروریات ہیں وہ سب پہلے سے موجود ہیں اور بنیادی ضروریات پورے کرنے میں آپ کو سرے سے کوئی کام ہی نہیں کرنا مثلاً اب آپ کی بنیادی ضرورت ہے ہوا، اب بتائیں ہوا کے لئے آپ کو ہوا کو حاصل کرنے کے لئے آپ کو کیا کام کرنا پڑا بنیادی ضرورت ہے پانی پانی کے حصول کے لئے آپ کو کیا کرنا پڑا پانی تو پہلے سے موجود ہے بنیادی ضرورت ہے سردی گرمی سے بچنے کے لئے مکان اللہ تعالیٰ نے پہلے سے ہی زمین فراہم کر دی اسی صورت سے آپ جتنا بھی غور و فکر کریں زندگی گزارنے کے لئے جتنی بھی چیزوں کی ضرورت ہے وہ آپ کی پیدائش سے پہلے موجود ہیں اور جب آپ مر جائیں گے جب بھی موجود رہے گی تو جو چیزیں آپ کی پیدائش سے پہلے بھی موجود ہیں اور جو چیزیں آپ کے مرنے کے بعد بھی موجود ہیں ان کے لئے تجسس کرنا ان کے لئے فکر کرنا ان کے لئے پریشان ہونا یہ دراصل محدودیت ہے یہ دراصل بے عقلی ہے نادانی ہے ظلم ہے اور جہل ہے جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے اس طرح فراہم کر دی ہیں آپ چاہئیں یا نہ چاہئیں وہ چیزیں آپ کو ملتی رہیں گی اب مثلاً اللہ تعالیٰ نے زمین نہ بناتے، گیہوں کا دانہ نہ بنا تے، چاول کا بیج پیدا نہ کرتے چاول کو پکانے کے لئے اللہ تعالیٰ دھوپ نہ نکالتے تو کیا آپ کی غذائی ضروریات پوری ہو سکتی تھیں اللہ تعالیٰ جانور نہ بناتے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وہ اللہ جو تمہیں گو بر اور خون کے بیچ میں سے دودھ نکال کر پلا رہا ہے قرآن پاک کی آیت ہے وہ اللہ جو تمہیں گو بر کے بیچ میں سے دودھ نکال کر دے رہا ہے گائے بھینسوں کا دودھ اب ایسی صورت سے آپ زندگی کا مطالعہ کرتے چلے جائیں آپ کے اندر کی مشین بھی ہے تو آپ دیکھ لیں اس مشین کو چلانے میں آپ کیا کام کرتے ہیں بھئی اقتدار کی خواہش آپ کو ہے کب ہے جب آپ کے اندر یہ مشین چلتی آپ کے اندر آنتیں بھی چل رہی ہیں گردے بھی چل رہے ہیں آپ کا دماغ بھی چل رہا ہے ہر چیز حرکت

www.ksars.org

میں ہے اب ہم آنکھ سے دیکھ رہے ہیں آنکھ بھی حرکت میں ہے، ڈیلے بھی حرکت میں ہیں، پلک بھی جھپک رہی ہے باہر سے عکس بھی جا رہا ہے اندر وہ محفوظ بھی ہو رہا ہے اب اس عکس کے بارے میں ہمارا دماغ جو ہے چل بھی رہا ہے اطلاعات بھی فراہم کر رہا ہے۔

ہمارے اندر بصیرت بھی پیدا ہو رہی ہے ہمارے اندر عقل بھی پیدا ہو رہی ہے۔ اگر آنکھ ہی نہ ہو؟ آنکھ کے سامنے کائناتی نظارہ ہی نہ ہو؟ تو آدمی نہ دیکھ سکتا ہے نہ کسی چیز کے بارے میں تذکرہ کر سکتا ہے تو وہ ضد کرنے کی بات ہے کہ انسان پیدا ہونے سے پہلے یہاں ہر چیز موجود اللہ نے کر دی ہے اس لئے کہ انسان کو زندہ رہنے کے لئے ان چیزوں کی ضرورت ہے اور جب انسان مر جاتا ہے کیوں کہ انسان کا آنا مکمل نہیں ہوا اور قافلہ جو عالم ارواح سے چلا اسے بھی ابھی اس منزل سے گزرنا ہے اس لئے یہاں ہر چیز موجود ہے تو جو چیز یہاں موجود ہے پیدائش سے پہلے موجود ہے مرنے کے بعد موجود ہے اب ان چیزوں کے بارے میں توقعات قائم کرنا سوائے جہالت کے اور کچھ نہیں ہے تو انسان اس وقت ناخوش ہوتا ہے جب اپنے لئے پیدا شدہ وسائل میں اپنی ہوس اتنی زیادہ کر لیتا ہے کہ جو ذہن اور دماغ اس میں موجود ہوتا ہے جب تک انسان کے دماغ میں وسائل کی قدر و قیمت اس حد تک ہوتی ہے جیسے استعمال کر لیتا ہے تب آدمی خوش ہوتا ہے اب انسان ان وسائل کی قیمت کتنی لگا لیتا ہے تو اس کی اپنی قیمت کم ہو جاتی ہے لیکن پھر قانون یہ ہے کہ اگر آپ خوش ہونگے تو ناخوش ضرور ہونگے اس لئے کہ دو رخوں کے بغیر یہ زندگی ادھوری ہے اب ایک صورت یہ ہے کہ انسان خوشی اور ناخوشی کے چکر سے کیسے نکلے؟

ناخوش ہو ناغمگیں ہو اب ایسی صورت میں جب انسان خوشی اور ناخوشی سے نکل جائے گا تو ظاہر ہے اس کے اوپر ایک اور کیفیت طاری ہو گی۔ اب اللہ تعالی نے فرمایا اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں رہو اور خوش ہو کر کھاؤ پیو اب خوش ہو کر کھاؤ پیو اللہ تعالی کے نظام کے تحت جہاں خوشی ہو گی وہاں غم بھی ہو گا وہ آپ نے دیکھا ایک وقت ایسا آیا کہ آدم کے اندر سے خوشی نکل گئی اور پریشانی اس کے اوپر مسلط ہو گئی اور اسے جنت چھوڑنی پڑی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جنت کا مقام ہے وہ بھی کوئی ایسا خاص مقام نہیں ہے جس کو ہم اس دنیا سے الگ کر سکیں اگر یہاں خوشی ہے اور یہاں پریشانی ہے تو جنت میں بھی خوشی ہے جنت میں بھی پریشانی ہے اس دنیا میں اور جنت میں کیا فرق ہے؟

اب آدمی یہاں بھی غمگیں رہتا ہے یہاں بھی خوش رہتا ہے جنت میں بھی آدم اور حوا بڑے خوش خوش رہے بڑے کھانے وانے کھائے انہوں نے لیکن جب ناخوشی ہوئی تو جنت سے نکل گئے لیکن جنت سے وسائل آدم کے لئے اور حوا کے لئے پیدا کئے گئے تھے وہ ناخوشی کی بنیاد پر چھین لئے اب قانون یہ بنا کہ اگر کوئی آدمی ناخوش ہو گا تو وسائل اس سے دور ہو جائنگے اور وہ وسائل کا محتاج ہو جائے گا اور اگر آدمی اگر خوش رہے گا تو وسائل اس کے قریب آجائیں گے اور وسائل اس کے محتاج بن کر آگے اس کے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو جائیں گے۔ ذلت کا جو عمل ہے انسان جب تک خوش رہا جنت میں رہا اور جب انسان ناخوش ہوا ذلت کے وسائل اسے ملے تو یہی دنیاداری ہے تو کیا فرق ہوا اگر ہم یہاں سے مر گئے جنت میں چلے گئے تو خوشی اور ناخوشی تو جنت یہاں بھی موجود ہے۔

اب بھئی جنت میں جاؤ گے تو وہ تو دنیاداری کا حساب یہی ہے کہ بھئی جیسے یہاں خوش ہے وہاں بھی خوش ہے اب وہاں ناخوش ہے تو یہاں بھی خوش نہیں اب یہاں ناخوش ہوتا ہے آدمی یہاں بھی مر جاتا ہے وہاں ناخوش ہوا وہاں بھی مر گیا اس دنیا میں مر گیا اس دنیا میں آگیا اب

www.ksars.org

روحانی جو لوگ ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ کبھی کی خوشی، کبھی کا غمگیں دونوں کیفیات سے گزارتا جب آپ خوشی ناخوشی دونوں کیفیات سے گزر جائیں گے آپ کے اوپر اسپیس پیدا ہوگی جس کو طلوع کہا جاتا ہے، طلوع والے بندے کے اندر اگر کوئی چیز ہوتی ہے تو وہ صرف یہ ہوتی ہے میرا دوست میرا محبوب اللہ ہے وہ جہاں بھی اللہ نے چاہا اسے سولا دیا۔

وہ اللہ کو جنت میں محدود نہیں کرتا وہ اللہ کو دنیا میں محدود نہیں کرتا وہ اللہ کو کسی عرش میں، کسی کرسی میں، بیت المعمور میں، کسی آسمانوں میں محدود نہیں کرتا جہاں کسی مقام کا تعین ہو جاتا ہے جس مقام کا نام رکھ دیا جائے گا وہ بجائے اسپیس کے کچھ نہیں ہے اب آپ کہتے ہیں اللہ عرش پر بیٹھا ہوا ہے عرش کا مطلب یہ ہے کہ آپ نے اللہ کی صفات کو محدودیت کے دائرے ہیں اپنی شعوری اطلاعات سے بیان کیا اور جہاں محدودیت ہوگی محدودیت تو ہوگی لیکن لا محدودیت کا جو بہت بڑا پھیلاؤ ہے انسان اس کے اندر داخل ہے اب ہمارے سامنے یہ صورت آئی ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ جب ہم پیدا ہوتے ہیں کہ جن چیزوں سے ہم خوش یا ناخوش ہوتے ہیں وہ پہلے سے موجود ہے یعنی اللہ نے پہلے سے ہی انتظام کر دیا ہے۔

ہر چیز کا انتظام اب گھر میں آپ کے ہر چیز موجود ہے اب آپ پریشان ہو رہے ہیں کل کیا ہوگا اب آپ یہ دیکھیں ایک آدمی کل کیا ہوگا کل کے لئے کچھ پیسے بچالو تو اس قدر نادانی کی بات ہے کہ ساٹھ سال کا آدمی اگلے اکسٹھویں سال میں داخل ہونے کے لئے پریشان ہے لیکن وہ کبھی بھی نہیں سوچتا کہ ساٹھ سال سے میری کوئی ضرورت نہیں روکی، میں کوئی بھوکا نہیں رہا، ننگا نہیں رہا کوئی ایک سال ایک سے دو ہوا دو سے آٹھ ہوئے نو ہوئے بچے ہوئے، بچوں کی شادیاں کیں، بچوں کے بچے ہوئے ان کی ساری تقریبات کیں، وہ ساٹھ سال کا جو ماضی ہے وہ اس کے ذہن سے نکل جاتا ہے اور اگلے اکسٹھ سال کے لئے فکر کرتا ہے تو اس کا مطلب کیا ہوا اس کا مطلب یہ ہوا اس کے ذہن میں محدودیت کے علاوہ کچھ نہیں ہے اب ساٹھ سال کا جو آدمی ہے وہ کبھی اپنے ماضی پر غور ہی نہیں کرتا کہ میں کس طرح پیدا ہوا کس طرح میری پرورش ہوئی کیسے کیسے حالات سے میں گزرا اس طرح میری شادی ہوئی اس طرح میرے بچے ہوئے میرے بچوں کے بچے ہوئے پہلے جب میں پیدا ہوا تو میرے پاس جھونپڑی نہیں تھی اور جب میں ساٹھ سال کا ہوا تو میرے پانچ بچے ہیں پانچوں بچوں کے الگ الگ گھر ہیں، پانچوں بچوں کے الگ الگ کاروبار ہیں پانچوں بچوں کے پاس الگ الگ زندگی گزارنے کی تمام سہولتیں موجود ہیں وہ کیوں کیوں نہیں یاد؟

اس لئے نہیں یاد کہ وہ اپنی ذات کے دائرے میں بندھا ہوا ہے ایک آدمی بن کر، ایک آدمی وقت معین کے بارے میں مستقبل کے بارے ہیں اگر ہم اپنے ماضی کو یاد کریں اگر ہم اپنے ماضی کا تجزیہ کریں زندگی کا محاسبہ کریں ظاہر ہے ہمارے ذہن میں یہ بات آئے گی وہ اللہ جس نے ساٹھ سال تک کھلایا پلایا ہے سارے سال ہماری کفالت کی ہے اب ایک سال یا دو سال کے لئے یا پانچ سال ہمیں بھوکا کیسے مار سکتا ہے ایک تو یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی اپنی ماضی کو یاد رکھے وہ ہمیشہ خوش رہتے ہیں اور جو آدمی مستقبل کے بارے میں سوچتے ہیں وہ ہمیشہ نہ خوش رہتے ہیں اور وجہ یہ ہے کہ روحانیت میں مستقبل تو نہیں ہے روحانیت میں مستقبل کا وجود نہیں ہے۔ جس چیز کا وجود ہی نہیں ہے آپ اس کے اندر داخل ہونگے تو ظاہر ہے پریشانی کے علاوہ وہاں کچھ نہیں روحانی نقطہ نظر سے یہ ساری کائنات ساری زندگی انسان کی ہو یا جانوروں کی ہو، سورج ہو، چاند ہو درخت ہوں کسی کی بھی زندگی ماضی کے علاوہ جب اللہ تعالیٰ نے کن کہا کب کہا کن؟

www.ksars.org

ماضی میں۔ تو حقیقت یہ ہے کہ ہماری جو پٹی ہے ہمارا جو راستہ ہے وہ راستہ ماضی ہے ماضی کے علاوہ کچھ نہیں حال بھی یہاں کچھ نہیں ہے۔ مستقبل کا یہاں وجود ہی نہیں ہے جو کچھ ہے ماضی ہے اب آپ مثال کے طور پر کوئی آدمی یہاں ساٹھ سال بھی جی سکتا ہے کوئی تیس سال کا کوئی بیس سال کا کوئی پچاس سال کا کوئی چالیس سال کا آپ کیا ہیں؟ حال ہے؟ مستقبل ہیں یا ماضی ہیں؟ تو جو بندہ اپنے ماضی کے اوپر نظر رکھتا ہے وہ حال اور مستقبل کو دیکھ کر نظر رکھتا ہے۔ جب حال اور مستقبل سے نکل گیا تو اب یہ اندیشہ ہی ختم ہو جائے گا کہ کل کیا ہو گا؟ جب یہ اندیشہ ہی ختم ہو گیا کہ کل کیا ہو گا تو خوش ہو گا ناخوشی جو ہے وہ اس بات کی ہے کہ کل کیا ہو گا؟ کل کیا ہو گا؟ کل ہے ہی نہیں ہو گا کہاں سے ہر کل ماضی ہے اب آپ اگلی کل کو کیوں دیکھتے ہیں پچھلی کل کو کیوں نہیں دیکھتے ایک تو یہ ہے کہ ہے کہ ہر انسان کو مستقبل کے اندیشے کی وجہ ہو جائے گی اور مستقبل کو محفوظ کرنے کے لئے وہ دوسری توقعات قائم کرے گا۔

نہ وہ کسی سے توقع قائم کرے نہ وہ کسی اندیشوں میں مبتلا ہو گا کہ کل میں بھوکا مر جاؤں گا بھئی کل تو بھوکا جب مرو گے جب کل آئے گی یہ تو ایک دھوکا ہے۔ اب روز سورج نکل آتا ہے کہتے ہیں جی نیا سورج نکلا بھئی کیا نیا نکلا وہی زمین ہے وہی درخت ہیں وہی زمین ہے ہر چیز وہی ہے اور اس کا نام کل رکھا ہوا ہے یہ دھوکا ہے تو ایک بات میں آپ سے یہ عرض کر رہا تھا کہ میں آپ کو خوش رہنا ہے اور اس کا طریقہ ہی یہ ہے کہ آپ مستقبل کے بارے میں کبھی نہیں سوچیں۔ مستقبل کے بارے میں سوچنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ آپ ماضی کو یاد ہی کرتے رہیں کام ہی نہ کریں یعنی مستقبل کے اندیشوں میں مبتلا نہ ہو جب آپ کا ماضی اچھا ہے پچاس سال تک اگر کوئی آدمی جیا تو آئندہ دسویں سال تک جئے گا نہ بھئی... تو پچاس سال کی زندگی آپ گزار کر آئیں ہیں آپ اس کو یاد کر کے خوش کیوں نہیں ہوتے آئندہ جو دس سال پتہ نہیں وہ آئیں بھی یا نہ آئیں یہ بھی نہیں پتا پچاس سال تو آپ گزار چکے ہیں لیکن آئندہ دس سال ہو سکتا ہے دو سال زندہ رہیں ہو سکتا ہے پانچ سال زندہ رہیں ہو سکتا ہے دس سال گزاریں لیکن یہ بے یقینی ہے جو ماضی آپ گزار چکے ہیں وہ تو آپ کا سارا کا سارا۔

تو روحانیت میں مستقبل نہیں ہوتا اگر آپ کو خوش رہنا ہے تو آپ کو یہ عمل اختیار کرنا پڑے گا کہ ماضی میں جو اللہ تعالیٰ نے آپ کے اوپر عنایات کئے ہیں ان عنایات کو یاد کرو جب بھی مستقبل کا اندیشہ ہو فوراً اپنا ذہن ماضی کی طرف لیجاؤ آپ کے اندر سے اندیشے وسوسے اور خوفناک جو سائے بنا لئے ہیں وہ نکل جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کی حفاظت کرے گا اور اگر آپ کوئی لواقع اس سے جو روحانی خوشی کا نام ہے روحانی خوشی آپ حاصل کرتے ہیں تو اس کے لئے ضروری ہے کہ خوشی اور غم دونوں سے آپ آزاد ہے اب آپ روزانہ روٹی کھاتے ہیں اس کے لئے کیا خوشی کی بات ہے سب ہی روٹی کھاتے ہیں کتا بھی روٹی کھاتا ہے، بلی بھی روٹی کھاتی ہے درخت بھی کھاتے ہیں اب آپ سوتے ہیں تو سب ہی سوتے ہیں آپ جاگتے ہیں ہر مخلوق جاگتی ہے آپ کوئی بھی کام کرتے ہیں تو آپ کے بھائی انسان طرح طرح کے کام کرتے ہیں لیکن ان کاموں کا فائدہ یہ ہے کہ آپ کی زندگی میں آسانیاں ہیں اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے جب آسانیاں آپ کو فراہم ہو گئیں بات ختم ہو گی اب آپ آگے گزر جایئے اور روحانی نقطہ نظر سے یہ ہے کہ آدمی کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح پیدا کیا ہے اور جس طرح انسان کو بڑا کیا ہے اور جس طرح انسان کو اللہ تعالیٰ نے اس دنیا سے دوسری دنیا میں واپس لیجاتا ہے اس چیز پر غور کیا جائے اور جس اس پر غور کیا جائیگا بار بار آپ تفکر کریں گے تو اس سے آپ کے اندر ایک یقین کا پیٹرن بنے گا اب انسان کچھ بھی نہیں ہے جو کچھ اب اللہ کے یہاں خوشی نہیں ہوتی اللہ کو آپ دیکھیں اللہ خوش ہوتا ہے تو اس کا مطلب ہے اللہ کے قانون کے مطابق نا اعوذ باللہ، اللہ ناخوش بھی ہوتا

www.ksars.org

ہے یہ قانون اللہ کا بنایا ہوا ہے ناادھر خوشی ہوگی تو ناخوشی ضرور ہوگی اب یہ نہیں اللہ بڑا خوش ہوتا ہے اللہ کے قانون کے مطابق اللہ میاں ناخوش بھی ہوتے ہونگے جب ہم یہ کہتے ہیں کہ اللہ ناخوش ہوتا ہے تو تو اس کا مطلب ہے کہ جس کیفیت میں اللہ رہتا ہے وہ خوشی اور ناخوشی سے محفوظ ہے جب کوئی انسان خوشی اور ناخوشی سے گزر کر اپنے آپ کو درو بست اللہ کے سپرد کر دیتا ہے تو وہ خوشی اور ناخوشی دونوں سے آزاد ہو جاتا ہے اور اس کے اوپر ایک نور کی کیفیت ہوتی ہے اللہ تعالی ہم سب کو توفیق عطا کرے کہ ہم اپنی زندگی کو بار بار، بار بار اپنی زندگی کا مطالعہ کریں اور اپنے ماضی پر نظر ڈالیں جتنا آپ ماضی کے اندر جائیں گے اتنا ہی آپ خوشی اور ناخوشی دونوں سے آزاد ہو جائیں گے اور جتنا آپ مستقبل کے اندیشوں میں مبتلا رہے گے آپ کے اوپر کبھی خوشی مسلط ہو جائے گی کبھی ناخوشی مسلط ہو جائے گی اور خوشی اور ناخوشی جو ہے دونوں جو ہیں وہ غیر مسلط ہیں۔

اانشااللہ پھر ملاقات ہوگی اللہ حافظ۔ اختتام

www.ksars.org

اسلام مکمل دین ہے۔(عیدالاضحی 23-03-99)

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تلاوت قرآن شریف سورۃ...

اسلام ایک ایسا مکمل مذہب اور ضابطہ حیات ہے کہ اس میں زندگی کے کسی بھی شعبے کے بارے میں آپ اپنے لئے ہدایت اور روشن راستے ناصرف یہ کہ تلاش کر سکتے ہیں۔بلکہ چودہ سو سال ہوگئے اس بات کو کہ آج تک کوئی آدمی یہ نہیں کہہ سکا کہ رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ میں سیرت میں اور اسلام میں کوئی ایسی بات سامنے نہیں آئی کہ کہیں ضرورت پیش آئی ہو، کہیں اس میں کیا ہماری راہنمائی ہو سکتی ہے، والدین کے حقوق میں، پڑسیوں کے حقوق، کاروبار کس طرح کریں؟، رہن سہن ہمارا کیسا ہو؟، ہماری کیا ذمہ داریاں ہیں؟۔ یہ کسی بھی شعبے میں اسلام آپ کو مایوس نہیں کرتا اور اس کی جو بنیاد ہے وہ یہ ہے کہ اسلام میں اس بات کی انسان کے اندر صلاحتیں اجاگر کردی ہیں یہ جو نظام کائنات ہے سارا کا سارا یہ ایک ہستی کے ہاتھ میں ہے۔

اسلام جو ہے وہ توحید کی دعوت دیتا ہے کہ ایک ہستی ایسی ہے کہ جس نے یہ کائنات بنائی جس نے اس کائنات کو سنبھالنے کے لئے وسائل پیدا کئے جس نے اچھائی اور برائی کہ تصور کو اُجاگر کرنے کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے، جس ہستی نے اپنے محبوب بندہ رسول اللہ ﷺ کو دنیا میں بھیجا اور صرف یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کہا یہ میرا دوست ہے اللہ تعالیٰ نے یہ بتایا ہو یہ کتنی صلاحیتوں سے واقف ہے بلکہ یہ کہا کہ ہمارا بندہ ایسا ہے کہ ہم نے اس کو جتنی نعمتیں ہو سکتیں تھیں وہ سب اس بندے کو عطا کردی ہیں۔

اور ہمارے پیغمبر نے جو کچھ ہمارا پیغام لوگوں تک انسانوں تک پہنچایا اس دین کے لئے اللہ تعالیٰ نے تکمیل کردی الاما مکمل دین...دین کی تکمیل کردی اور اپنی محنت سے پوری ترقی کی اب غور کریں جب دین کی تکمیل کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ کا جو ارشاد ہے کہ ہم نے دین کی تکمیل اور اس دین پر کسی قسم کا کوئی دخلہ کسی قسم کی کوئی ترقی کسی قسم کی اس میں کوئی اضافہ واقع نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا آج کے دن انسان صرف میری طرف دیکھیں تو اس دین کی جو بنیادی ضرور یات ہیں اس کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں کے ذریعے اپنے پیغمبروں کے ذریعے مشاہدہ نوع انسانوں کو کردیا تاکہ کوئی یہ نہ کہے سکے کہ صاحب یہ تو ایسی باتیں ہیں یہ تو انہونی ہے ہو ہی نہیں سکتی۔ تو اللہ تعالیٰ نے عام بندوں کی طرح اپنے بندے پیدا کئے۔ان کو مثال کے طور پر مخلوق کے سامنے پیش کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ جس کی یاد میں ہم سارے لوگ مل کر قربانیاں کرتے ہیں، تو وہاں پر آخری عمر میں جب کہ اولاد کا کوئی تصور ہی نہیں میڈیکل سائنس کے حساب سے اللہ تعالیٰ نے اولاد عطا فرمائی اور جب وہ اولاد چلنے پھرنے کے قابل ہوئی، جینے کے قابل ہوئی، تو اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہم علیہ السلام کو خواب دیکھا دیا۔

www.ksars.org

خواب میں اللہ تعالی نے تمہاری جو عزیز شے ہے وہ تم اللہ کے لئے قربان کردو تو عزیز ترین شے ہے، ویسے بھی آدمی کے لئے اگر غور کریں تو عزیز ترین شے اس کی اولاد ہی ہوگی۔اور آدمی جس کے لئے محنت کرتا ہے مزدوری کرتا ہے مثال یہ کہ اپنی آخرت بھی خراب کر لے تو اولاد ہمیں عزیز ترین شے ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے جو خواب میں آئے تھے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے بھی جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تھے انہوں نے کہا صاحب جو آپ نے خواب دیکھا آپ اس کو پورا کر دیں آپ یہ ثابت کریں بالکل جو کچھ اللہ تعالی نے کہا ہے آپ ایسے پورا کر دیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب کی دیکھی ہوئی بات کو پورا فرمادیا۔اگر ہم حضرت ابراہیم کے عمل پر ہم غور و فکر کریں تو انہوں نے اللہ کے حکم کو پورا کر دیا۔ چھری چلادی۔اب یہ کہ اللہ کا انعام ہے بیٹے کی جگہ دُنبہ آگیا۔

اسی صورت سے رسول اللہ ﷺ کی زندگی پر جب غور کرتے ہیں تو آپ دیکھئے کہ نبوت کے بعد جو علوم رسول اللہ نے اسلام میں پھیلانے کے لئے توحید عام کرنے کے لئے جو تکالیف برداشت کئے اور اس سے اندزہ ہوتا ہے کہ تصور میں یہ باتیں آتی ہیں کہ اللہ تعالی کی توحید کو عام کرنے کے لئے رسول اللہ نے ساری تکلیفیں برداشت کی۔رسول اللہ کے ساتھ اللہ کا پیغام پہچایا اللہ تعالی نے رسول اللہ سے پہلے اپنے پیغمبروں کے لئے جو پیغام پہنچایا اس میں تصدیق کرتے رہے اور اور اس کے لئے حقوق بھی ساتھ ہی ساتھ فرماتے رہے۔اب یہ قربانی جو ہم لوگ کرتے ہیں یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے اور رسول اللہ نے فرمایا کہ جیسے میرے باپ ابراہیم نے اللہ تعالی پر نثار کیا اور قربان کیا اپنے عزیز ترین شے کو اللہ کے لئے قربان کر دیا۔اس لئے ہمارے اوپر بھی یہ ذمہ داری ہے اس لئے ہم بھی توحید پرست ہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اسی مذہب کو دین کو fellow کریں لہذا ہماری بھی ذمہ داری ہے کہ ہم اپنی عزیز چیز کی قربانی دیں۔حضرت حاجرہ علیہ السلام خاتون، دیکھئے مرد حضرات اور خواتین حضرات دونوں کو اللہ تعالی نے مثال بنا کر ثابت کر دیا ہے جو بھی حج کے لیے آئے وہ صفا و مروہ کے چکر لگائے، اللہ تعالی کو یہ بات اتنی پسند آئی کہ وہ حج کا حصہ ہو گیا۔صفا و مروہ یعنی سعی ادا کریں تو حج بھی پورا ہے۔تو یہ جو اللہ تعالی کا نظام ہے اس مکمل نظام کی تکمیل کے لئے ضروری ہے کہ ہمارے پیغمبر نے اوپر کی ذمہ داری عطا کی ہم ان پر عمل کریں میں ایک بات حضرات آپ سے کہتا ہوں وہ یہ ہے کہ اسلام کا بنیادی فلسفہ جو ہے وہ محبت ہے۔اسلام کا بنیادی فلسفہ آپس میں میل جوڑ ہے، تعلق ہے تفرقہ نہیں ہے۔اب دیکھیں پانچ وقت کی نماز اس میں بھی اجتماعیت ہے، جمعہ کی نماز میں بھی اجتماعیت ہے، عید کی نماز میں بھی اجتماعیت ہے، روزہ رکھنے میں بھی اجتماعیت ہے۔

آپ نے ٹی وی پر دیکھا ہوگا کیا وہ منظر تھا حج کا، بیس لاکھ آدمی بتاتے ہیں کہ بیس لاکھ آدمی سعادت حاصل کر رہے ہیں اس میں بھی اجتماعیت ہے ایک ہی دن ہے ایک ہی وقت ہے بیس لاکھ آدمی توحید پرستی کا ایسا مظاہرہ کر رہے ہیں کہ ایک وقت میں، ہر آدمی ایک ہی کام کر رہا ہے۔تو اسلام کی جو بنیادی اسلام کا جو بنیادی فلسفہ ہے۔السلام کی جو روح ہے وہ آپ غور کریں تو اس میں اجتماعیت کے علاوہ کچھ نہیں ہے اور غیر مسلموں کی سازش سے جب سے اسلام میں تفرقے پیدا ہو گئے ہے جب سے اسلام کمزور ہوتا چلا گیا اور جب تک اسلام میں تفرقے نہیں رہے، سب جانتے ہیں پڑھے لکھے لوگ ہیں وہ ہم یہ جانتے ہیں جو آج امریکہ کی جو پوزیشن ہے ساری دنیا میں یہ ظاہر تھا

www.ksars.org

کہ مسلمان ساری دنیا کے حکمران ہیں تمام دنیا کے سارے علاقوں کے حکمران ہیں۔ ساری دنیا کے حکمران ہیں۔ اس وقت کیا بات تھی، اس وقت ان کے اندر تفرقہ نہیں تھا۔

ٹکڑوں میں بانٹے ہوئے نہیں تھے اب جیسے جیسے سازشیں ہوئی مسلمانوں یں تفرقے کھڑے ہوئے اور یہ بنتے چلے گئے اسی مناسبت سے مسلمانوں کی جو طاقت ہے وہ ٹوٹ گئی ہے اور مسلمان قوم دنیا میں سب سے بدترین شمار ہوتی ہے۔ تو اسلام کا فلسفہ حیات جو ہے وہ قربانیوں دو، عید الاضحی ہو، عید الفطر ہو، پانچ وقت کی نمازیں، روزہ، حج، زکوۃ، جہاد اس یں آپ دیکھیں سب میں اجتماع ہے تو اسلام اس بات کی دعوت دیتا ہے کہ مسلمان مٹھی کی طرح بند ہے تو جب تک یہ مٹھی بند رہے گی تو ساری اجتماعیت رہے گی جب یہ مٹھی کھل جائے گی تو آپس میں جھگڑے تفرقے ایک آدمی کو آپ ایک جھاڑو کے تنکے کی طرح ماریں گے سو جھاڑو کے تنکے لیں ایک ایک کر کر ماریں تو چوٹ نہیں لگے گی۔ وہی جھاڑو کے سو تنکے کو لیکر جمع کر کے رسی سے باندھ کر ماریں تو بہت چوٹ لگے گی۔ ہماری صورت حال جو بد قسمتی ہے ہمارے آپس میں ٹکڑے ٹکڑے کر دئے گئے۔

جبکہ اللہ تعالیٰ نے بالکل واضع طور پر فرمایا ہے... قرآن پاک کی آیت ہے اللہ کی رسی کو مضبوط ہو کر پکڑ لو اِدھر کی اُدھر مت پکڑ، بس آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔ یہ قربانی آپ دیکھیں اس میں بھی اجتماعیت ہے۔ ہم جب قربانی کرتے ہیں ایک تو یہ اجتماعیت ہے پانچ ہزار سال سے ایک ہی کام کو کرتے چلے آرہے ہیں اس میں اجتماعیت ہے اللہ نے ہمارے یہاں احباب دوست رشتہ دار سب گلے ملتے ہیں۔ گوشت تقسیم ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کا منشاء یہ ہے کہ یہ تمام اسلامی ارکان سے کہ ہم متحد ہو کر رہے، ایک دوسرے کے کام آئیں اور آپس میں تفرقے بازی کو کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ناپسند کیا ہے۔ تفرقے بازی سے سے دور رہے اور میں نے بھی اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم اسلام کی جو روح ہے۔ اسلام کا جو مقصد حیات ہے اسے سمجھنے کی کوشش کریں۔ مختصر یہ ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ذات ہے۔

واحد ذات ان جیسا کوئی نہیں ہے۔ انہوں نے اس کائنات کو بنا یا بنانے کے لئے وسائل پیدا کئے اور ایک باپ کی حیثیت سے، بزرگ کی حیثیت سے، خالق کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ ساری مخلوق مل جل کر رہے۔ خوش ہو کر رہے جو باتیں اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں وہ سب مل کر خوشی خوشی پورا کریں اور جو تفرقے اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہیں وہ اللہ تعالیٰ نے تمام پیغمبروں کے ذریعے بتادی گئیں ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے ذریعے، حضرے اسماعیل کی مثال کے ذریعے حضور پاک ﷺ کے ذریعے اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے یہ تفرقوں کی جو بیماری انسانوں کے اندر پیدا ہو گئی ہے اس سے ہمیں نجات مل جائے۔ آمین اختتام

www.ksars.org

روزہ انسان کو روح کے قریب کر دیتا ہے۔(عید الفطر 09-01-00)

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ جب بندہ میرے لئے روزہ رکھتا ہے اور وہ تمام چیزیں اپنے اوپر بند کرلیتا ہے جو اللہ کا حکم ہے کہ تو اس کا اللہ کے ساتھ ایک تعلق اور ربط قائم ہو جاتا ہے۔ روزے کے معنی پر اگر آپ غور و فکر کریں تو روزہ اصل میں مسلمانوں کو اللہ سے قریب کر دیتا ہے ہر مسلمان کی مرکزیت اللہ ہے جب آپ غور کریں گے تو رمضان المبارک کے ۲۴ گھنٹوں میں تو یہی بات آپ کی نظر میں آئے گی کہ ہر مسلمان وہ چوبیس گھنٹے یوں وہ دین کے ذہن کے مطابق زندہ رہتا ہے۔ اور وہ ذہن مرکزیت عطا ہوتی ہے۔ حالانکہ وقفہ سحر کے بعد جب ہم روزے کی نیت کرتے ہیں تو اس وقت ہمارے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ اب ہم آج سے نہ کچھ کھائیں گے، نہ پئیں گے، نہ جھوٹ بولیں گے، نہ بے ایمانی کریں گے، جو وقت ہمیں ملے گا عبادت کرینگے تو اس کا مطلب ہی یہ ہوا کہ سارے دن روزے دار اللہ کے لئے روزہ بھی رکھتا ہے۔

اللہ کو چاہتا بھی ہے، نمازوں میں مصروف ہو جاتا ہے۔ جب افطار کا وقت آتا ہے اس سال میں آپ نے دیکھا ہو گا سب کے گھروں میں افطار ہوتا ہے تو دنیا بھر کی نعمتیں دستر خوان پر ہوتی ہیں۔ ماشااللہ اس مہینے کے روزے بہت اچھے گزرے موسم اچھا تھا۔ گرمی کے موسم یں نقاہت اور شدید پیاس ہوتی ہے۔ گلاس پاس رکھا ہوا ہوتا ہے، پانی پاس رکھا ہوا ہوتا ہے لیکن آدمی کو اس بات کا انتظار ہوتا ہے کہ افطار سے پہلے وہ ایک گھونٹ بھی پانی کی حلق میں نہ ڈالے۔ بڑا عجیب وہ منظر ہوتا ہے اور افطار کے وقت جو نیت ہوتی ہے روزے کو کھولنے کی واحد ہوتی ہے لیکن سوال یہ ہے کہ پانی رکھا ہوا ہے، شربت رکھا ہوا ہے سامنے اگر ایک دو گھونٹ افطار سے پہلے پی لیا جائے تو ایسا نہیں ہو سکتا اس لئے نہیں ہوتا کہ روزے دار کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے کہ وہ ایک مرکزیت ہے اللہ کے لئے ایک مرکزیت ہے۔ صبح صادق کے وقت سے غروب آفتاب تک نہ اسے کچھ کھانا ہے، نہ پینا ہے، اللہ کے لئے بھوکا رہنا ہے۔

روحانیت کا ایک قانون ہے کہ جب کسی چیز پر انسان کی مرکزیت قائم ہو جاتی ہے یا کسی کام کی جلد ہوتی ہے یا کسی کام میں من دھن کی بازی ہوتی ہے تو وہ کام ضرور پورا ہو جاتا ہے۔ یہ ہمارا دنیا بھر کا طریقہ ہے اگر ہم کوئی کام کرنا چاہے تو ہماری کسی چیز پر انسان کی مرکزیت قائم ہو جاتی ہے یا کسی کام کی جلد ہوتی ہے یا کسی کا من دھن سے توجہ ہوتی ہے تو وہ کام ضرور پورا ہو جاتا ہے۔ ہمیں یہ کیا م کرنا ہے تو اللہ کا احسان انعام ہے اللہ کی وجہ سے، تبلیغ سے سفارشوں سے محنت مزدوری سے یہ کام ہو جائے تو یہ ایک نظام زندگی ہے یہ جو ہماری مرکزیت ہے کسی چیز پر قائم ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ہمارے لئے یہ کام آسان فرمادے گا اور وہ کام ضرور ہوتا ہے۔ صبح سے شام تک محض اس لئے سارے کام کرتا ہے کہ اللہ کے لئے تمام گناہوں اور ان تمام برائیوں سے بچتا ہے جس کو اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ نے منع فرمایا ہے۔

www.ksars.org

تو اس کے اوپر ایک مرکزیت قائم ہو جاتی ہے۔ اور جب وہ مرکزیت پوری ہو جاتی ہے تو اللہ کا قرب حاصل ہو جاتا ہے۔ اللہ کا جو تصور ہے خیال ہے رسول اللہ ﷺ نے جو اللہ سے قربت بتائی ہے قرآن میں جو قربت بتائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں تمہاری رگ جان سے زیادہ قریب ہوں۔ بندے کا تعلق اللہ کے ساتھ وابستہ قائم ہو جاتا ہے۔ یہ رمضان المبارک کا مہینہ ہے دراصل یہ ایک تجزیہ کا مہینہ ہے، ایک پاکیزگی کا مہینہ ہے کہ انسان جیسے نہا دھو کر پاک صاف ہو جاتا ہے اس طرح روزے رکھ کر اس کی ساری جسمانی کثافتیں دور ہو جاتیں ہیں اور وہ اپنی روح سے قریب ہو جاتا ہے بس روزے رکھنے کے بعد اس کے اندر ایسی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ جس صلاحیت سے وہ غیب کی دنیا کے قریب ہو جاتا ہے اور غیب کی دنیا کا مشاہدہ کرتا ہے۔ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ لیلۃ القدر کیا ہے؟

لیلۃ القدر اللہ کی تجلی کے دیدار کا پر گرام ہے، اللہ کی تجلی کی رات ہے۔

لیلۃ القدر اللہ کے دیدار کی رات ہے۔ لیلۃ القدر میں فرشتے اترتے ہیں۔ فرشتے اترنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی انسان کو لیلۃ القدر حاصل ہو جائے تو اسے فرشتے نظر آجاتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام اسے بندوں سے مصافحہ کرتے ہیں۔ تو بیس روزے رکھنے کے بعد ہمارے اندر یہ صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ ہم غیب کی دنیا کو دیکھ سکیں یا غیب کی دنیا میں داخل ہو کر فرشتوں کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو اور آسمانی مخلوق کو دیکھ سکیں۔ آسمانی مخلوق کو دیکھا، فرشتوں کو دیکھا، حضرت جبرائیل علیہ السلام کو دیکھنا اس بات کی ضمانت اور صداقت ہے کہ روزے دار غیب کی دنیا میں داخل ہو گیا تو اللہ بھی غیب ہے اللہ کو آسانی سے اگر ہم نہیں دیکھ سکتے تو اپنے اندر زیادہ سے زیادہ اس کو محسوس کر لیتے ہیں یہ اللہ کو محسوس کرنا اس سے قربت ہے۔ رمضان المبارک میں بیس روزے تک اس کی پریکٹس کی جاتی ہے۔

اور آخری عشرے میں جو طاق راتیں ہیں اکیس تیئس پچیس ستائیس اس میں شب بیداری کی جاتی ہے۔ شب بیداری کا مطلب ابھی آپ کو بڑی آسانی سے سمجھ میں آجائے گا۔ انسان اپنی زندگی یں یا تو سوتا ہے یا بیدار ہوتا ہے اور دو اس کے عمل ہوتے یں یا وہ سوئے گا یا بیدار رہے گا۔ پھر بیداری کے حصے میں کھانا، پینا، پہنا، محنت مزدوری کرنا، بچوں کے حقوق پورے کرنا، والدین کے حقوق پورے کرنا، بیوی کے حقوق پورے کرنا، شوہر کے حقوق پورے کرنا، ملک و قوم کے حقوق پورے کرنا یہ سب بیداری کی زندگی میں ہوتا ہے۔ دوسرا رخ یہ ہے کہ کوئی بھی انسان جب پیدا ہوتا ہے آدم سے لیکر اب تک ایسا ممکن نہیں ہوا کہ کوئی انسان پورے سال بیدار رہا ہو یا کوئی انسان پورے سال سوتا رہا ہو۔ جب آدمی سو جاتا ہے تو سونے کی حالت میں یہ ہے کہ انسان کا بیداری سے عارضی طور پر منقطع ہو جاتا ہے۔ آپ نے سنا ہو گا نا بڑے بزرگ کہتے ہیں سویا مرا برابر۔

دوسری بات غور طلب ہے کہ جب ہم سوتے ہیں تو خواب دیکھتے ہیں کوئی بھی بندہ ایسا نہیں ہو گا جس نے کبھی خواب نہ دیکھا ہو۔ خواب کی حالت یں یہ عمل ہوتا ہے کہ انسان اٹھتا ہے۔ کہیں سے کہیں پہنچ جاتا ہے مثلاً یہ ہے کہ کوئی آدمی مکہ پہنچ جاتا ہے کوئی آدمی مدینے پہنچ جاتا ہے، امریکہ پہنچ جاتا ہے یا کسی اپنے عزیز رشتے داروں میں پہنچ جاتا ہے ان سے ملاقات بھی ہوئی باتیں بھی ہوئی۔ کھانا پینا بھی ہوا کوئی یہ بھی ہوتا ہے کوئی دہشت ناک منظر دیکھا تو دل کی دھڑکن اس طرح تیز ہو گئی جس طرح بیداری میں ہوتا ہے خواب کی حالت میں کسی باغ یں آپ چلے گئے وہاں بہترین پھول ہیں، بہترین باغیچے، بہترین فوارے جس طرح بیداری میں مسرت شادمانی اور اطمینان اور

www.ksars.org

سکون اگر اس باغ میں جا کر کرکے جس طرح آپ کو خواب میں نظر آرہے ہیں اور جب آپ بیدار ہوتے ہیں تو بہت خوش ہوتے ہیں بہت اچھا خواب دیکھا ہے جس میں باغ، پھول تھے جس میں فوارے تھے ساری طرف کیاریاں تھیں۔

تو اس کا مطلب یہ ہوا جب ہم خواب دیکھتے ہیں تو خواب کا منظر یہی ہوتا ہے انسان کا ایک رخ بیداری میں عمل کر لیتا ہے دوسرا خواب میں عمل کر لیتا ہے۔ بس جب ہم لیلۃ القدر کا جب تذکرہ کرتے ہیں تو اس میں ہمیں یہی سبق دیا گیا ہے کہ بیس روزے رکھنے کے بعد ہمارے اندر اتنی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ اگر ہم رمضان المبارک کی آخری عشرے میں جو طاق راتیں ہوتیں ہیں شب بیداری کریں اور دن میں کم از کم سوئیں تو ہمارے اندر یہ صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ جو چیز خواب میں ہم دیکھتے ہیں وہی چیز ہم شب بیداری میں دیکھ رہے ہیں۔ لیلۃ القدر کا مطلب رات اور رات کا مطلب ہوتا ہے کہ آرام آدمی سوئے تو یہ جو رمضان المبارک کا پورے روزوں کا پروگرام ہے یہ دراصل اس بات کا پروگرام ہے کہ انسان روزے دار انسان جب وہ روزہ رکھتا ہے تو اللہ کے قریب ہو جاتا ہے جب وہ قریب ہو جاتا ہے تو اللہ کا عرفان بندہ کو حاصل ہو جائے۔

اگر بندہ اللہ کی تجلی کا دیدار کرلے، اگر بندہ غیب کی دنیا میں داخل ہو جائے، اگر بندہ رمضان المبارک کی طاق راتوں میں آسمان کا مشاہدہ کرلے رمضان کی طاق راتوں میں اللہ کی تجلی کا دیدار کرکے، عرش کا مشاہدہ کرلے تو ایک تو یہ پروگرام ہے دراصل یہ شکر کا پروگرام ہے ایک مہینے اللہ کی تلاش میں، اللہ کی محبت میں رسول اللہ کے بتائے ہوئے راستے پر زندگی گزاریں اللہ کو ڈھونڈا، اللہ کو تلاش کیا اور شب قدر میں ہمارے اوپر احساس ہوا کہ ہم اللہ کے قریب ہیں۔ اللہ ہم سے قریب ہے یا اللہ کے فضل و کرم سے اگر کامیابی مل جائے۔ شب بیداری میں فرشتوں کو دیکھ لیا، حضرت جبرائیل علیہ السلام سے ملاقات ہو جائے۔ تو یہ ساری جو سعادتیں ہیں غیب کی دنیا میں داخل ہونے کی اس کی خوشی کے طور پر یہ اللہ تعالیٰ نے عید کی نماز فرض کی ہے۔ عید کا مطلب ہی خوشی ہوتا ہے۔ عید کا مطلب یہ ہے کہ اجتماعی پر پورے اسلام میں ایک جگہ جمع ہو کر اللہ کی قربت کا جو پروگرام کیا گیا ہے۔

اللہ کی قربت کی جو کوشش کی گئی ہے اس کے نتیجے میں بہت ساری کامیابی ہوئی، بہت سارے لوگ کامیاب ہوئے اور ہم سارے لوگوں میں یہ صلاحیت پیدا ہوگئی یہ ساری جو جدوجہد اور کوششیں کی ہیں اگلے سال دوبارہ کوشش کریں گے کہ ہمارے اندر مزید صلاحیت پیدا ہوا۔ یہ خوشی منانے کا ایک پروگرام ہے جس کو ہم عید کہتے ہیں۔ عید میں جس طرح رمضان المبارک میں رسول اللہ کا ارشاد ہے کہ غریب بھائیوں کا خیال کرو، زکوٰۃ ادا کرو، لوگوں کی اسی طرح عید سے پہلے حکم ہے کہ اگر ہر شخص کا فطرانہ ادا کیا جائے، کوئی بچہ عید پر یا عید سے پہلے پیدا ہو گیا تو اس کا بھی فطرہ دینا ہوتا ہے۔ فطرانے کا مطلب ہی یہی ہے کہ دولت مندی اور غریب بھائیوں کو قوم سے غربت ہیں ان کو ایسی رات مل جائے جس سے وہ دین کی خوشی میں براہ راست شریک ہو جائیں۔ رسول اللہ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ عید کی نماز میں صاف ستھرے کپڑے پہنو، غسل کرو، خوشبو لگاؤ اور عید کے بعد اپنے بھائیوں سے آپس میں گلے ملو۔

مصافحہ کرو اب اس لئے کہ اسلام کا بڑا اعجاز ہے رسول اللہ نے فرمایا کہ ہر مسلمان کو سلام میں پہل کرنا چاہئے آپ انتظار نہیں کریں گے کہ میں اسے سلام کروں تو وہ مجھے سلام کرے رسول اللہ نے فرمایا کہ پہل کرنی چاہئے سلام کا مطلب ہے اسلام و علیکم ورحمتہ اللہ...اسلام و علیکم آپ میرے بھائی آپ کے اوپر سلامتی نازل ہو، اے میرے بھائی تو خوش رہے، اے میرے بھائی تجھے اللہ اپنا حفظ وامان میں رکھے

www.ksars.org

ورحمتہ اللہ...اور تیرے اوپر اللہ کی رحمتیں بارش کی طرح برستیں رہیں تو جب ہم سلام کرتے ہیں تو پہلے ہم اس کو دعا دے رہے ہیں وعلیکم السلام اے میرے بھائی تیرے اوپر بھی سلامتی ہو، تیرے اوپر بھی اللہ کی نعمتیں نازل ہوں۔عید کی موقعے پر یہ حکم دیا گیا ہے کہ گلے ملیں تو جب ہم آپ سب گلے ملتے ہیں اب گلے ملنے میں ایک تو رسی باندھ لیں کہ بھئی ہی گلے ملتے چلتے آرہے ہیں بچپن سے لیکر بوڑھاپے تک مل رہے ہیں۔

بس عید کا ایک موقعہ ہے لیکن سوال یہ ہے کہ رسول اللہ نے اس بات کا حکم دیا یہ بات حکمت سے خالی کیسے ہو سکتی ہے جس طرح سلام میں حکمت ہے اسلام وعلیکم ورحمتہ اللہ...میرے بھائی تیرے اوپر سلامتی ہو اور اللہ کی رحمتیں تیرے اوپر نازل ہوں وہ بھائی بھی آپ کے لئے دعا کہے گا وعلیکم السلام...میرے بھائی تیرے اوپر بھی سلامتی ہو اللہ تجھے بھی اپنے حفظ وامان میں رکھے۔اور تیرے اوپر بھی رحمتیں نازل ہوں۔تو سلام کا مطلب ہے اپنے بھائی کے لئے دعا کرنا اور اپنے بھائی کے لئے وہ چاہنا جو آپ اپنے لئے چاہتے ہیں۔ظاہر ہے کوئی آدمی اپنے لئے نہیں کہے گا مجھے سلامتی چاہئے، مجھے ذلت چاہئے، مجھے سکون چاہئے، مجھے آسمانی دنیا چاہئے، مجھے برکت چاہئے، مجھے رحمت چاہئے، تو اب جب آپ سلام کرتے ہیں تو اس کا مطلب ہے کہ آپ اپنے بھائی کو وہ کچھ پہنچا رہے ہیں جو آپ اپنے لئے چاہ رہے ہیں۔

اس کے بعد یہ گلے ملنا ہے مصافحہ کرنا ہے تین دفعہ اب اس کی مثال یوں سمجھیں کہ آپ کا ایک چھوٹا سا بچہ ہے آپ چارپائی پر لیٹے ہوئے ہیں۔بچہ ہے سال بھر کا یا دو سال کا آپ اس بچے کو اپنے سینے پر لیٹا دیتے ہیں آپ ذرا تصور کریں غور کریں اس بچے کو آپ سینے پر لٹا لیتے ہیں آپ یاد کریں اور آپ کو یاد آجائے گا تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ کو ایک راحت ملتی ہے۔کئی دفعہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ بچے کے اندر سے لہریں نکل کر آپ کے اندر جذب ہو جاتیں ہیں اب وہ لہریں باز دفعہ اتنی زیادہ ہو جاتیں ہیں کہ آدمی خود بھی سو جاتا ہے اور سینے پر بچہ بھی سو جاتا ہے۔ان لہروں میں شعور اتنا متاثر ہوتا ہے کہ اس کے اوپر ایک نشے جیسی کیفیت چھا جاتی ہے۔اسی صورت سے جب آپ کسی اپنے دوست سے جو بہت پرانا دوست ہے اور آپ اسے یاد کر رہے ہوں وہ ایک دم آپ کے سامنے آجائے آپ اس سے کھڑے ہو جاتے ہیں اختیاری طور پر اور اس کو گلے سے لگاتے ہیں۔

آپ ذرا تصور کریں اس وقت بھی آپ کے ذہن میں یہ بات آتی ہے کہ نہیں آتی ہے محسوس کرتے ہیں آپ کہ اس کے اندر سے لہریں نکل کر آپ کے اندر جذب ہو جاتی ہیں۔ظاہر ہے جب اس کے اندر بھی آپ لہریں آپ کے اندر کی جو روشنی ہے، آپ کے اندر جو نور ہے، آپ کے اندر جو الیکٹرک سٹی جو کام کر رہی ہے آپ کے اندر جو لہریں ہیں وہ اس کے اندر بھی محسوس کر رہا ہے۔اس بات سے ایک ماں ایک بھائی کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ جب معصوم بچے کو جب سینے پر لٹاتے ہیں تو ہمارے اندر لہروں کا تبادلہ ہوتا ہے اور لہروں کا تبادلہ اس طرح ہوتا ہے اور اس سے باپ بھی خوش ہوتا ہے ماں بھی خوش ہوتی ہے بہن بھی خوش ہوتی ہے اسی قانون کے تحت جب ہم عید ملتے تو جب تک ہمارے اندر ایک مہینے تک ہم نے عبادت کر کے روزہ رکھ کے اللہ اور اللہ کے رسول حکم کی پابندی کر کے، تزکیہ نفس کیا کم کھایا ہے، کم پیا ہے، کم سوئے ہیں، زیادہ سے زیادہ عبادت کی ہے کچھ لوگ اعتکاف میں بیٹھے ہیں، کچھ لوگوں نے قرآن کی تلاوت کی ہے یعنی کسی نہ کسی عنوان سے اور بھی کچھ کسی نے روزہ نہیں رکھا انہیں اس بات کی شرم ہی نہیں ہے کہ یار میں روزے دار نہیں ہوں کتنی بری بات ہے۔

www.ksars.org

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس ساری چیزیں آپ نے تذکہ نفس کے لئے ہے اس کے پیچھے اس کا مقصد اللہ کے علاوہ اور اللہ کے رسول کے علاوہ کچھ نہیں، تو اس پورے مہینے اخوت کی بھائی چارے کی، اجتماعیت کی، سلام کی جو روشنیاں ہیں وہ ہمارے اندر منتقل ہو رہی ہیں اس سے یہ ہوتا ہے آدمی چارج ہو جاتا ہے جس طرح سے بیٹری چارج ہو جاتی ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا بڑا انعام ہے کہ اللہ نے ہمیں رمضان المبارک کے مہینے دیکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں آئندہ مزید اہتمام کے ساتھ مزید آداب کے ساتھ، مزید اللہ اور اللہ کے رسول کے احکامات کے ساتھ عمل کے ساتھ روزے رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہیں روزے رکھنے کے بعد اس بات کی بھی توفیق عطا فرمائے اور رسول اللہ کے ارشاد کے مطابق ہم رمضان کی آخری طاق راتوں میں اللہ تعالیٰ کو ڈھونڈے اور تلاش کریں اور جدوجہد کریں تاکہ ہر مسلمان کے اندر ہر روزے دار کے اندر زیادہ سے زیادہ روشنیوں کا ذخیرہ ہو اور جب ہم عید کو گلے ملیں گے تو روشنیوں کا تبادلہ ہو اور ہر آدمی اللہ اور اللہ کے رسول سے قریب ہو اور ایک دوسرے سے شئر کریں۔

www.ksars.org

مخلوق کا خالق سے رابطہ ضروری ہے۔(عید الفطر 21-01-99)

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تلاوت آیت قرآن شریف...

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انا انزلنہ فی لیلۃ القدر...

معزز حاضرین اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا کرم اور شکر ہے کہ ہم نے اس میں اپنے محبوب ﷺ کی امت میں پیدا فرمایا اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمیں مسلمان بنایا اور اسلامی ءتعلیمات سے آشنا کیا جب ہم اسلام کا نام لیتے ہیں تو عام بات یہ ہے کہ اسلام ایک طرز فکر ہے ایک مذہب ہے ایک راستہ ہے جو اللہ اور رسول اللہ کا پسندیدہ ہے اس پر چلنے والوں کو مسلمان کہتے ہیں۔ لیکن جب اسلام کے بارے میں گہرائی سے سوچا جائے تو اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے اور یہ زندگی کا احاطہ کرتا ہے اسلام یہ بتاتا ہے کہ یہاں دو طرح کی مخلوق آباد ہے۔

ایک تو مخلوق یہ ہے کہ اسے اختیار ہے زندگی میں اسے زندگی کے بارے میں محدود معلومات حاصل ہے اور ایک تو یہ ہے مخلوق وہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ نے زندگی کے اصول بتائے ہیں اور اس کو اسلام اور اللہ اس کے رسول کے بتائے ہوئے طریقے پر زندگی گزارنے کے کافی علم عطا کیا ہے اس میں سب سے ممتاز مخلوق انسان ہے جب ہم انسان اور دوسرے حیوانات کا تذکرہ کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ حیوانات اور انسان میں اگر کوئی چیز ممتاز ہے تو وہ ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایسا شعور عطا کیا ہے، ایسا فہم عطا کیا ہے اور ایسی عقل عطا کی ہے کہ وہ دوسری مخلوق کو حاصل نہیں اور یہی وہ علم ہے جس کی بنیاد پر مسلمان تمام مخلوق میں تمام ماحول میں ممتاز ہے۔ انتہاء یہ ہے کہ فرشتوں پر بھی اللہ تعالیٰ نے اس کو فضیلت عطا کی، جنات کے اوپر بھی اس کو فضیلت عطا کی اور اس کی جو بنیادی وجہ ہے وہ یہ ہے کہ مسلمان قوم کے پاس زندگی گزارنے کا ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔

ایک مکمل پروگرام ہے اس کو یہ پتا ہے والدین کے کیا حقوق ہیں، اس کو یہ بھی علم ہے کاروبار کس طرح کیا جانا چاہئے، وہ یہ بھی جانتا ہے ملک اور قوم کی محبت کے کیا معنی ہیں۔ اسے یہ بھی پتا ہے کہ وطن سے محبت جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عمل ہے، وہ اللہ کو بھی جنتا ہے اللہ کے رسول اللہ کو بھی جانتا ہے۔ تو اس پروگرام کو قائم رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے ایک مسلسل طریقے کار شروع کیا وہ ابھی تک جاری ہے۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے بندے مبعوث کئے دنیا میں وہ یہ بتاتے رہے کہ انسان کی فضیلت اس میں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین کے مطابق اپنی زندگی گزاریں۔ وہ قوانین سب سے پہلا قانون یہ ہے کہ انسان کو اس بات پر اپنے اندر تیار اور یقین پیدا کرنا چاہئے کہ وہ مخلوق ہے جب اسے یہ یقین ہو جاتا ہے وہ مخلوق ہے تو ظاہر ہے اس کا ذہن خالق کی طرف چلا جاتا ہے۔

www.ksars.org

جب مخلوق ہے تو میرا بنانے والا بھی کوئی ہے۔اب دیکھئے جب آدمی سمجھے میں مخلوق ہوں تو جب مخلوق کا تذکرہ آئے گا تو سب سے پہلے یہ بات آپ کے سامنے آئے گی مخلوق کا مطلب یہ ہے کہ کسی کا محتاج ہونا۔اب اگر آپ کو لگتی ہے پانی پینے کے محتاج ہیں اب اگر اللہ پانی نہ دے تو آپ پانی کے محتاج ہے۔اب اگر آپ کو بھوک لگتی ہے آپ کھانے کی بھی محتاج ہیں اگر اللہ زمین میں اناج نہ اگائے تو آدمی روٹی نہیں کھا سکتا۔آدمی کی زندگی کے لئے ہوا ضروری ہے اب ظاہر ہے ہوا کا جو دہے اور اس انتظام ہے اب اللہ کے اوپر جو کنٹرول ہے جو ہوا کا بنانے والا ہے وہ خالق کے علاوہ کوئی نہیں ہے مخلوق تو ہوا نہیں چلا سکتی تو جب ہم یہ کہتے ہیں ہم مخلوق ہیں تو ہمارا ذہن خود بخود اس طرف متوجہ ہو جاتا ہے کہ ہمارا بنانے والا کوئی ہے۔جب تک کے ہمارے ذہن میں یہ بات نہیں آئے گی میں مخلوق ہوں اس وقت تک میرے ذہن میں یہ بات نہیں آتی کہ ہمارا بنانے والا بھی کوئی ہے تو جب تک ہمارا ذہن اس طرف متوجہ ہو جاتا ہے کہ ہمارا بنانے والا اللہ ہے ہمارا بنانے والا خالق ہے تو اب یہ بات سمجھ میں آجائے گی کہ ہماری اپنی زندگی جو ہے وہ اللہ کی محتاج ہے۔

پیدائش بھی اللہ کی طرف سے ہے اب کوئی آدمی اپنی مرضی سے پیدا ہی نہیں ہو سکتا۔اگر ہر آدمی اپنی مرضی سے پیدا ہوتا تو غریب کے کوئی آدمی بچہ پیدا ہی نہیں ہوتا ہر آدمی کی یہی خواہش ہوتی امیر کے یہاں پیدا ہو، بادشاہ کے یہاں پیدا ہو۔جب بادشاہ کی پیدائش، امیر کی پیدائش، غریب کی پیدائش، فقیر کی پیدائش سب کی ایک ہی قسم کی پیدائش ہوتی ہے۔جس طرح ایک بادشاہ بچہ پیدا ہو کر اپنی ماں کا دودھ پیتا ہے اور نشوونما پاتا ہے اس طرح غریب آدمی بھی پیدا ہو کر اپنی ماں کو دودھ پی کر نشوونما پاتا ہے۔پیدائش کے بعد انسان کی ضروریات مثلاً کھانا، پینا، حواس، بھوک، ماں، باپ اس میں بھی آدمی دیکھیے گے اس میں بھی آدمی محتاج ہے۔کوئی آدمی اپنا باپ نہیں بنا سکتا، کوئی آدمی اپنی ماں نہیں بنا سکتا، کوئی آدمی ہوا نہیں بنا سکتا، کوئی آدمی دھوپ نہں بنا سکتا تو بنیادی بات یہ ہے اسلام کے فلسفے کی کہ انسان کو سب سے پہلے اس بات پر غور و فکر کرنا چاہیئے کے میں مخلوق ہوں، اگر یہ بات ذہن نشین ہو جائے کہ میں مخلوق ہوں تو بیشمار مسائل خو بخود حل ہو جائیں گے۔

اچھا جب یہ طے ہو گیا میں مخلوق ہوں تو ہمارے بنانے والا خالق اللہ ہے۔تو اب ظاہر ہے یہ بات یقین بن جائے گی کہ ہم اللہ کی محتاج ہیں۔اللہ نے یہ زمین بنائی، اللہ نے سورج بنایا، اللہ نے چاند بنایا، اللہ نے گندم بنائی اللہ نے پانی بنایا کون سی ایسی چیز ہے جو اللہ نے نہیں بنائی، انتہاء یہ کہ ہم سب کو بھی اللہ نے بنایا۔تو اس میزان کو قائم رکھنے کے لئے خالق اور مخلوق کے رشتے کو قائم رکھنے کے لئے، مخلوق کی رہنمائی کے لئے اس زمین پر کچھ کچھ عرصے کے بعد پیغمبر بھیجے اور ان پیغمبروں کی تعداد تقریباً ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔یعنی ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر اس دنیا میں اس لئے آئے کے اللہ تعالیٰ یہ چاہتے ہیں کہ مخلوق اور خالق کے درمیان جو رشتہ ہے مخلوق اس سے پوری طرح واقف ہو جائے۔ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کے بعد اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب بندے سیدنا حضور علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرمایا وہ دنیا میں تشریف لائے۔

جب حضور پاک دنیا میں تشریف لائے تو اس وقت دنیا تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی ہر طرف ظلم تھا انتہاء یہ تھی کہ باپ بیٹیوں کو زمین میں دفن کر دیتے تھے۔اللہ تعالیٰ نے اس زمین کی تاریکی کو دور کرنے کے لئے اور ظلم کا دور ختم کرنے کے لئے رسول اللہ کو رحمت العالمین بنا کر بھیجا اور حضور پاک نے یہ فرمایا میں کوئی نئی بات لیکر نہیں آیا میں وہی بات آپ سب کو بتا رہا ہوں جو مجھ سے پہلے ایک لاکھ چوبیس ہزار

www.ksars.org

پیغمبروں نے بنائی تھی اور وہ بات یہی ہے کہ انسان مخلوق ہے اور اللہ تعالیٰ خالق ہے۔ مخلوق کو خالق تک پہنچنے کے لئے راستے کی بھی ضرورت ہے قواعد و ضوابط کی بھی ضرورت ہے۔ مثلاً آپ دفتر جانا چاہتے ہیں اب گھر سے باہر دفتر جانے کے لئے راستہ بھی چاہئے، سواری بھی چاہئے، منزل کا تعین بھی چاہئے، پھر وہ دفتر میں بیٹھ کر دفتر کے قواعد و ضوابط بھی چاہئے، بھی میز ہو گی، کرسی ہو گی، کاغذ بھیٔ، صحیح وقت پر جاؤ کام کرو چھٹی ہو جائے گھر آجاؤ۔

تو دنیا کا کوئی کام ایسا نہیں ہے۔ جس میں قواعد ضابطہ نہ ہو۔ آپ کا آپنا گھر ہے آپ سرپرست ہیں وہاں بھی آپ کو ایک قاعدہ ضابطہ بنانا پڑے گا۔ مثلاً بچوں کی تربیت آتی ہے اب آپ کو یہ دیکھنا ہے کہ ہمارے بچے آوارہ لڑکوں میں تو نہیں کھیل رہے کہ جس کی تربیت خراب ہو جائے وہ خود بھی آوارہ ہو جائے۔ اسکول جا رہے ہیں یا نہیں جا رہے ان کے لئے ایک تعلیم و تربیت کا پروگرام بنے گا۔ کھانے کا، پینے کا، پہننے کا تو کوئی بھی زندگی کا عمل ایسا نہیں ہے جس میں ضابطہ اور قانون نہ ہو اور اگر ضابطہ قانون نہیں ہو گا تو وہ کام صحیح نہیں ہو گا۔ تو اسی طرح اسلام نے بھی ایک ضابطہ قانون بنایا۔ تو اس میں جو اسلام کا بہت بڑا جو پروگرام ہے جو سب سے پہلا پروگرام جو ہے وہ نماز کا ہے صلوٰۃ کا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں قائم الصلوٰۃ... صلوٰۃ کا مطلب یہ ہے جو روحانی عالم بتاتے ہیں۔ نماز کا ترجمہ اصطلاحات کا ترجمہ وہ کہتے ہیں اللہ سے تعلق قائم کرنا اقیمو لصلاۃ... وہ قائم کرتے ہیں صلوٰۃ یعنی جب وہ نماز میں کھڑے ہو جاتے ہیں اور ہاتھ اٹھا کر اس بات کا اعلان کر دیتے ہیں کہ اب اللہ سے بڑا کوئی نہیں اللہ واکبر... اللہ بڑا ہے باقی ہر چیز اس کی نفی ہو گی۔

پھر وہ الحمد پڑھتے ہیں۔ الحمد اللہ رب العالمین... سب تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جو عالمین کو پالتا ہے۔ جو عالمین کو رزق دیتا ہے۔ جو عالمین کی حفاظت فرماتا ہے۔ رحمت کے ساتھ اور یہاں بھی یہی ہے آپ نے اپنے آپ کو سرنڈر کر دیا کہ ہم تو کچھ بھی نہیں ہیں جو کچھ ہے اللہ ہے تو جب آدمی اپنے آپ کو سرنڈر کر دیتا ہے۔ اس نے اس بات کا اقرار کر لیا سب کچھ اللہ ہے تو اس کا مطلب ہے اس کا دنیا سے تعلق ٹوٹ گیا اور اللہ کے ساتھ قائم ہو گیا۔ اقیمو الصواۃ... وہ اللہ کے ساتھ تعلق قائم کرتا ہے تو نماز ایک ایسا پروگرام ہے جس میں ہمارا جسم بھی کام کرتا ہے، جس میں ہماری سماعت بھی کام کرتی ہے، جس میں ہماری آنکھیں بھی کام کرتیں ہیں، جس میں ہماری زبان بھی کام کرتی ہے جس میں ہمارا ذہن بھی کام کرتا ہے اور ساتھ ساتھ ہماری روح بھی کام کرتی ہے۔ تو نماز ایسا پروگرام ہے جس میں روحانی اور جسمانی دونوں حرکات شامل ہیں۔

ثلاًاب یہ سمجھ لیجئے آپ نے کہا اللہ واکبر... اللہ واکبر کا مطلب یہ ہے کہ اب اللہ سے بڑا کوئی نہیں جب اللہ سے بڑا کوئی نہیں تو اس میں آپ کی حیثیت بھی کچھ نہیں رہی، دنیا کی بھی حیثیت کچھ نہیں رہی، آپ کی، بیوی بچوں کی گھر بار کی خاندان کی بھی کوئی حیثیت نہیں رہی، اب حیثیت ہے تو صرف اللہ ہے اب آپ نے ہاتھ باندھ لئے، ہاتھ باندھنے کا مطلب بھی یہی ہے آپ سرنڈر ہو گئے اب صاحب ہماری کوئی حیثیت نہیں بس جو اللہ چاہے گا وہ ہو گا پھر آپ اللہ کے سامنے جھک گئے، جھکنے کا مطلب بھی یہی ہے آپ نے خود کو سرنڈر کر دیا کسی ذات کے سامنے اگر آپ احترام سے جھکتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس ذات کی بزرگی کو آپ نے تسلیم کر دیا اگر آپ اس کی بزرگی کو تسلیم نہیں کریں گے تو آپ اس کے سامنے نہیں جھکے گے۔ مثلاً ایک بچہ ہے اپنی ماں کے سامنے جھکتا ہے اپنے باپ کے سامنے جھکتا ہے اپنے استاد کے سامنے جھکتا ہے کسی بزرگ کے سامنے جھک کر سلام کرتا ہے۔

www.ksars.org

اس کا کیا مطلب ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس بندے کی بزرگی کو آپ نے اس طرح تسلیم کر لیا کہ سب سے زیادہ محترم بزرگ ہے۔ تو جب آپ رکوع میں جھک گئے اور اللہ و اکبر کہے کر جھک گئے اور وہاں آپ نے کہا سبحان رب العظیم میرا رب جو ہے عظیم ہے تو بات یہ ہے کہ رب کے علاوہ کوئی قابل ستائش نہیں ہے تو آپ نے اللہ کی ربوبیت کا اقرار کر لیا پھر آپ سجدے میں چلے گئے سجدے کی حالت تو انتہائی آدب و احترام کی حالت ہے۔ سجدے میں تو آدمی کسی طرف ہی نہیں ہے۔ سوائے اللہ کے سجدہ تو آدمی کسی کو کر ہی نہیں سکتا یعنی اللہ کی ربوبیت کا اور عظمت کا آپ نے اس طرح اقرار کر لیا اب آپ کی بالکل نفی ہو گئی ہے آپ نے اپنے آپ کو ختم کر دیا ہے۔ اس کے بعد آپ دیکھئے اتحیات ...اور سلام کیا السلام علیکم ورحمتہ اللہ... تو اس نماز کے جتنے بھی ارکان ہیں آپ اس پر غور کریں گے تو اسکا ایک ہی مطلب نکلے گا کہ آپ نے اللہ کی ربوبیت کو اللہ کی عظمت کو اللہ کی بزرگی کو اپنی نفی کر کے تسلیم کر دیا۔

بھئی ہماری ذات کس میں ہے، دنیا کس میں ہے، کاروبار کس میں ہے ان سب جگہ اللہ کے سامنے کھڑے بس اللہ ہے۔ یہ اہتمام کا ایک پروگرام مختصر سی بات ہے۔ اس کے بعد جب نماز کے آداب ہیں، باجماعت نماز پڑھنا، مسجد میں جا کر نماز پڑھنا، گھر میں نماز پڑھنا اب دیکھے جب آپ گھر میں نماز پڑھتے ہیں وہاں بھی اللہ کی عظمت کا اطراف کرتے ہیں لیکن مسجد میں باجماعت نماز ادا کرتے یا قائم کرتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اجتماعی حیثیت میں آپ نے اللہ کی عظمت کا اللہ کی ربوبیت کا اطراف کیا۔ آپ گھر میں پڑھ کر نماز دعا کرتے ہیں وہ انفرادی دعا ہوتی ہے۔ آپ مسجد میں جا کر نماز پڑھتے ہیں تو وہ اجتماعی دعا ہوتی ہے۔ اور کیا پتا کس بندے کی آمین کو اللہ تعالیٰ قبول کر کے اور سب کی دعائیں قبول ہو جائیں تو اب اس کا مطلب ہے نماز پروگرام ہے جو اللہ طرف سے سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی امت کو عطا فرمایا کہ اس نے انفرادی اور اجتماعی دونوں برکتیں شامل ہیں۔

مسجد سے نکل کر آپ جمع میں آگئے مسجد میں اگر پچاس نمازی ہیں تو جمع میں پانچ سو نمازی ہیں یہ بھی ایک اجتماعی بات ہو گئی۔ پھر جمع کی نماز سے نکل کر آپ عید گاہ میں آ گئے تو وہاں سو کیا ہزاروں کا مجمع جمع ہو گیا تو اصل میں نماز کا پروگرام انفرادی طور پر بھی روحانی جسمانی وظیفہ ہے اور اجتماعی طور پر بھی روحانی اور جسمانی وظیفہ ہے۔ تو ایک طرف بات یہ ہے کہ جب کوئی نماز پڑھتا ہے تو اس کی ایک روح ایک جسم اللہ کے سامنے جھکتا ہے لیکن جب آدمی مسجد میں نماز پڑھتا ہے تو پچاس روحیں پچاس جسم اللہ کے سامنے جھکتے ہیں۔ عید گاہ میں جب آدمی آتا ہے تو ہزاروں آدمی اکھٹے ہو کر اس بات کا اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی رب نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی ہستی ا س قابل نہیں ہے کہ جس پر سجدہ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ خالق ہے اور ہم مخلوق تو نماز ایک اجتماعی پروگرام ہے جو پوری امت مسلمہ کو کندھے سے کندھا ملا کر کھڑا کرتی ہے۔

پوری امت مسلمہ کو ایک ساتھ جھکاتی ہے۔ پوری امت مسلمہ کو ایک ساتھ سجدہ کرتی ہے۔ اور پوری امت مسلمہ کو ایک ساتھ السلام وعلیکم ورحمتہ اللہ کی دعا میں شریک کرتی ہے۔ اب السلام وعلیکم ورحمتہ اللہ... اب ایک ہزار آدمی ہے سب نے سلام کر دیا سب کو ایک ہزار آدمی نے دعا کر دے دی پھر کہے جی السلام وعلیکم ورحمتہ... اب ایک ہزار آدمی السلام وعلیکم سب نے کہا یعنی نماز کا آخر یہ ہے کہ اجتماعی طور پر مسلمان ایک دوسرے کو دعا دیں اور ایک دوسرے پر رحمت بھیج دی جائے۔ چلئے آدمی گنہگار بھی ہے ناپاک بھی ہے، بگڑا ہوا ہے بھی سب کچھ ہے لیکن ان ہزار آدمیوں میں ایسا نہیں ہو گا دس بیس آدمی ضروری نیکو کار ہو نگے۔ جب دس بیس آدمی السلام وعلیکم کہے گے تو

www.ksars.org

ظاہر ہے اللہ تعالیٰ تک ان کی آواز جائے گی اور ان کے سلام سے ہزاروں آدمیوں کی نجات ہو گی۔السلام وعلیکم ورحمتہ اللہ...السلام وعلیکم ورحمتہ اللہ...اس کے بعد جو دوسرا پروگرام ہے وہ رمضان المبارک کا، رمضان المبارک کے لئے آپ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ روزے کی جزا میں خود ہوں۔

بھئی یہ سوچنے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جب بندہ روزہ رکھتا ہے اس روزے کا ثواب یا اس روزے کا صلہ یا اس روزے کا نتیجہ یہ ہے کہ بندہ مجھ سے ملاقات کرلیتا ہے۔ میں بندے کو مل جاتا ہوں کیوں اسے بھی یاد رکھئے بڑا عجیب فلسفہ ہے کہ کھانا حلال ہے، پینا حلال ہے اور دوسرے کے معاملات جو آپ کے اوپر حلال ہے۔ صبح کو آذان ہوئی فجر کی آذان ہوئی ایک کروڑ چالیس مسلمان ہیں اب کہا جی آذان ہو گئی نہ کھانا کھانا ہے نہ پانی پینا ہے اور کوئی جائز کام ہے وہ بھی نہیں کرنا کیوں نہیں کرنا اس لئے نہیں کرنا کے اللہ کے لئے ہم نے خود یہ وعدہ کرلیا ہے خود اپنی ذات سے اب ہم اللہ کے لئے نہ کھائیں گے اور نہ اب آپ سارے دن بھوکے رہتے ہیں۔ گلا بھی خشک ہوتا ہے ہونٹ بھی خشک ہوتے ہیں لیکن آپ نے معائدہ کرلیا کہ بھئی سارے دن اللہ کے لئے نہیں کھانا۔ کھانے پینے سے کیا ہوتا ہے اب دیکھے ہمارا جتنا بھی کھانا پینا ہے اس میں کسی نہ کسی صورت سے تعفن شامل ہے۔

اگر آپ گوشت رکھ دو دال رکھ دو وہ سڑ جائے گی تو جب ہم نے کھانا پینا کم کر دیا تو اس کا مطلب ہے کہ ہمارے جسم کے اندر جو کثافتیں تھیں وہ انہی کھانے سے کم ہونا شروع ہو گئیں اور جب بیس دن ہو گئے تو بیس دن کے بعد یہ ہوتا ہے ہمارے جسم کے اندر ایک مدافت پیدا ہو جاتی ہے کیونکہ ہم اللہ کے لئے بھوکے رہے اللہ کے لئے پانی نہیں پیا ہم نے کوشش کی ہے کہ جھوٹ نہ بولیں، ہم نے کوشش کی ہے کہ غصہ نہ کریں م نے کوشش کی ہے کوئی ایسا کام نہ کریں جو اسلام میں منع کیا پھر اس کوشش کے نتیجے میں اس خالق کے کہنے کے نتیجے میں بیس روزے رکھ کر ہمارے اندر کثافت کی جگہ روشنیاں اور انوار ذخیرہ ہو جاتا ہے۔ آپ دیکھے بیس دن کے بعد آدمی ہلکا پھلکا ہو جاتا ہے۔ جیسے جیسے وقت بڑھتا ہے اس سے نہ صرف آدمی کے اندر لطافت پیدا ہوتی ہے اب جب بیس روزے رکھ لئے اب حضور الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ اب تمہارے اندر اتنی لطافت پیدا ہو گئی ہے اور اللہ نے اتنے انوار کا ذخیرہ کر دیا ہے اب اگر تم ان طاق راتوں میں جاگ لو گے تو یہ ممکن ہے کہ تمہیں اللہ کی تجلی کا دیدار ہو جائے گا۔

تو ہم کوشش کرتے ہیں پروگرام بھی اس کا ہوتا ہے کہ کم کھاؤ زیادہ جاگو، رات کو زیادہ سے زیادہ قرآن شریف پڑھو، نفلیں پڑھو، دورد شریف یہ تو سب ہی کرتے ہیں یقیناً ستائیس تاریخ کو اب ہمارے یہاں ستائیس تاریخ کو شب بیداری ہوتی ہے۔ الحمد اللہ اب کے شب بیداری میں مسجد بھی بھر گئی بہت رونق ہے تو اس میں بہت سارے لوگوں نے مجھ سے رابطہ کیا، الگ ہو گئے کسی کو پتا نہ چلے بہت سارے لوگوں نے بتایا کسی نے کہا میں نے روشنی دیکھی، کسی نے کہا میں نے بارش برستی دیکھی، کسی نے کہا جی میں نے ایک ہستی دیکھی، کسی کو سیدنا حضورؐ کی زیارت ہوئی، کسی نے دیکھا کہ کوئی چیز یہاں سے اڑتی ہوئی چلی گئی ظاہر ہے فرشتہ ہی ہو گا تو ایسا نہیں ہے کہ یہ زبانی خرچ ہے جو لوگ رمضان المبارک میں روزے رکھ لیتے ہیں یا روزے رکھنے کی کوشش کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا ان پر فضل و انعام ہوتا ہے۔ ستائیس ویں شب کو یہ ثبوت فراہم ہے، اب ضروری نہیں ہے کہ ایک ہزار آدمی ہے ایک ہزار میں آدمی میں اگر دس آدمی

www.ksars.org

بھی ایسے متوار ہیں آپ کے پاس جن کو کچھ ہو گیا، صلوٰۃ تو ہو گی اب ہمیں کچھ نہیں ہو تو ہمیں اگلے سال ہو جائے گا اگر ہم کوشش کریں تو دوسرا پروگرام رمضان ہے اور رمضان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا کہ اس کی جزا میں خود ہوں۔

جزا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اگر آدمی خود کوشش کرے تو اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہے۔سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت، محبت اور عشق اس کے اندر موجود ہو تو اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ روزے کی جزا میں خود ہوں اس کے بعد رمضان المبارک میں اللہ تعالیٰ کے لئے آپ نے خود کو پابند کیا۔اللہ تعالیٰ نے عید کی خوشی سے نوازا، اب دیکھئے عید کی کتنی خوشی ہوتی ہے، گھر میں بچے کو بھی ہوتی ہے بڑوں کو بھی ہوتی ہے۔ پھر اس کا ایک اجتماع ہوتا ہے اجتماع کے بعد آپ لوگ ایک دوسرے سے گلے ملتے ہیں۔کوئی پتا نہیں کو ن رشتہ دار ہے کون ذات ہے، کون برادری ہے، کون کالا ہے، کون گورا ہے، کون افریقن ہے، کون پاکستانی ہے، سب مسلمان ہے دو سال پہلے مجھے اتفاق ہوا عید کرنے کا مدینہ میں صاحب وہاں عجیب ہی رسمیں تھیں وہاں فجر کی نماز کے بعد مسجد نبوی سے کوئی جاتا ہی نہیں ہے وہاں ذکر ہوتا ہے اور ذکر کے بعد بڑا عجیب سماء ہوتا ہے اس کے بعد جب نماز ہو جاتی ہے سارے لوگ ایک دوسرے سے اسلام وعلیکم ورحمتہ... کر کے بغلگیر ہو جاتے ہیں کوئی عربی ہے کوئی سندھی ہے، کوئی بنگالی ہے، تو کوئی پاکستانی ہے یعنی ایسا لگتا ہے مسلمان ایک برادری ہے ایک خاندان ہے۔

تو روزے کی جزا میں ایک طرف اللہ ملتا ہے اور دوسری طرف نوع انسانی ہیں جو مسلم برادری ہے اس برادری کے رشتے کی تقدیس ہوتی ہے ایک دوسرے سے گلے ملنے کے بعد عید کی نماز کے بعد تمام لوگوں کو چاہیئے کے وہ ایک دوسرے کا خیال کریں بغلگیر ہو گلے ملیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام دے کر مبارک بات دیں۔ذات کو بھی مبارک بات دیں اس تفہیم بھی اضافہ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی اس سے خوش ہوتا ہے۔ عید کے بعد پھر وہی ہمارا روز مرہ کا معمول بن جاتا ہے اس میں ہمیں یہ ضرور کرنا چاہیئے کہ ایک مہینے تک ہم جو پریکٹس کی ہے اسلام کے سلسلے پر قائم رکھنے کے لئے بس یہ نہیں کہ عید ہو گی رمضان چلے گئے نہیں اس کی کوشش کرنا چاہئے اور زیادہ سے زیادہ جتنا عرصہ رمضان کی پریکٹس سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے اس سے اتنا فائدہ اٹھالو۔یعنی رمضان میں جھوٹ نہیں بولنا چاہئے جھوٹ تو کبھی بھی نہ بولنا چاہئے بھئی رمضان میں غصہ نہیں کرنا چاہئے تو غصہ تو کبھی بھی نہیں کرنا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے جو لوگ غصہ کر تے ہیں میں اس لوگوں کو پسند ہی نہیں کرتا غصے کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہے اور اللہ تعالیٰ کی محبت سے محروم ہو گئے۔

اور اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے ہم نے جو رمضان کی برکتیں سمیٹیں ہیں ان برکتوں سے پورا سال استفادہ کریں اور خالق اور مخلوق کا جو رشتہ ہے اس سے کبھی نہ الگ رہے ہر مسلمان اس بات کو یاد کرے کہ میں مخلوق ہوں۔بس اتنا کافی ہے اگر آدمی سونے کے بعد نہیں تو سونے سے پہلے صرف اتنا سا سبق دوہرا لے کہ میں مخلوق ہوں یا اللہ تیرا شکر ہے۔جب آپ یہ دیکھیں گے میں مخلوق ہوں تو آپ کے ذہن نے یہ بات آئے گی کہ مخلوق ہمیشہ بے اختیار ہوتی ہے یہ تو محتاج ہے اور میں محتاج بھی ہوں تو کس کس طرح اللہ تعالیٰ نے میری ضروریات کو پورا کیا ہے۔تو جب آپ کے ذہن میں یہ بات آئے گی کہ کس کس طرح اللہ تعالیٰ نے میری ضروریات کو پورا کیا ہے تو جتنا آپ یاد کریں گے تو اسی مناسبت سے آپ کا اللہ تعالیٰ کا رابطہ قائم ہو جائے گا۔اللہ تعالیٰ آپ سب کو خوش رکھے آپ نے جو رمضان المبارک میں جو روزے رکھے اللہ تعالیٰ اسے قبول فرمائے آپ سب کو عید مبارک

www.ksars.org

زندگی اور موت کا دارومدار روح پر ہے۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تلاوت سورۃ البلد...لااقسم بھذا البلد...وانت حل بھذا البلد

تلاوت سورۃ الفاتحہ...الحمد اللہ رب العالمین...

ماکان محمد...رسول اللہ...وخاتم النبیین...انا اللہ وملائکتہ یصلون النبی...یاایھا الذین...اللھم صلی محمد...انک حمید مجید...

معزز محترم، مہمانان گرامی، گرامی قدر، عزیز دوستوں، بہنوں، بھائیوں حاضر مجلس خواتین و حضرات اس مبارک اور مصروف محفل ہیں جو کچھ ہم نے سنا اور اس نئے انداز میں وہ میرے لئے یقیناً نا صرف حیرت کا باعث ہے بلکہ خوشی کا بھی سبب ہے۔ میں اکثر محفل میں میلاد النبی کی محفل ہیں یہ عرض کرتا ہوں کہ ہمارے یہاں نعت یا اشعار بہت شوق سے پڑی جاتی ہیں۔ کبھی پڑھنے والے بہت اچھا پڑھتے ہیں کبھی کوئی مقدس اور محترم کبھی اس کے اندر گانے کا تاثر آجاتا ہے۔ نعتیں پڑی جاتی ہیں قصیدے سنائے جاتے ہیں۔ رسول اللہ کی بارگاہ میں عقیدت سے پیش کئے جاتے ہیں۔ سلام درود ہوتا ہے محفلیں خاص ہو جاتی ہیں۔ یہ بلاشبہ بہت سعید اور مبارک بات ہے رسول اللہ کا ذکر جس طرح بھی کیا جائے یہ اس لئے مقدس ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں۔ اور جہاں رسول اللہ کا ذکر خیر ہوتا ہے وہاں فرشتے کی ٹولیوں کی ٹولیوں آسمان سے اترتی ہیں۔

اور آدمی میں اس طرح گھل مل کر بیٹھ جاتی ہیں جیسے ہم آپ کے دوسرے میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہمیں یہ علم نہیں ہوتا کہ ہمارے ساتھ کتنے فرشتے اللہ کے بیٹھے ہوئے ہیں اس لئے اللہ کے محبوب کا ذکر خیر ہورہا ہے۔ یہ میری خواہش تھی کہ کوئی ایسا طریقہ کار ہے جس میں رسول اللہ کی زندگی کا بھرپور تاثر قائم ہو۔ جس میں سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے بچپن سے جوانی تک اور جوانی سے بعثت نبوت تک اور بعثت نبوت سے حجت الوداع کے خطبے تک رسول کی سیرت کا احاطہ ہو جائے۔ تو میرے مرشد حضور قلندر بابا اولیائؒ نے ایک دفعہ مجھ سے فرمایا کہ ساری کائنات یقین کے اوپر قائم ہے۔ انسان جب کسی بات کا یقین کر لیتا ہے اور اس یقین کو بار بار دوہراتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قانون کے مطابق اس یقین کا مظاہرہ لازماً ہوتا ہے۔ ہماری یہ جو زندگی ہے اس زندگی کو اگر آپ سمجھنا چاہیں۔

لوح محفوظ کے قانون کے مطابق ہم زندہ اس لئے ہیں کہ زندہ رہنے کا ہمارا یقین ہے۔ اور اس زندہ رہنے کے یقین کو ہم مسلسل متواتر شب و روز دوہرا رہے ہیں۔ جس روز یہ یقین متواتر ہو گا یا ہو جاتا ہے اور جس روز زندگی کی خواہش بدل کر فنا میں منتقل ہو جاتی ہے اسی روز آدمی مر جاتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہو گا جب آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے تو مرنے کے دوران جب آخر وقت ہے دعا کرو کہ اللہ وہاں بھی اچھی کرے۔ بھئی سب کچھ دیکھ لیا اللہ نے سب کچھ دیکھا دیا اب کیا ہے؟ اب تو سفر شروع ہو گیا۔ تو بات یہ ہے زندہ رہنے کا جو یقین ہے اس میں اب سوراخ آگیا ہے یہ بے یقینی شروع ہو گیا ہے۔ تو قانون یہ ہے اگر آپ کسی بات کے اوپر جم جائیں اور اس بات کو اتنا دوہرائیں، اتنا

www.ksars.org

دوہرائیں، اتناد وہرائیں کہ آپ کے شعور سے وہ بات نکل کر لاشعور میں داخل ہو جائے تو لازم اس کا مظاہرہ ہو گا اور یہی اولیاء اللہ کے تصرف کا طریقہ ہے۔

ان کے اندر اللہ تعالیٰ ایسا یقین پیدا کر دیتا ہے کہ جب وہ کسی بات کے لئے کچھ کہتے ہیں یا سوچتے ہیں تو لوح محفوظ کے قانون کے مطابق اس کا مظاہرہ ہو جاتا ہے۔ کیوں کہ اس ادراس سے میرے ذہن میں یہ بات بار بار آتی تھی کہ رسول اللہ کی محفل میں ایک محدود تو نہیں کہے سکتے لیکن ایک متعین طریقہ یہ بن گیا ہے کہ لوگ آئیں اور وہ جب اشعار پڑھیں قصیدہ پڑھیں تو ان کا گلہ پھول جائیں، اتنی موٹی موٹی رگیں ہو جائیں، منہ لال ہو جائے، سر گھومنے لگے اور اس کے بعد جب ختم ہو تو کچھ بھی نہیں ہے۔ پتا چلا اثر ہی قائم نہیں ہے تو میرا یقین کہتا تھا کہ اس محفل میلاد میں کوئی ایسی جدیت پیدا ہو کوئی ایسا طریقہ کار سامنے آئے کہ جب آدمی محفل سے اٹھے تو رسول اللہ کی زندگی کے اعمال اور اخلاق حسنہ کا تاثر لیکر اٹھے۔

الحمد اللہ آج یہ میری خواہش اللہ نے پوری کی میں بہت خوش ہوں کہ ایک ایسا طریقہ ہمارے سامنے آیا کہ حضور پاک کی پیدائش سے لیکر اور وصال تک پوری histry ہماری سامنے آتی ہے یعنی ہم نے رسول اللہ کی ۶۳ سال کی زندگی کا مطالعہ کر لیا ۶۳ سال کی زندگی کا presentation ہمارے سامنے اس طرح آگیا جیسے ہم کوئی فلم دیکھ رہے ہوں یہ بات بڑی خوش حال بات ہے اور اس سے ایک بات میرے ذہن میں یہ آتی ہے انشااللہ اب اس میں نئے نئے اور راستے کھولیں گے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے کہ بندے جب میرے لئے جدوجہد کرتے ہیں میرے مشن کے لئے دماغ استعمال کرتے ہیں ہر پل یاد رکھتے ہیں الذین جھد وفینا... پھر میں اپنے اوپر لازم کر لیتا ہوں کہ اس بندے کے اوپر ہدایت کے راستے ہو ایک راستہ نہیں سو راستے ہوں۔ اس بندے کے اوپر بیشمار ہدایت کے راستے کھول جاتے ہیں۔ الحمد اللہ آج آپ نے محفل میلاد میں ایک نئے ارادے سے ایک نئے انداز سے ایک نئے طریقے سے رسول اللہ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کیا۔

بچیوں نے بروقت نعتیں پڑھی سلام پیش کیا بہت اچھے سے اشعار پڑھے وہ کارکن جو اس کام میں شامل تھے انہوں نے بہت اچھے لہجے میں بہت ہی موثر طریقے پر تحریر کی مجھے تو ایسا لگ رہا تھا کہ کتاب محمد رسول کا پر presentation ہو رہا ہے۔ اس سلسلے میں جتنے بھی ارکان ہیں جنہوں نے یہ کوشش کی وہ قابل مبارک باد کے مستحق ہے۔ خصوصاً قاری یوسف صاحب نے شب روز محنت کر کے ایک اچھا نیا Getup پسند کیا جو ایک طریقہ پیش کیا یعنی اللہ تعالیٰ انہیں مزید ہمت اور توفیق دے کہ اس قسم کے اور بہت سارے پروگرام ہمارے سامنے آئیں یہ پروگرام یہاں نے سنا پھر اپنی جو اس سلسلے میں رائے ہے وہ یہ ہے کہ اس قسم کے پروگرام انسان کے شعور میں ہل چل پیدا کر دیتا ہے۔ غار حرا کا تذکرہ آیا غار حرا کا تصور بن گیا۔ کعبے شریف میں اوجڑی کا تذکرہ آیا تو جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے، رسول اللہ ﷺ کا سفر طائف کا تذکرہ آیا ایک تصویر سامنے آگئی کہ اللہ کا دوست جو کوئی غرض نہیں رکھتا اس کو دولت کا لالچ نہیں ہے صرف اللہ کے لئے اور لوگوں کو دوزخ سے بچانے کے لئے کسی کسی تکالیفیں اور ظلم برداشت کرتا ہے اور پھر اللہ تعالیٰ نے اس کا نتیجہ بھی سامنے ہے کہ آج الحمد اللہ امت مسلمہ جیسی بھی ہے ایک ارب کے قریب مسلمان ہے۔

www.ksars.org

یہ میں آپ سے عرض کر رہا تھا یہ جو پروگرام ہے۔اس سلسلے میں جتنے بھی بچوں نے محنت کی ہے میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس محنت کو قبول فرمائے اور رسول اللہ ﷺ کے دربار اقدس میں محفل میلاد کا یہ طریقہ اللہ کرے حضور پاک ﷺ اس کو قبول فرمائے اور اس میں برکت ہو۔

بسم اللہ...عزیزان گرامی قدر آپ نے رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کے تقریباً تمام شعبوں کو احاطہ کرنے والا پروگرام دیکھا بہت کچھ آپ کے سامنے آگیا حضور کا بچپن بھی سامنے آگیا، جوانی بھی سامنے آگئی، حضور پاک ﷺ کی حیات زندگی بھی سامنے آئی، حضور پاک ﷺ بحیثیت وارث کے آپ کے سامنے آگئے رسول اللہ ﷺ نے نوع انسانی کو جو قانون دیا وہ بھی آپ کے سامنے آگیا جو انقلاب برپا فرمادیا اس سے بھی ہم واقف ہوئے اب کہنے کو تو کوئی بات ایسی ہے نہیں کہ جو آپ کو بتائی جائے لیکن اللہ کے رسول کا ایسا تذکرہ ہے کہ اس کو جتنا بھی اس کا ذکر کریں۔ سمندر ہیں کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی کی زندگی کا جو سب سے زیادہ درخشاں کام قائم ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی وحدنیت کا پرچار کیا اور اللہ کی وحدنیت کا پرچار کرنے کے لئے ہر قسم کی تکلیف برداشت کی ہے۔اور ہر قسم کی دلی آسائش ولالچ کو نظرانداز کیا ہے۔

جب سے یہ دنیا بنی ہے اس وقت سے اب تک شعور اور لاشعور کے دائرے میں پوری نوع انسان سفر کر رہی ہیں۔آدم سے لیکر اب تک اگر مختصر تعریف کا تذکرہ کیا جائے تو وہ یہ ہے کہ آدم سے لیکر اب تک یا جب تک یہ دنیا رہے گی کائنات کا مطلب یہ ہے کہ وہ ارتقاء پذیر ہے ارتقاء پذیر کا مطلب یہ ہے کہ کائنات مسلسل حرکت میں ہے۔ پھیل رہی ہے ایک نقطہ ہے جو پھیل رہا ہے اور اتنا پھیل رہا ہے کہ اس کی منصب کا کوئی بھی کسی بھی طرح اندازہ نہیں لگا سکتا یعنی کائنات کا مقصد ہی پھیلنا ہے۔کائنات کا مقصد ہی حرکت کرنا ہے تو ہمیں یہ ہدایت ملتی ہے جب انسان کے اندر پھیلاؤ گم جاتا ہے تو انسان مر جاتا ہے۔جب کسی قوم کے اندر جمود طاری ہو جاتا ہے وہ قوم بجائے چلتی پھرتی نظر آتی ہے لیکن وہ قوم مر جاتی ہے۔مردہ ہو جاتی ہے اور اس کی حیثیت جانوروں سے بھی بدتر ہو جاتی ہے۔اسلام کا بنیادی فلسفہ یہ ہے کہ کائنات مسلسل حرکت پر ہے۔

اور کائنات کو حرکت یوں رکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو نظام قائم کیا ہے۔یہ نظام یہ ہے کائنات کو قائم رکھنے کے لئے، کائنات کو متحرک کرنے کے لئے، کائنات میں اللہ تعالیٰ کا ایڈمنسٹریشن چلانے کے لئے، اگر اللہ تعالیٰ نے کسی کا انتخاب کیا ہے تو وہ انسان کا انتخاب کیا ہے۔زمین پہلے تھی آدم سے پہلے جو زمین تھی اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں کہ میں زمین میں اپنا نائب اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں۔زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں اس سے ظاہر ہے زمین پہلے سے موجود تھی۔فرشتوں نے کہا یہ خون خرابہ اور فساد کرے گا۔آدم تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آدم سے پہلے فرشتے موجود تھے۔آدم کو سجدہ کرنے میں ابلیس نے بغاوت کی اس کا مطلب یہ ہے کہ آدم سے پہلے جنات بھی موجود تھے۔آدم سے پہلے علوم بھی موجود تھے فرشتوں نے یہ کس بنیاد پر کہا کہ آدم خون خرابہ اور فساد کرے گا۔

انہیں یہ علم تھا کہ آدم کو جن عناصر سے تخلیق کیا گیا ہے اس میں فساد ہے جب ابلیس نے کہا خلق النار...تو میری تخلیق تو آپ سے نہیں ہوئی تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جنات بھی اس بات کا علم رکھتے ہیں کہ تخلیق کس طرح ہوتی ہے۔وہ اس تخلیق اور اس راز سے تخلیقی مشن سے واقف تھے بات یہ بنی کہ آدم علیہ السلام کو وجود میں آنے سے پہلے زمین بھی موجود تھی، سموات بھی موجود تھے، فرشتے بھی موجود

www.ksars.org

تھے، جنات بھی موجود تھے اور علوم بھی موجود تھے فرشتوں کا اعتراض دور کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آدم سے کہا کہ ہم نے تجھے علم سکھادیئے ہیں۔ وہ فرشتوں کے سامنے بیان کریں... ثم عرضھیم علی الملائکتہ ... فرشتون کے سامنے بیان کر آدم علیہ السلام نے جب وہ علوم فرشتوں کے سامنے جو بیان کئے تو فرشتوں نے اس بات کا اطراف کیا قالو لا علم لنا الا ما علمتنا... انک انت العلیم الحکیم... اللہ تعالیٰ ہمیں تو اتنا ہی علم آتا ہے جو آپ نے ہمیں سکھادیا ہے آدم کو تو ہم سے زیادہ علم ہے اور نتیجے میں آدم کی حاکیت کو قبول کر کے آدم کے سامنے فرشتے جھک گئے۔

آدم علیہ السلام سے یہ علم انبیاء کو منتقل ہوا اور وہ انہیں جو آدم کو ان کی اولاد سے منتقل ہو رہا تھا لاکھوں کروڑوں سال میں ارتقاء پذیر ہوتا ہوا آج سائنسی نام سے آپ کے سامنے ہے۔ یہ سائنس ایسے نہیں بنتی کہ علم آگیا آدم علیہ السلام سے شعوری استعداد شروع ہوئی شعور بڑھتا چلا گیا، بڑھتا چلا گیا، بڑھتا چلا گیا اسپیس آگیا، اس کے بعد غار کا زمانہ آگیا غاروں کے زمانے سے نکلا آدم درختوں میں بسیرا کیا، کھانے پینے میں کوئی تمیز نہیں تھی۔ آگ کا استعمال ہوا شروع ہوا کھانا پکنا شروع ہو گیا اس کے بعد بجلی ایجاد ہوئی تو یہ جو بجلی آپ کے سامنے ایجاد ہے بتایا جاتا ہے کہ یہ دو سو دو سو سال پہلے کی ایجاد نہیں ہے ڈیرھ دو سو سال پہلے کی ایجاد نہیں ہے یہ آدم کے زمانے سے سلسلہ چل رہا ہے۔

ارتقاء کا اور لاکھوں سال میں جا کر یہ سائنسی علوم ہمارے سامنے آئے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ یہ سائنسی علوم ہو، دنیاوی علوم ہو، روحانی علوم ہو، الہٰی علوم ہو، ان علوم کا نفاذ مادی جسم پر اس وقت ہوتا ہے کہ جب آدمی کے اندر روح موجود ہو مثلاً بڑے سے بڑا سائنٹسٹ ابھی مر جائے اس کی ساری جائیدار ختم ہو گئی دنیا اور تاریخ میں سائنسدان کہتے ہیں تین ارب سال کوئی کہتا ہے کروڑوں سال کی عمر ہے کروڑوں سال کی اس دنیا ہیں ایک مثال ایسی نہیں ہے کہ کبھی کسی مردہ آدمی نے ارتقاء کیا ہو، کبھی کسی مردہ آدمی نے کوئی علم یاد کیا ہو، کوئی مردہ جسم فلسفہ ہوا ہو متقی ہوا ہو، جو بھی اس دنیا میں آیا وہ اسی وقت آیا جب جسم کے اندر روح موجود ہوئی جتنے انبیاء اکرام علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے ہر پیغمبر نے اس بات کا احاطہ کیا کہ اللہ تعالیٰ نے اس جسم کے اندر، اس خول کے اندر، اس مٹکے کے اندر، اس ڈبے کے اندر، اس لفافے کے اندر اپنی روح ڈال دی۔

اور جب اس خول کے اندر خلا کے اندر اللہ نے روح ڈال دی تو یہ خلا بولنے بھی لگا یہ خلا سنے بھی لگا، یہ خلا اترنے بھی لگا، کھودنے بھی لگا، کھانے بھی لگا، پینے بھی لگا، اس کے بچے بھی ہونے لگے، تاریخ انسانی میں ایک مثال ایسی نہیں ملتی کہ کسی مردہ ماں نے بچے کو جنم دیا ہو، تاریخ انسانی میں ایک مثال ایسی نہیں ملتی کہ کسی مردہ ماں نے اپنے بچے کو دودھ پلایا ہو، تاریخ انسانی میں ایک مثال ایسی نہیں ملتی کہ کسی مردہ شوہر نے شادی کی ہو، تاریخ انسانی میں ایک مثال ایسی نہیں ملتی کہ کسی dead body نے کھانا کھایا ہو، حرکت کی ہو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ہم نے انسان کو سڑے ہوئے گارے سے بنایا پھٹکی سے بنایا خلا سے بنایا اور اس خلا میں اپنی روح ڈال دی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ سے قلو من امر ربھم... وہ لوگ آپ سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں اے پیغمبر ﷺ آپ فرمادیجئے روح میرے رب کے عمل سے ہے۔ اللہ نے انسان کو علم تو دیا ہے مگر تھوڑا دیا ہے۔

www.ksars.org

قرآن پاک کی اس آیت کے سیاق وسباق کو دیکھتے ہوئے اس بات کا یقینی درجہ حاصل ہو جاتا ہے لیکن انسان کے علم ہیں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میں نے روح کا علم دیا ہے لیکن تھوڑا دیا ہے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پوری زندگی کا اگر مطالعہ کریں گے تو رسول اللہ ﷺ کی زندگی روحانی زیادہ ہے جسمانی کم ہے یعنی رسول اللہ ﷺ نے جو زندگی گزاری اس زندگی میں نور کے تقاضے شامل ہیں۔ روح کا تقاضہ کیا ہے روح اس بات کو جانتی ہے کہ اللہ واحد ہے لاشریک ہے اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں روح کیوں جانتی ہے کس لئے جانتی ہے ہمیں رسول اللہ ﷺ نے خود بتایا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کن کہا تو ساری کائنات تخلیق ہو گئی لیکن ابھی تخلیق کے مراحل شروع نہیں ہوئے۔ کائنات کو کچھ پتا نہیں تھا یہ کون ہے کیا ہے اللہ تعالیٰ نے کائنات کے جمود کو توڑنے کے لئے انسان کو مسلسل حرکت سے آشنا کرنے کے لئے انسان کو، انسان کی روحوں کو اپنی طرف متوجہ فرمایا اور فرمایا الست بربکم... مخاطب کر کے فرمایا الست بربکم... کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟

جب اللہ کی آواز روحوں کے کانوں سے ٹکرائی جیسے ہی آواز کا وار بیریشن کانوں کے پردوں سے ٹکرایا اس میں ایک سلسلہ شروع ہوا وہ یہ ہے کہ اللہ کی آواز کو الست بربکم... آواز کی گونج کو اس کی وائبریشن کو اس کی حرکت کو جب روح نے محسوس کیا تو اپنے کانوں کے اندر انہوں نے سنا شروع کر دیا۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میری سماعت سے سنتے ہوا گر اللہ تعالیٰ الست بربکم نہ فرماتے تو کان آواز سے آشنا نہ ہوتے ساری کائنات کی ہر مخلوق بہری ہوتی، کائنات کے کانوں میں انسان کے کانوں میں جب سرسراہٹ ہوئی تو کائنات اور کان اس آواز کی طرف متوجہ ہوئے کہ آواز کس نے دی جب اس کی طرف متوجہ ہوا انسان یا انسان کی روح تو ایک تجسس اس کے اندر پیدا ہوا احساس پیدا ہوا کسی چیز کو سمجھنے کا، پکڑنے کا، دیکھنے کا، محسوس کرنے کا، قبول کرنے کا یاد کرنے کا ادراک پیدا ہوا۔ اس ادراک میں جب آواز بولنے والی کی طرف توجہ کی تو وہاں اللہ تعالیٰ کو دیکھا جیسے ہی اللہ تعالیٰ کو دیکھا نظر کھل گئی۔

نظر نے کام کرنا شروع کر دیا جب نظر نے اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیا تو یہ بھی بات ہے یا اللہ تعالیٰ کا انکار کریں یا اقرار کریں تو روحوں نے اللہ کو دیکھ کر ربوبیت کا اقرار کیا... اور کچھ روحوں نے شک شبہ میں اقرار نہیں کیا خاموش رہی وہ سب شقی ہو گئیں۔ تو جتنے لوگ رسول اللہ ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں جتنے لوگ رسول اللہ ﷺ کو اللہ کا محبوب مانتے ہیں۔ وہ سب سعید روحیں ہیں۔ کیوں کہ ہم اللہ کے محبوب محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان رکھتے ہیں یقین رکھتے ہیں تو ہم سعید روحیں ہیں۔ سعید روحوں سے مراد یہ ہے پھر رسول اللہ ﷺ کو ماننے والے جاننے والے عشق کرنے والے جتنے بھی بندے ہیں وہ خواتین ہوں یا حضرات ہوں ان کی روحیں سعید ہیں۔ اور سعید روحیں کی علامت کی پہچان یہ ہے کہ سعید روح اللہ کی آواز سن چکی ہے۔ روح کی آنکھوں سے اللہ کو دیکھ چکی ہے۔ اور زبان سے اللہ کی ربوبیت کا اقرار کر چکی ہے رسول اللہ ﷺ کے جو علوم ان کی امت کو منتقل ہوئے ہیں جو پوری نوع انسانی کو منتقل ہوئے ہیں اس پر اگر غور و فکر اور تفکر کیا جائے وہ یہ ہے کہ ایک علم مادیت سے متعلق ہے۔

لیکن دوسرا علم مادیت کو برقرار رکھنے سے متعلق اگر روح آدمی کے اندر نہ ہو تو مادیت ختم ہو جائے گی رسول اللہ ﷺ کے امتی پر یہ فرض لاحق ہوتا ہے کہ وہ مادی علوم سیکھنے کے ساتھ ساتھ اس روح کا علم بھی حاصل کریں جس روح نے ازل میں اللہ کی آواز سنی ہے، جس روح نے ازل میں اللہ کو دیکھا ہے اور جس روح نے ازل میں اللہ کو دیکھ کر اللہ کی ربوبیت کا اقرار کیا ہے۔ صحابہ اکرام کی مثالیں آپ

www.ksars.org

کے سامنے ہے حضرت بلال حبشی کی کیسی کیسی اذیتیں اور تکالیف ان کو دی گئی لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہوئے کیوں؟ اس لئے کہ بلال حبشی اپنے جسم کے ساتھ ساتھ اپنی روح سے بھی واقف ہو گئے رسول اللہ ﷺ کی قربت میں رہنے والے صحابہ اکرام اور صحابیات کیوں کہ نور نبوت سے ہمہ وقت مستفیض ہوتے رہتے ہیں۔

اپنی روح سے بھی واقف تھے جیسے جیسے یہ دور گزرتا چلا گیا بادہشات آتی رہی لوگوں کے اندر دنیا طلبی زیادہ ہو گئی اسی مناسبت سے آدمی سے مادی جسم میں زیادہ پیوست ہو گیا اور جتنا اسی مناسبت سے روح کا تعلق ہے کہ روح نے اللہ کو دیکھ لیا ہے وہ مختلف زون سے گزر کر اس دنیا میں آئی اس نے اپنا ایک یہ لباس بنایا لیکن اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق کل نفس ذائقۃ الموت... کہ جو بندہ یہاں پیدا ہو گیا بر حال اسے یہ جسم چھوڑنا ہے۔ بر حال اس جسم کو ایک دو گز کے گڈے میں دفن ہونا ہے۔ تو جب اس دو گز کے جسم کو گڈے میں دفن ہونا ہے اس سے کسی قسم کی رشتہ داری ہی نہیں ہے حضور قلندر بابااولیاء فرمایا کرتے تھے کہ انسان سب سے زیادہ ہے موت سے ڈرتا ہے بھئی جو چیز یقینی ہے اس سے ڈرنا کیا؟ یہ تو ہو سکتا ہے آپ دس سال بعد مرے میں دس سال پہلے مر جاؤں۔

لیکن مرنے سے کسی کو معافی نہیں ہے وہ فرمایا کرتے تھے سب سے بڑا محافظ انسان کا ملائکہ الموت ہے اسلئے کہ ملائکہ الموت کے پاس جو ڈیپارٹمنٹ جو ہے وہ علم شعبہ کا ہے جب تک پاسپورٹ پر ویزہ نہیں لگے گا بندہ اس دنیا سے اس دنیا میں نہیں جا سکتا اب اللہ تعالیٰ نے فرمادیا و مستقر و متاعون الی حین...ایک مقررہ وقت کے لئے آپ کو یہاں بھیجا گیا ہے آپ کا ویزہ لگا ہے، کسی کا ساٹھ سال کا ویزہ لگ گیا کسی کا اسّی سال کا ویزہ لگ گیا، کسی کا پچاس سال کا ویزہ لگ گیا، کسی کا چھ مہینے کا ویزہ لگا اب دیکھئے نہ چھ مہینے کے بچے بھی چلے جاتے ہیں جوانی میں آدمی مر جاتا ہے جتنا ویزہ لگ گیا اللہ کی طرف سے اب کسی فرشتے کی، کسی طاقت کی، کسی قانون کی یہ ہمت نہیں ہے کہ اس ویزے میں تبدیلی پیدا کی جائے تو لہذا فرشتوں کی یہ ڈیوٹی ہے کہ جب تک ویزہ ختم نہ ہو اس وقت تک یہ بندہ اس دنیا سے اس دنیا میں نہیں جا سکتا ہم خوا مخواہ ڈر رہے ہیں خوف ذدہ ہو رہے ہیں اگر ہم ایک دن بھی پہلے چلے گئے تو وہاں تو ملائکہ الموت سے جواب طلبی ہو جائے گی۔

ایک جیلر ہے کسی آدمی کو جیل ہو گئی دو مہینے دس دن کی وہ جیلر جو ہے وہ دو مہینے آٹھ دن میں اس کو چھوڑ دیتا ہے تو کیا ہو گا بھئی...؟ کیا ہو گا اس کی نوکری چلی جائے گی۔ وہ یہ نہیں پوچھے گا وہ تو کہے گا میں نے رحم کیا تھا دو دن کا انہوں نے کہا نہیں قانون کے خلاف ورزی ہو گئی تو حضور پاک ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا ہے کہ مومن کی پہچان ہی یہ ہے کہ وہ ہمیشہ اپنی موت کو یاد کرتا ہے۔ مومن کی علامت ہی یہ ہے کہ وہ اس دنیا کے بعد دوسری دنیا کے حساب کتاب کو ذہن میں رکھتا ہے فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرا...ومن یعمل مثقال ذرۃ شر یرا۔۔ اگر آپ نے ایک ذرے کے برابر نیک کام کیا ہے تو آپ کو اس کا اجر ملے گا اور اگر آپ نے ایک ذرے کے برابر شر کیا ہے فساد کیا ہے تو اس کی سزا ملے گی بس اوپر والا معاف کر دے یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی جتنی بھی تعلیمات ہیں رسول اللہ ﷺ کی اپنی جو ذاتی زندگی ہے ۶۳ سال کی جب ہم اس پر غور کرتے ہیں اس کو پڑھتے ہیں اس پر مطالعہ کرتے ہیں سیرت طیبہ کا تو ہمارے سامنے ایک ہی بات آتی ہے۔

www.ksars.org

کہ رسول اللہ ﷺ کی جب ہم اس پر غور کرتے ہیں جب پڑھتے ہیں مطالعہ کرتے ہیں سیرت طیبہ کا تو ہمارے سامنے ایک ہی بات آتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ۶۳ سال کی زندگی میں ایک منٹ کا ایک منٹ کا جمود نہیں ہے آج کا مسلمان ذلیل اور خوار ہے اس کی بنیادی وجہ ہی یہ ہے کہ مسلمان کے اندر جمود پیدا ہو گیا ہے۔ دوسری قومیں کے عروج کا راز یہ ہے کہ ان قوموں میں جمود کے بجائے مسلسل حرکت موجود ہے۔ آپ دیکھتے نہیں ہیں ہر دوسرے تیسرے مہینے کوئی نئی چیز ایجاد ہو جاتی ہے۔ کبھی ٹیلیفون ایجاد ہو گیا کبھی ریڈیو ایجاد ہو گیا کبھی ٹی وی ایجاد ہو گیا، کبھی کمپوٹر ایجاد ہو گیا، کبھی موبائل ایجاد ہو گیا، کبھی کچھ ایجاد ہو گیا، کبھی کچھ ایجاد ہو گیا، کبھی کچھ ایجاد ہو گیا، کبھی کچھ ایجاد ہو گیا، تو یہ ایجاد ہونا یہ جمود ہے یا حرکت ہے اور مسلمان لوگ ہیں یہاں اگر کوئی عمل ہے وہ اس لئے کہ کوئی چیز ایجاد ہی نہیں ہوتی کیوں ایجاد نہیں ہوتی کہ مسلمانوں کے اندر جمود پیدا ہو گیا ہے۔

مسلمانوں نے اپنے اسلاف کا جو طریقہ کار ہے اس کو چھوڑ دیا ہے رسول اللہ ﷺ کی محفل منعقد کرنے کا یہی فائدہ ہے کہ لوگ جمع ہوں رسول اللہ کی سیرت طیبہ کا بار بار تذکرہ ہو لوگ آئیں مقالے پڑھیں نعتیں پڑھیں رسول اللہ کی زندگی کی جو اہم باتیں ہیں وہ بار بار ہم سنیں سنائیں اس کا فائدہ یہ ہو گا ہمارے اندر سے جمود نکل جائے گا، جب ہم قرآن پڑھیں گے تو ہمارے اندر تفکر پیدا ہو گا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو لوگ تفکر نہیں کرتے وہ برباد ہو جاتے ہیں ہلاک کر دئے جاتے ہیں۔ قومیں کے عروج وزوال کی داستان کے پیچھے یہی ایک نقطہ ہے کہ جو قوم جمود کی طرف جاتی ہے وہ تباہ برباد ہو جاتی ہے۔ انا اللہ یغدرو...اور جو قومیں جمود اختیار نہیں کرتی مسلسل تفکر کرتی ہے مسلسل ریسرچ کرتی ہیں محنت کرتی ہیں ان قوموں کو اللہ تعالیٰ عروج عطا فرماتا ہے۔ اپنے اسلاف کی تاریخ آپ دیکھیں ہمارے اسلاف میں کہیں جمود نہیں ہے غزوات دیکھ لیجئے رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہوئے حضرت عمر کے زمانے میں دیکھ لیجئے لاکھوں لاکھوں میل پر اسلامی حکومت قائم ہو گئی۔

اور جب سے مسلمانوں کے اندر جمود پیدا ہوا۔ جمود کا مطلب یہ ہے کہ آدمی نے اپنے آپ کو سمیٹ لیا، سکیڑ لیا، محدود کر لیا، جہاں جمود ہو گا وہاں تفرقہ ہو گا اور جہاں جمود نہیں ہو گا وہاں تفرقہ نہیں ہو گا۔ جب انسان اپنی ذات کے اندر محدود ہو جاتا ہے تو اس کو جمود کہتے ہیں اور جب انسان اپنی ذات کے اندر اپنی قوم کے بارے میں، اپنے ملک کے بارے میں اپنے رسول اللہ ﷺ کے بارے میں، اپنے اللہ کے بارے میں سوچتا ہے تو اس کو تفکر کہتے ہیں اس کو ریسرچ کہتے ہیں۔ یہ پیغام تمام اولیاء اللہ کا بھی ہے۔ بڑے بڑے اولیاء اللہ آپ کے سامنے گزرے انہوں نے اللہ کے اور اللہ کے رسول کے اس علم کو جس علم کو روحانی علوم کہا جاتا ہے اس کو سیکھنے کے لئے اپنی زندگی کیئر آف اللہ کر دی ہے۔ اب دیکھیں حضرت پیران پیر دستگیر بڑے پیر صاحب ایک بچے نکلے گھر سے علم سیکھنے کے لئے واپس گھر گئے ہی نہیں علم ہی سیکھتے رہے۔

غزالی جب علم سیکھنے کے لئے نکلے تو انتہائی ذلت کا کام بھی انہوں نے انجام دیا لیکن روحانی علم سیکھ کر پلٹے۔ خواجہ غریب نواز کے بارے میں سب جانتے ہیں کہ بائیس سال شب روز اپنے پیر و مرشد کی خدمت میں حاضر رہے خانقاہ کا پانی بھرتے رہے۔ اپنے بچوں کو سمجھانے کے لئے حساب کتاب ہم کر رہے تھے کہ بھئی بائیس سال چوبیس گھنٹے رہے تو اس کا مطلب تب یہ ہوا کہ خواجہ غریب نواز نے تین شفٹیں روز کام کیا یعنی کہ وہ باہر رہتے اٹھتے بیٹھتے روز لگاتے تو وہ کتنے پیسے کماتے تو جب ہم نے حساب پھیلایا تو ہمیں حساب میں یہ پتا چلا کہ

www.ksars.org

خواجہ غریب نواز بائیس سال تک دنیا میں تین شفٹوں میں کام کرتے رہتے تو اس کی مزدوری بیالیس لاکھ روپیہ بنتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہوا خواجہ غریب نواز نے محنت مزدوری سے جو بیالیس لاکھ روپیہ کما سکتے تھے وہ اللہ کا اور اللہ کے رسول کا علم سیکھنے کے لئے وقف کر دی۔

ہماری صورت یہ ہے کہ دنیا کہ ہر کام میں ہمارا دل لگتا ہے، دنیا کہ ہر کام ہم اس طرح جھک جاتے ہیں جس طرح کو ہلو کا بیل ہوتا ہے۔ لیکن جب نماز پڑھنے کا وقت آتا ہے ایک تو نماز پڑھنے کو دل ہی نہیں چاہتا اور اگر اللہ نے کسی جو توفیق بھی دی وہ نماز کی نیت باندھ لیتا ہے تو سوائے وسوسوں کے اور خیالات کے اللہ کی طرف کبھی اس کا ذہن نہیں، ڈھونڈر ہی نہ کیوں اس لئے کہ اللہ کے اللہ کے رسول کا جو علم ہے ہم نے اس کی وہ قیمت نہیں لگائی۔ محفل کا یہی پتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں اشعار پڑھیں جائیں سنے جائیں برکت حاصل کرلی جائے گھر جا کر کچھ بھی نہ کرو تو، یہ جمود ہے۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کا تذکرہ ہو اور آدمی کے اوپر اثر نہ ہو اور جمود نہ ٹوٹے میرے حساب سے یہ ہم اپنے ساتھ بددیانتی کر رہے ہیں اپنے آپ کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کے مطالعے کے بعد ہمیں جو راستہ ملتا ہے وہ یہی ہے کہ حضور پاک ﷺ نے فرمایا کہ انسان کو ازل کا دن یاد رکھنا چاہئے... کیوں نہیں کرتے؟

کیوں نہیں کرتے آپ بتائیں سوچیں اس لئے ہم اللہ کو نہیں دیکھ پاتے کہ ہماری جو اصل روح ہے ہم اس سے ڈرنے لگے ہیں۔ روح کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہماری روح نکل گئی تو ہم مر جائیں گے۔ روح نکلنے سے کوئی نہیں مرتا وہ تو آپ کی روز نکلتی ہے اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں نیند کے بارے میں ہم تمہیں روز مار دیتے ہیں روز زندہ کر دیتے ہیں۔ جب ہم سوتے ہیں تو ہمارے جسم پر ایک موت کی کیفیت وارد ہو جاتی ہے صبح کو ہم پھر زندہ ہو جاتے ہیں تو اس کا یہی مطلب ہوا نہ کہ ہم چوبیں گھنٹے میں آٹھ گھنٹے یا دس گھنٹے موت کے منہ میں چلے جاتے ہیں آٹھ دس گھنٹے کے بعد پھر باہر آجاتے ہیں تو بھائی یہ تو ہماری پریکٹس ہیں داخل ہو گیا مرحلہ تو اللہ کی ربوبیت کا جو ازل ہیں اقرار کیا ہے۔ اس کا ایک ہی طریقہ ہے اس روح کو ٹٹولو، اس روح کو ڈھونڈو، اس روح کو تلاش کرو، جو آپ کے اندر موجود ہے جس روح کی وجہ سے آپ زندہ ہیں جس روح کی وجہ سے آپ کھانا کھاتے ہیں، جس روح کی وجہ سے آپ سونے کے بعد بیدار ہوتے ہیں، جس روح کی وجہ سے آپ کاروبار کرتے ہیں۔

آپ نے کسی نے مردہ جسم کو کاروبار کرتے دیکھا دوکان پر بیٹھے ہوئے دیکھا۔ کتنی آسان بات ہے جب ہمارا یہ یقین کامل ہو گیا کہ ہم روح کے بغیر کوئی حرکت نہیں کر سکتے، تو بات کتنی سی رہے گئی بات اتنی سی رہے گئی کہ اس روح کو ہم ڈھونڈ لیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا... من عرفہ نفسہ... جس نے اپنی روح کو پہچان لیا اس نے اپنے رب کو پہچان لیا۔ وہ اس لئے روح تو پہلے ہی رب کو دیکھ چکی ہے۔ رب کی آواز سن چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ کہیں دور نہیں ہیں اللہ تعالیٰ ہمارے اندر ہیں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وفی انفسکم افلا تبصرون... میں تمہارے اندر ہوں تم مجھے دیکھتے کیوں نہیں ہو اندر کیا ہے روح ہے۔ جس روز ہم اپنی روح کا ادراک کرلیں گے جس روز ہم اپنی روح کو دیکھ لیں گے اسی روز رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کا عکس بن جائیں گے۔ اسی روز ہم اللہ کے عارف بن جائیں گے۔ کام بہت لمبا بڑا نہیں ہے صرف کھوج لگانا ہے اندر دیکھنا ہے۔

www.ksars.org

اور اس دیکھنے کے طریقے کو پیغمبروں نے یہ مراقبے کے ذریعے شروعات کی،اس کی اور اولیاء اللہ نے بھی مراقبے کے ذریعے اپنی روح کو تلاش کیا ہے۔اور مراقبے کی کامیابی کی نتیجے میں رسول اللہ ﷺ سے قربت حاصل کی ہے ان کی زیارت سے مشرف ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا عرفان بھی انہیں نصیب ہوا ہے۔آپ سب حضرات دور دراز سے تشریف لائے اس محفل میں بہت اچھی اچھی باتیں سنی گئیں۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو ان سب باتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔اور ہمیں رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کے مطابق زندگی گزرنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین یارب العالمین۔اختتام

www.ksars.org

غور و فکر نہ کرنے کی وجہ سے انسان شیطان کے قریب ہو جاتا ہے۔

(عرس حیدر آباد(16-1-05)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عزیزان گرامی قدر محترم دوستوں، عظیمی بہن بھائیوں اس نقشبندیہ، چشتیہ، سہروردیہ، قادریہ، اور دوسرے سلاسل کے سالکین پر السلام و علیکم، آج کی اس مبارک اور سعید مجلس میں جو کچھ پڑھا گیا جو کچھ سنا گیا وہ یقینا ہمارے لئے روشن راہ ہے اور ساتھ ساتھ اس بات کا ادراک ہوتا ہے کہ نعت شریف کے دوران، حمد باری تعالی کے دوران اور تقاریر کے دوران جو کیفیت مراتب ہوئی یا ایک ماحول اور فضا ء بنی اور ماحول اور فضا میں جو لطافت اور انوار و تجلیات کا احساس ہوا۔ اس کے پیش نظر میں یہ کہنا کہ حق جانب ہوں کہ اللہ کے فضل و کرم سے رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے اور حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی محبت سے یہ مجلس اللہ تعالی کے حضور قبول ہوئی۔ رسول اللہ کا ارشاد گرامی ہے کہ جس مجلس میں جس جگہ جس مقام پر اللہ تعالیٰ کا تذکرہ کیا جاتا ہے وہاں ٹولیوں میں ہجوم در ہجوم، گروہوں در گروہوں فرشتے نازل ہوتے ہیں۔

اور اللہ تعالی کی باتیں غور سے سنتے ہیں اور اس مجلس میں موجود تمام لوگوں کے لئے اللہ تعالی کے حضور دعائیں خیر کرتے ہیں۔ رسول اللہ کے ارشاد اعلی کے مطابق یہ جو اولیاء اللہ کا گروہوں ہے یہ حضور کی نیابت کے فرائض انجام دے رہے ہیں۔ ہندوستان میں اور تمام عالم السلام میں چین میں اور دوسرے ممالک میں جہاں بھی روحانیت کا یا تصوف دور رہا، اللہ کی محبت، اللہ کے رسول کے عشق کا تذکرہ آتا ہے وہاں کسی نہ کسی طرح اولیاء اللہ کا عمل داخل سامنے آتا ہے۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے عرس کی اس تقریب میں ہمارے پیش نظر یہ بات سامنے آتی ہے کہ جیسا کہ آپ نے سنا اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے تو رسول اللہ کے مشن کے سلسلے میں جو خود رسول اللہ نے مشن کی پیشرفت کے لئے سختیاں، تکلفیں، برداشت کیں پھر اس کے بعد صحابہ اکرام نے اس مشن کو جاری و ساری رکھنے کے لئے قربانیاں دیں۔ اس کے بعد حضرت تعبین نے اس مشن کو سنبھالا اور اس کے بعد اولیاء اللہ اکرام نے اس مشن کی پیشکش میں اپنی زندگیاں واقف کر دی اس نے حضرت بڑے پیر صاحب اور دوسرے تمام بزرگان اسلام کے ساتھ حضرت نانا تاج الدین ناگپوریؒ اور حضور قلندر بابا اولیاء کاروں کے ساتھ رواں دواں ہیں۔

اس بات کو ہم اس طرح کہے سکتے ہیں حضور پاک کے مشن کے تسلسل کو جاری رکھنے کے لئے تمام اولیاء اللہ نے اپنی خدمات پیش کیں اور اولیاء اللہ نے اس تسلسل کو رسول اللہ ﷺ کے عشق کے ساتھ نسبت کے ساتھ اور محبت کے ساتھ قائم رکھا آج کا دن اسی تسلسل کی مناسبت سے ایک سعید دن ہے کہ ہم اللہ کے رسول محمد رسول اللہ ﷺ کے وارث ابدال حق قلندر بابا اولیائؒ تعلیمات کی فروخ کے لئے قلندر بابا اولیاءؒ کے روحانی مشن کے تکمیل کے لئے یہاں جمع ہیں اور یہ ہماری یہاں کی حاضری اس بات کی شہادت فراہم کرتی ہے۔ کہ ہمارا دل ہمارا دماغ اور ہماری روح ہمیں اس بات پر آمادہ کرتے ہے کہ ہمیں بھی رسول اللہ ﷺ کے مشن کی پیشکش میں اپنا پورا

www.ksars.org

حصہ ڈالنا چاہئے اور کوشش کرنی چاہئے کہ اللہ کے رسول کا پیغام دنیا کے ہر ہر گوشے میں ہونا چاہئے۔اور نوع انسانی جس بے سکونی پریشانی سیر اب بے چینی کی حالت میں مبتلاہے وہ اللہ اور اللہ کے رسول کا علم حاصل کر کے اپنی زندگی کو پر سکون بنائے گا۔

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قل واللہ ھواحد...

ابھی تھوڑی دیر پہلے آپ نے ان بچوں کا پروگرام دیکھا بہت خوبصورت پیشکش تھی بڑی محنت کی گئی اس پروگرام میں دلی طور پر مجھے بڑی خوشی ہوئی وہ پروگرام کے کردار جیسا کہ دنیا میں سب کو علم ہے ایک آدم بھی ذات تھا ایک شیطان بھی ذات تھا۔آدم اور شیطان کے ان دونوں کرداروں میں چاند سورج ستارے اور فرشتوں کو بھی پیش کیا گیا۔یعنی زمین جس طرح تھی کہ جب آدم علیہ السلام نے اللہ کی فرمانبداری اختیار کی تو ان کے سر پر تاج سجا رہا اور جب آدم علیہ السلام سے اللہ کی نافرمانی ہو گئی تو (سہواً) نافرمانی ہو گئی تو وہ تاج ان کے سر سے اتر گیا اور اس تاج کے اترنے کی بڑی جو وجہ ہوئی جو ڈرامہ میں بتایا گیا ٹیبلوں میں بتایا گیا وہ شک تھا اور شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کو نافرمانی کے ارتکاب کے لئے شک آزمایا، جب آدم علیہ السلام کے ذہن میں شک آگیا شجر ممنوعہ کے قریب یہ جو چلے گئے۔

تو جنت نے انہیں رد کر دیا... عربی آیت... کہ اب تم جنت میں نہیں رہ سکتے جنت میں اگر جنت میں نافرمانی ہو جائے تو جنت اسے رد کر دیتی ہے۔کہانی یا واقعہ اس طرح بتایا جاتا ہے جو قرآن پاک میں بیان ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو جمع کیا۔فرشتوں کے ساتھ ساتھ جنات بھی تھے، اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو جمع کیا قال انی جعلنی فل الاض خلیفہ...سب کو جمع کیا اور فرمایا کہ زمین میں اپنا نائب بنانے والا ہوں قالا جعلون...فرشتوں نے اللہ تعالیٰ کا جب ارشاد سنا تو فرشتوں نے اللہ تعالیٰ سے استفانیت سوال کیا ابھی وقار صاحب نے ایک بڑی اچھی بات کی اس بات کو بڑی appreciate کرنا چاہئے کہ سلسلہ عظیمیہ کا ایک بہت بڑا کارنامہ کہئے لیجئے۔وہ یہ ہے کہ سلسلہ عظیمیہ اپنے شاگردوں کو اس بات کی دعوت دیتا ہے اصرار کرتا ہے کہ سوال کرو جو بات سمجھ میں نہ آئے ہم سے پوچھو، دس بار پوچھو، بیس پوچھو سوال کرو اگر استاد آپ کے سوال کا جواب نہیں دے سکتا تو وہ مکمل استاد نہیں ہے۔

استاد کا مطلب تو یہ ہوتا ہے شاگرد مطمئن کر دے جب آدمی خود مطمئن ہو گا جب ہی دوسروں کو مطمئن کرے گا۔تو قالو و تجعلو فیہ ...فرشتوں نے اللہ سے پوچھا سوال کیا ہم پوچھنا چاہئے قالو تجل فیہ...یہ جو آپ نے آدم آپ نے بنایا ہے اس کو آپ نائب اور خلیفہ بنانے والے ہیں یہ تو فساد برپا کرے گا زمین میں فساد برپا ہو جائے گا خون خرابہ کرے گا۔زمین پر خون پھیل جائے گا اور اگر آپ نے اس آدم کو اس لئے بنایا ہے یہ آپ کی عبادت کرے نحل یصبوح...اس لئے تو ہم آپ کی عبادت کر رہے ہیں۔آپ نے ہمیں حکم دیا کھڑے ہو جاؤ ہم ہاتھ باندھ کر کھڑے ہوئے ہیں، آپ نے یہ چاہا ہم آپ کو رکوع کرے آپ کے سامنے جھکے رہے ہم جھکے ہوئے ہیں، آپ کی یہ خواہش ہے کہ ہم سجدے میں گرے رہے تو ہم سجدے سے سر کی نہیں اٹھا سکتے، ہم آپ کی پاکی بیان کرتے ہیں نحنل...اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کا یہ سوال سنا...یہ نہیں کہا خاموش ہو جاؤ بس...جیسے کہ ہمارے یہاں دانشور ہیں وہ کہتے ہیں بس خاموش ہو جاؤ، مجھے یاد ہے کوئی اب سے پچاس سال پہلے کی بات ہے میں جامع مسجد ناظم آباد میں نماز پڑھنے گیا عصر کی نماز تھی۔

www.ksars.org

تو وہاں ایک بزرگ تھے انہوں نے امام صاحب سے سوال کیا امام صاحب یہ جو مسئلہ ہے کہ یہ بچوں کو جب جماعت ہو تو دائیں طرف کھڑے کرو بائیں طرف کھڑے مت کرو یہ کیوں بائیں طرف کھڑے ہونے میں کیا مسئلہ ہے تو حضور شریعت کا مسئلہ ہے۔ انہوں نے کہا شریعت کا مسئلہ تو ٹھیک ہے۔ مجھے تو پتا ہے اس بات کا وہ ذرا کم بھی سنتے تھے۔

انہوں نے کہا ہیں انہوں نے کہا میں یہ جاننا چاہتا ہوں کیا اس میں کیا حکمت ہے کیا اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو انہوں نے کہا آپ شریعت میں ہیں شریعت کے بارے میں حجت کرتے ہیں کوئی شریعت میں حجت نہیں بس وہ کہتے ہیں، امام صاحب تو روح کو ڈھل کر چلے گئے اللہ تعالیٰ کہتے ہیں سوال کرو تفکرون... ذکر کرو تفکرون... اللہ تعالیٰ کی آیات کو دیکھو، غور کرو، ذکر کرو، دوہراو بار بار دوہراو، جب تک سمجھ میں نہ آئے دوہراتے چلے جاؤ، دوہراتے چلے جاؤ قرآن سمجھو ولقد یسر نا... ہم نے قرآن کا سمجھنا آسان کر دیا اگر تمہاری سمجھ میں نہیں آتا پھر سمجھو، پھر سمجھو، پھر سمجھو ہم وعدہ کرتے ہیں ہم قرآن تمہیں سمجھا دینگے ولقد یسر نا القرآن... ہم نے ہر انسان کے لئے قرآن کو آسان کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے سوال کے بعد یہ نہیں فرمایا؛ کہ خاموش ہو جاؤ اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛ قالا انی عالم مالم یعلم... جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے لیکن یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ صاف کر دیا کہ بھئی جاؤ درخواست ہو گئی جاؤ بس ہم جو جانتے ہیں تم نہیں جانتے اللہ تعالیٰ نے اس فرشتوں کے اطمینان کے لئے اور جنات کے اطمینان کے لئے آدم کو علوم سکھائے۔ نیابت اور خلافت سے متعلق آدم کو علوم سکھائے۔

ظاہر ہے وہ علوم نہ فرشتے جانتے تھے، نہ جنات جانتے تھے وعلم آدم الاسماء... ہم نے آدم کو کائنات سے فار مولوں کا علم سکھا دیا۔ ڈسکیشن سکھا دیا وعلم آدم لاسمائ... ثم اردرنہ علی ملائکہ... پھر آدم کو علم سکھا دیا آدم کی جو صلاحیت ہے اس کے بارے میں آدم کا اطمینان کر دیا۔ اس کو زیور تعلیم سے آراستہ کرنا ہے فرشتوں کے سامنے ثم اردہ... اور کہا فقالا... آدم علیہ السلام نے جو اللہ تعالیٰ نے ان کو علوم سکھائے وہ بیان کئے فرشتوں نے وہ علوم سنے اور پھر اس نے اس بات کا اطراف کیا مثلاً تصور کریں کہ آپ اپنے شعور کو تھوڑا سا یکسو ہو کر کے تصور کریں کہ بہت بڑا میدان ہے آسمان میں یا آسمان ہے بہت بڑا وہاں کروڑوں فرشتے کروڑوں جنات ہیں، اللہ تعالیٰ عرش پر بیٹھے ہوئے ہیں اور اعلان فرما رہے ہیں اے فرشتوں اب ہیں اپنا ایک نائب بنانے والا ہوں یہاں یہ مسئلہ بھی غور وطلب ہے کہ نائب بنانے والا ہوں اس کا مطلب ہے کائنات میں پہلے سے زمین موجود تھی زمین بھی موجود ہے انی جعلون فی الارض خلیفہ... زمین میں نائب بنانے والا ہوں۔

زمین موجود ہے آدم سے پہلے زمین موجود ہے۔ زمین کا انتظام وانتخاب بھی موجود ہے۔ زمین کا ایڈمنسٹریشن بھی موجود ہے ضرورت پیش آگئی کہ زمین کو فسادیوں بچانے کے لئے ایک نیا ایڈمنسٹریشن قائم ہو۔ ایک نیا ایڈمنسٹریشن بنا دیا جب فرشتوں نے یہ دیکھا کہ یہ تو آدم جو ہے یہ ان ہی عناصر سے تخلیق ہوا ہے جن عناصر سے پہلی مخلوق تخلیق ہوئی وی ہے جو فساد برپا کر رہی ہے۔ تو یہ بھی فساد برپا کرے گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے آدم کو ایک نئے علوم سکھائے اور فرشتوں کے سامنے جب آدم نے جب علوم کو بیان کیا تو فرشتوں نے کہا ہم تو اللہ میاں اتنا ہی جانتے ہیں جتنا آپ نے ہمیں سکھا دیا ہے قالو لا علما لانا... ہم تو اتنا ہی جانتے ہیں جتنا آپ نے ہمیں سکھا دیا ہے باقی علم ولا حکیم تو آپ ہیں۔ فرشتوں نے سجدہ کیا اب سجدے کی بھی بات بڑی غور وطلب ہے۔

www.ksars.org

اب ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی تعلیمات پر اگر غور کیا جائے تو اس کا خلاصہ صرف اور صرف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے علاوہ کسی کی ربوبیت قبول نہیں کرتا وحدہ لاشریک ہے...اللہ بت پرستی کی اجازت نہیں دیتا، کسی بھی حال میں چاہے وہ آگ ہو، چاہے وہ مٹی ہو، چاہے وہ بت ہو چاہے وہ درخت ہو، چاہے وہ انسان ہو، چاہے اللہ تعالیٰ اس بات کو چاہے آپ پورا قرآن پڑھ لیں تمام پیغمبروں کی ایک ہی تعلیمات ہے پرستش کے لائق واحد ذات اللہ ہے۔ اللہ شرک کو پسند نہیں کرتا اور جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے یہ کہا؛ کہ آدم کو سجدہ کرو اگر سجدہ عبادت کا ہوتا تو پھر تو یہ بڑی عجیب بات ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ شرک کو پسند نہیں کرتا سجدے سے مراد یہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرشتے سے یہ کہا کہ اب جو ایڈ منسٹریٹر زمین کا ہم نے بنایا ہے۔ اب اس کی حاکمیت کو تسلیم کرو، اب تم فرشتے ہو محکوم ہو آدم حاکم ہے۔

جو کچھ آدم چاہے گا وہ تمہیں کرنا ہے۔ تو سجدے کا مطلب کوئی یہ نہیں تھا کہ آدم نے اللہ تعالیٰ کو نا اعوذ باللہ استغفار کوئی اپنے ساتھ مقام بنادیا کہ کہا اسے بھی سجدہ کرو حاکمیت قبول کرو۔ اب جیسے ہمارے صدر ہیں وہ مشرف صاحب ہیں ظاہر ہے وہ حاکم ہیں ہم ان کے محکوم ہیں ہمیں ان کی حاکمیت کو ہر حال تسلیم کرنا ہے۔ ورنہ سارا انتظام خراب ہو جائے گا، نظام ٹوٹ جائے گا اگر حاکمیت قبول نہیں کی گئی۔ پھر آدم علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا؛ کہ اب تم دونوں یا آدم سکن...اے آدم اب تم اور تمہاری بیوی یا آدم سکن انتا زوج کا جنہ... اے آدم تو اور تمہاری بیوی دونوں اب تم جنت میں رہو تم حاکم ہو کائنات کی حاکمیت ہم نے منتقل کر دی تمہیں اپنی اختیارات منتقل کرکے۔ اپنے اختیارات دے کر حاکم کے اعلیٰ تو ہم ہی ہیں لیکن ہمارے گورنر تم ہو۔ ہمارے نائب تم ہو اب تم اور تمہاری بیوی جنت میں رہو۔

اب ایک بڑا عجیب آپ نے سنا ہوگا ہم نے تو یہی پڑھا کتابوں میں کہ آدم جنت میں تھے بڑے اداس ہوگئے، بڑے پریشان ہوگئے، پھر انہوں نے حوروں کو دیکھا بر حال وہ جنس مخالف ہیں مردان بات کو تو بہت سمجھتے ہیں۔ انہوں نے کہا میرے ساتھ اللہ تعالیٰ ایسا کر مجھے بھی کوئی ساتھی عطا فرما، اللہ میاں نے ساتھی اب جنت میں بھی جائیں آدم یا آدم سکن زوجہ جنتہ...اے آدم تو اور تیری بیوی جنت میں رہو۔ اس کا مطلب ہے آدم اور حوا کی تخلیق یکساں ہوئی۔ آدم اور حوا کو جس طرح نیابت اور خلافت آدم کو ملی نیابت اور خلافت کی جو صلاحیت اللہ تعالیٰ آدم کو منتقل کی اس کا حصہ حوا کو بھی منتقل ہوا۔ ایسا نہیں ہے اگر آدم حاکمیت اور حوا بیچاری کچھ نہیں۔

تیسری بات اس میں بہت غور طلب یہ ہے میں خواتین سے خاص طور سے ہماری طرف متوجہ ہوں اس پر غور فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے سڑھی ہوئی گوندھی ہوئی مٹی سے گاڑے سے آدم کا پتلا تخلیق کیا ایک جگہ یہ ہے کہ... عربی آیت... کہ ہم نے بجری مٹی یعنی خلاء سے آدم کا پتلا تخلیق کیا... ونفخت فیہ من روحیہ... پھر ہم نے اس میں اپنی جان ڈال دی بلکہ اس کا ترجمہ یہ ہے ونفخت فیہ من روحیہ...اپنی روح میں سے روح ڈال دی، جان میں سے جان ڈال دی وہاں کوئی پتلے میں تخصیص نہیں ہے عورت میں ڈال دی یا مرد میں تو اب اس کا کیا مطلب ہوا آدم اور حوا دونوں اللہ تعالیٰ کے علوم کے عامل ہیں۔ دونوں میں ایک روح ہے۔ وہ جنت میں رہے، غلطی ہوئی، شیطان نے بہکایا، وسوسہ ڈالا، اس درخت کے قریب پھسلا کر، بہکا کر، اور بہکایا کیا حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے ارشاد کے مطابق؛ کیا بہکایا شیطان نے کہا کچھ پتا بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں اس درخت کے قریب جانے سے منع کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے جب اس درخت کا راز کسی کو معلوم ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق وہ جنت سے باہر نہیں جاتے۔

www.ksars.org

اللہ تعالیٰ تمہیں جنت سے نکالنا چاہتے ہیں تو اگر تم نے اس درخت کے قریب نہیں گئے اس درخت کا راز معلوم نہیں کیا تو تم پتا نہیں کب جنت سے نکال دیئے جاؤ گے اور اگر تم نے اس درخت کا راز معلوم کر لیا تو اللہ تعالیٰ تمہیں نہیں نکالیں گے، انہوں نے اپنا بنایا ہوا قانون ہے ایسا دھوکا دیا انہوں نے انہوں نے کہا بھئی ٹھیک ہے ہم تو جنت میں سے نکلنا ہی نہیں چاہتے۔ اس وسوسے نے آدم علیہ السلام شجر ممنوعہ کے قریب چلے گئے۔ لیکن جیسے ہی وہ شجر ممنوعہ کے قریب گئے ان کے اندر یہ احساس پیدا ہو گیا کہ ہم ظالم ہیں ہمارا لباس اتر گیا۔ لباس سے مراد کپڑے نہیں ہیں لباس سے مراد ہر انسان کی ایک مکمل طرز فکر ہے۔ جنت کی طرز فکر میں دراڑ پڑ گئی۔ یہ تو برا ہو گیا بھئی اللہ تعالیٰ کی اتنے انعامات کے ہمیں حاکم بنا دیا پوری کائنات کا اور ہم اللہ تعالیٰ کا اتنا سا کہنا نہیں مان سکے یہ تو ہم سے بھول ہو گئی، یہ تو ہم سے نافرمانی ہو گئی اور اب اللہ تعالیٰ ہم سے کیسے خوش رہے گے جب ہم سے نافرمانی ہو گئی۔

جیسے ہی یہ بات ذہن میں آئی لا تقربا ھذی شجر...اللہ نے خود کہا تھا اگر اس درخت کے قریب چلے گئے تو پھر تم اپنے اوپر ظلم کرو گے اور اپنے آپ کو ظالم قرار دو گے۔ خود ہی وتکون من الظلمین...تو آدم علیہ السلام نے اور حوا نے اماں حوا نے محسوس کیا یہ ہم سے بہت بڑا ظلم ہو گیا۔ بھول ہو گئی سہو ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہو گئی اور دونوں کو ابھی میں نے کہا نہ جنت سے اتر جاؤ تو وہ جنت سے زمین پر آ گئے وہاں بھی آپ یہ دیکھتے ہیں ایسا نہیں ہوا اگر آدم شجر ممنوعہ کے قریب گئے تھے تو حوا نے کوئی قصور نہیں کیا تھا تو انہیں کیوں نکالا اور اگر اماں حوا شجر ممنوعہ کے قریب گئی تھی تو حضرت آدم نے کوئی قصور نہیں کیا تھا۔ بھئی ایک بیوی کرتی ہے کیا شوہر کو بھی سزا ملتی ہے یا شوہر چوری کرتا ہے میاں بیوی دونوں کو جیل میں ڈال دینگے کیا۔ اللہ تعالیٰ نے بار بار قرآن میں اس چیز کا انصاف کرتا ہے اس کا مطلب ہے دونوں کی طرز فکر میں خرابی پیدا ہوئی۔

ابہام پیدا ہوا، شک پیدا ہوا، اور دونوں کو زمین پر پھینک دیا گیا اب زمین پر آنے کے بعد بھی یہ بہت روئے دھوئے آدم علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے معافی تلافی بھی کر لی اور یہ فرمایا ٹھیک ہے غلطی ہو گئی اب اس کی تلافی یہ ہے کہ جو لباس اتر گیا جنت کا اس کی جو طرز فکر تم سے دور ہو گئی اس طرز فکر کو دوبارہ حاصل کرو جب تم دوبارہ حاصل کرو گے ہم تمہیں جنت میں بھیج دیں گے۔ اس طرز فکر کو حاصل کرنے کے لئے اور اس طرز فکر سے حصول کے ذرائع بتانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اہتمام کیا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ رحم و کریم ہے۔ ستار العیوب ہے غفار والذنوب ہے اپنے بندوں سے بہت محبت کرتا ہے بہت محبت اتنی محبت کرتے ہیں کوئی الفاظ نہیں بتانے کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر بھیجے اور کوئی ایسی بڑی بات بھی نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہتے ہیں بھئی جھوٹ نہ بولو، اللہ تعالیٰ کہتے ہیں شرک نہ کرو اللہ تعالیٰ کہتے ہیں حقوق العباد پورے کرو، اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کم نہ تولے، جتنے پیسے دیے ہیں اتنی چیزوں دو، اللہ تعالیٰ کہتے ہیں ذخیرہ اندوزی نہ کرو، تو جتنے احکامات کی الٰہی ہیں آپ لوگ غور سے سنیں جتنی احکامات الٰہی ہیں اس میں کہیں بھی اللہ کا کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔

ذخیرہ اندوزی آپ کرتے ہیں آپ کے بھائیوں کو پریشانی ہوتی ہے۔ ملاوٹ آپ کرتے ہیں آپ کے بھائی بیمار ہوتے ہیں۔ آپ حق تلفی کرتے ہیں کوئی آپکی حق تلفی کرے گا، آپ کسی کو قتل کر دیں کل کو کوئی آپ کو قتل کر دے گا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کا کیا فائدہ جتنی اچھائیاں ہیں ان سب کا فائدہ انسان کو ہے یا اللہ کو کوئی فائدہ نہیں۔ اب آپ نماز پڑھتے ہیں روزہ رکھتے ہیں، فرشتے بھی نماز پڑھتے ہیں تو اللہ میاں کا کوئی محتاج ہے نہیں نماز اس لئے پڑھائی جاتی ہے کہ نماز اللہ تعالیٰ سے رابطے اور قربت کا ایک ذریعہ ہے۔ اگر اس ذریعے سے آپ اللہ

www.ksars.org

تعالیٰ کے قریب نہیں ہوتے پھر پتاہے آپ کو قرآن کیا کہتا فویل لمسلین...اگر نمازی اپنی نمازوں سے بے خبر ہیں۔اگر نماز میں حضور قلب نہیں ہوتا،اگر نماز وسوسوں کا شکار ہو جاتی ہے،وہ نماز نمازی کے لئے دوزخ ہو جاتی ہے،فویل لمسلین...آپ کہے گے صاحب نماز میں تو خیالات بھی آتے ہیں۔

کیا کریں نہیں غلط کہتے ہیں،آپ اکاؤنٹ ہیں جب حساب کرنے بیٹھتے ہیں جس طرح آپ کو نماز اور خیالات میں وسوسے آتے ہیں اگر حساب کرنے میں لائیں تو آپ کی نوکری کتنے دن چلے گی۔ایک خاتون کھانا ہے وہ کھانا پکاتی ہے مسلسل خیال ہے کیا وہ کھانا وہ اچھا پکا لے گئی۔ایک بچہ ہے وہ امتحان کی تیاری کرتا ہے وسوسوں کا شکار ہو جاتا ہے کیا وہ امتحان میں پاس ہو جائے گا۔ایک انجینئر ہے وہ نقشہ بناتا ہے ذہنی انتشار ہے۔کیا وہ کمرے غسل خانے ورانڈے صحیح خطوط سے نقشہ بنا دے گا آپ کھانا کھاتے ہیں کھانا کا لقمہ آدمی نے بجائے منہ کے ناک میں ڈالا ہے۔جھوٹ بولتے ہیں۔نماز میں انتشار خیال ہوتا ہے دنیا کے ہر کام میں یکسوئی ہے کوئی آدمی اب کھانا منہ کے بجائے ناک میں نہیں ڈالتا۔یہ آپ اپنے آپ سے جھوٹ بول رہے ہیں۔ومکرون ومکرو اللہ...اللہ کو دھوکا دیا اللہ کے ساتھ مزاق کیا اللہ سے باتیں بنائی اللہ خیر و...اللہ بہت اچھی تقدیریں جانتا ہے۔

اگر کوئی انسان یہ کہتا ہے مجھے نماز میں یکسوئی نہیں ہوتی خیالات آتے ہیں۔شیطانی وسوسے آتے ہیں،تو حساب کرتے ہوئے خیالات نہیں آتے،امتحان میں خیالات کیوں نہیں آتے امتحان کی تیاری کرنے میں خیالات کیوں نہیں آتے،کھانا پکاتے وقت منتشر خیالی کیوں نہیں ہوتی ڈرائیونگ کرتے وقت وسوسے میں آپ ذرا ڈرائیونگ تو کریں ہاتھ پیر چھوٹتے نہیں چھوٹتے یہاں سے آپ پشاور چلے جائیں ڈرائیونگ کرتے وقت ہاتھ بھی،پیر بھی،دماغ بھی،آنکھ بھی،کان بھی ہر چیز بالکل ہر چیز alert یکسوئی کے ساتھ کام کرے گی۔یہاں سے پشاور تک آپ اگر،چھتیس گھنٹے میں پہنچتے ہیں تو چھتیس گھنٹے آپ کے ذہن میں یکسوئی رہتی ہے پانچ منٹ نماز میں آپ کا ذہن یکسوں نہیں رہتا یہ fraud ہے،جھوٹ ہے،اپنی جان کے ساتھ دھوکا ہے۔سوال یہ کیوں نماز میں یکسوئی نہیں ہوتی؟نماز میں یکسوئی اس لئے نہیں ہوتی کہ جب آپ گاڑی چلاتے ہیں تو آپ کے ذہن میں یہ بات ہوتی ہے اگر ذرا سا بھی خیال اِدھر اُدھر ہو گیا ہمارا Accident ہو جائے گا ہمیں مرنا ہی مرنا ہے کوئی مرے یا نہ مرے ہمیں تو مرنا ہی مرنا ہے۔

کھانا پکاتے وقت خاتون اس لئے یکسوں رہتی ہیں اسے پتا ہے اگر میں یکسوں نہ رہی تو یقیناً میرا ہاتھ جل جائے گا۔ہاتھ جل گیا اب کیا ہوا بھئی،میں بے خیالی ہو گئی تھی ہاتھ جل گیا۔اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے۔ہر آن،ہر لمحہ معاف ہی کرتا رہتا ہے۔معاف ہی کرتا رہتا ہے ہم لوگ اللہ تعالیٰ کی معافی کے لاپیدا کنار سمندر سے فیض یاب ہوتے ہوتے گستاخیاں کرتے ہیں۔

کوئی بچہ گستاخ ہو جاتا ہے ماں باپ زیادہ پیار کرتے ہیں دیکھیں اللہ تعالیٰ پھر بھی کتنے آپ گستاخ ہو جائیں اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے وہ کہتا ہے پھر آن یعنی درگاہے آن درگاہے امید میں ہزار بار توبہ مانگو میری درگاہ ناامید ہونے کی درگاہ نہیں ہے اگر تو اپنی توبہ کو ایک ہزار مرتبہ بھی توڑتا ہے،فکر نہیں کر میرے پاس آجا دس ہزار بار اگر توبہ کرنے سے بار بار توبہ چھوڑ میرے پاس آ آ تو سہی یہ اگر بات وسیع ہے میں رحمت ہوں رحمت قل ہوں اے انسان میں نے تیرے لئے یہ زمین بنائی اس زمین کے اندر محفوظ رہے میں تو ایک بھی نہیں بناتا مجھے تو کوئی food کی بھی ضرورت نہیں ہے،مجھے تو سائے کی بھی ضرورت نہیں ہے،میں نے تو زمین پر درخت اگائے میں نے تیرے لئے

www.ksars.org

پانی پیدا کیا، زمین کے اندر بھی پیدا کیا، آسمان سے بھی بارش برسائی اس لئے کہ تو خوش رہے تیرا پیٹ بھر جائے، میں نے تجھے نو مہینے بند کوٹری میں غذا دی میرا کیا فائدہ اس میں آپ بتائیں...؟ ہم اتنے سارے لوگ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے ہیں ہمارے پیدا ہونے سے اللہ کو کیا فائدہ ہو گیا؟

بتائیں کیا فائدہ ہوا اللہ کو...؟ ابھی تو پیدا بھی نہیں ہوا ابھی تو نے دنیا میں قدم بھی نہیں رکھا ہمیں تیری روزی کی فکر ہے۔ ہم نے تجھے ماں کے پیٹ میں بھی روزی دی۔ اب تو کیونکہ ماں کے پیٹ سے باہر آیا روزی کا جو طریقہ کار ہے وہ سب تبدیل ہو گیا۔ ہم نے تیری پیدائش سے پہلے تیری ماں کے سینے کو دودھ سے بھر دیا، دستر خوان بنا دیا، تو بیٹھ نہیں سکتا تھا، تو لیٹ نہیں سکتا تھا، تو اٹھ نہیں سکتا تھا، تو مکھی بھی نہیں اڑا سکتا تھا، ماں کے دل میں تیری لئے ممتا ڈال دی ماں کے دل میں شفقت ڈال دی، ماں نے نچوڑ نچوڑ کر اپنا خون دودھ کی شکل میں انڈیل دیا اور کبھی یہ نہیں سوچا میں اپنا خون اس بچے کے اندر انڈیل رہی ہوں۔ تو بڑا ہوا تجھے عقل دی، شعور عطا کیا، ہاتھ پیر مضبوط کئے، کمر مضبوط کی وہ کمر جو ہل نہیں سکتی تھی، کروٹ نہیں بدل سکتی تھی، اس کمر کو اتنی طاقت بخش دی کہ وہ جب مزدوری کرے تو ڈھائی من کی بوری اٹھا کر ادھر سے اُدھر کر دے۔

یہ آپ تصور تو کریں ایک نوزیدہ بچے کو سامنے رکھیں ہم سب نوزیدہ بچے ہیں کوئی بڑا نہیں پیدا ہوا آپ ہم اس طاقت میں چل رہے ہیں، پھر رہے ہیں، ایک نوزیدہ بچے کے بارے میں تصور کر کے ذرا سوچیں یہ اللہ تعالی کا انعام نہیں ہے اور اس انعام سے اللہ بچتا ہے۔ میں تو یہی سوچتا رہتا ہوں کہ اللہ تعالی کو کیا فائدہ سورج بنایا دھوپ نکل رہی ہے، اب سورج نہ نکلے یہاں کیڑوں مکوڑوں کے سوائے کچھ ہو گا سب کھا جائیں گے، چاند بنایا، ستارے بنائے۔ ستاروں سے قرآن پاک میں ہے ستاروں سے لوگ راستہ دیکھتے ہیں۔ یہ ساری جو کائنات بنی آپ کی جو باڈی ہے اس میں دل رکھ دیا اندر اس میں پھیپھڑے رکھ دیئے اندر۔ اب آکسیجن کے بغیر گزارہ نہیں ہے، ایک نہیں ساڑے ساتھ ہزار کا سلنڈر آتا ہے اور چھتیس گھنٹے سے چلتا ہے اور اس کی تکلیف الگ ہے وہ ایک دفعہ جہاں رکھ دیا نہ وہ سانس آرام سے نہیں آتا اس سے تو یہ جو آپ آکسیجن کھا رہے ہیں مفت کی اللہ میاں کو کیا فائدہ ہے۔

آپ کو جو تندرستی توانائی، انرجی عطا کی ہے۔ آپ تو اس ساری توانائی کو نہ صرف کہ مخالفت میں خرچ کر رہے ہیں اللہ تعالی کی توانائی کو آپ اللہ کی مخالفت میں خرچ کر رہے ہیں یا اللہ تعالی کی ہدایت کی مطابق استعمال کر رہے ہیں۔ سب بولیں... اگر آپ اس توانائی کو اللہ تعالی کے لئے استعمال کریں تو اس میں اللہ کا کیا فائدہ ہے؟ فائدہ کس کا ہے...؟ تو اللہ تعالی نے یہ جو نظام کائنات اور جب اللہ تعالی کا پروگرام پورا ہوا جو کچھ اللہ تعالی نوع انسانی کی شعوری سکت کے مطابق اب اللہ تعالی نے فرمایا... الیوم اکملت... لکم دینکم... کہ آج کے دن دین کی تکمیل ہو گئی۔ نوع انسانی کا جتنا شعور ہے اس کے مطابق اس کا ہمیں بتانا تھا محمد ﷺ کا ہم نے بتا دیا۔ جب وہ بتا دیا تو مزید پیغمبر آنے کی گنجائش نہیں ہے۔ تو وقت کا اختتام ہو گیا کیوں ہو گیا...؟ دین کی تکمیل ہو گئی یعنی اللہ تعالی نے شعوری ساکت کے مطابق جو کچھ انسان کو سمجھانا چاہا وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت ہے۔

اب جس انسان کو رہنمائی حاصل کرنی ہے وہ میرے محبوب رسول اللہ ﷺ کی رہنمائی قبول کرے اور رسول اللہ ﷺ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن کریم پر تفکر کریں اگر وہ یہ نہیں کرتا تو اس کے لئے دین کی تکمیل نہیں ہوئی، یہ بہت سوچنے کی بات ہے۔ دین کی تکمیل

www.ksars.org

ہو گئی کس پر ہوئی حضور پاک پر حضور پاک پر دین کی تکمیل ہو گئی۔اب اگر حضور پاک کی سیرت طیبہ پر عمل ہوتا ہے تو دین کی تکمیل ہو گئی۔اگر رسول اللہ کی سیرت طیبہ پر عمل نہیں ہوتا ہے تو دین کی تکمیل نہیں ہو گئی۔اور رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ سارا کا سارا قرآن ہے یحبو لاللہ...میرے محبوب بندے ﷺ سے جتنی کوئی محبت کرتا میں اس سے محبت کرتا ہے میں اس سے کئی زیادہ محبت کرتا ہوں توآدم اور حوا کا یہ جو قصہ ہے اس کا اختتام اس کالب الباب یہ ہے اللہ تعالیٰ نے جو کائنات کا نظام بنایا ہے اس نظام کے کچھ قاعدے اور ضابطے بنائے تاکہ نظام میں کوئی فساد برپا نہ ہو۔

کوئی خرابی نہ ہو اور وہ سارا کا سار نظام حضور پاک نے قرآن کی صورت میں اپنی امت کے سامنے رکھ دیا ہے۔اگر وہ قرآنی نظام آپ سمجھ لیتے اگر رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کا آپ مطالعہ کر لیتے تو آپ کامیاب ہیں۔اور اگر اس کے خلاف زندگی گزر رہی ہے تو اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا...خسرت دنیاولاخرہ...دنیا میں بھی گھاٹا آخرت میں بھی گھاٹا ذلک...یہ تو ہے ہی گھاٹے میں جتنے اولیاء اللہ ہیں ان کی تعلیمات ہیں جو انبیاء ہیں۔جتنے مسلمین ہیں ان کی بھی یہی تعلیمات ہے۔جو انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔بات صرف اتنی سی ہے کہ ہم لوگ مادی دنیا میں اتناز یادہ مگن کہ ہمیں اللہ اور اللہ کے رسول کے قانون کا احساس ہی نہ رہا۔ہم اللہ کے رسول کی زبانی محبت کا دعویٰ تو کر سکتے ہیں لیکن جب رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ کا معاملہ آتا ہے وہاں ہمیں کہیں ہم دوسروں کو تو بہت نصیحت کرتے ہیں۔

اپنے گریبان میں جھانک کر کبھی نہیں دیکھتے ہر آدمی اس کی فکر میں ہے کہ میں اس کی اصلاح کر و۔ہر آدمی اس بات میں بڑے ذوق وشوق میں کہ میں اس کی اصلاح کر دوں، میں اس کو اچھا کر دوں، میں اس کو یہ مشورہ دے دوں۔جب تک انسان کی اپنی اصلاح نہیں ہو گی وہ دوسرے کی اصلاح کا اگر دعویٰ کرتا ہے تو وہ اپنی ذات کو دھوکا دیتا ہے۔حضرت عمر کا بڑا مشہور واقعہ ہے اس میں میں ختم کرتا ہوں دیر بہت ہو گئی ایک خاتون حضرت عمر کی خدمت میں ایک بچے کو لیکر آئی اس نے کہا یا امیر والمومنین میرا بچہ گڑ بہت کھاتا ہے۔آپ نے سنا ہو گا میرا بچہ گڑ بہت کھاتا ہے اور میرے حالات ایسے نہیں ہیں یہ اتنا گڑ کھلا سکو ہے میں اس کو اتنا گڑ فراہم کروں حضرت عمر نے یہ سنا اور سنے کے بعد فرمایا ایک ہفتے کے بعد لیکر آنا۔ایک ہفتے کے بعد پھر لیکر آئی تو حضرت عمر نے اس سے کہا بیٹا تمہاری اماں پریشان ہوتی ہیں گڑ کم کھایا کر وہ ان کو پریشانی نہ ہو جب وہ خاتون چلیں گئیں۔

دوسرے جو وہاں صاحبان بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے پوچھا یا امیر المومنین یہ بات کہنے کے لئے آپ نے ایک ہفتہ انتظار کروایا یہ تو اسی دن کہہ دیتے،آپ نے جواب دیا بات یہ ہے کہ مجھے خود گڑ کھانے کا بہت شوق تھا تو میں نے ایک ہفتے پریکٹس کی ہے ہیں گڑ نہ کھاؤں اب میری بات کا اس کے اوپر اثر ہو گا۔اگر میں پہلے دن کہہ دیتا تو اس کے اوپر اثر نہ ہوتا تو ہماری صورت یہ ہے کہ ہم اپنی اصلاح کی طرف توجہ نہیں کرتے ہر آدمی دوسرے آدمی کی اصلاح میں لگا ہوا ہے۔اب میں تھک گیا ہوں۔اللہ تعالیٰ آپ سب کو خوش رکھے اور اس مبارک محفل میں آپ سب حضرات کی تشریف آوری کا بہت شکریہ،انتظامیہ مراقبہ ہال کا بہت شکریہ،اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اپنے سے ہم نے جو کچھ سنا اس کو سمجھیں اور اس پر عمل کرنے کی ہمیں توفیق عطا فرمائے اور رسول اللہ ﷺ کی نسبت سے اولیاء اللہ سے ہمیں محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے آمین یارب العالمین۔

اختتام

www.ksars.org

www.ksars.org

غور و فکر کرنے کا طریقہ

بسم اللہ ...الحمد اللہ رب العالمین...

بسم اللہ وما ارسلنک اللہ رحمت العلمین مکان محمد وکان اللہ بکل شی ...انا اللہ وملا ئکتہ ...یایھا الذین

محترم خواتین و حضرات عزیز دوستوں پیارے بچوں السلام و علیکم جیسا کہ آپ نے بچوں کی تقریروں سے اور بیٹیوں کی باتوں سے اس پرو گرام سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کے سلسلے میں یہ محفل منعقد کی گئی ہے۔ عید میلا النبی کے مہینے میں اپنی خصوصیت کے ساتھ اور پورے سال کسی نہ کسی پورا کسی نہ کسی عنوان سے سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت طیبہ کے متعلق پرو گرام ہوتے رہتے ہیں اور الحمد اللہ رسول اللہ ﷺ کے متعلق جب بھی کوئی پرو گرام ہوتا ہے حضور کے شیدائی امتی اس پرو گرام میں بھرپور طریقے سے حصہ لیتے ہیں رسول اللہ کے یہ پرو گرام جو سال ہیں تقریباہر مہینے میں کہیں نہ کہیں منعقد ہوتے ہیں اس کے پیچھے یہ حکمت ہے کہ اپنے آقا اپنے مولا اپنے شافع اپنے مہربان اور اپنے نجات دہندہ خاتم النبیین کی سیرت طیبہ کا بار بار ہم لوگ مطالعہ کرتے رہیں اور اپنے آپ کو رسول اللہ کی عطا کردہ دین کی طرف متوجہ ہو اور اس دنیا کے ساتھ ساتھ آخرت کی دنیا کا بھی سامان اکٹھا کرتے رہے۔

اس سے ہر مسلمان واقف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی توحید اور وحدنیت کا پرچار کرنے کے لئے جو طریقہ پسند فرمایا ہے وہ یہ ہے اللہ تعالیٰ انسانوں میں سے ہی انسانوں کو منتخب کر کے اپنی رسالت اور نبوت پر فائز فرماتے ہیں اور ان تو کل نفس حضرات سے فرشتوں کے ذریعے رابطہ کرتے ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ کی طرف سے پیغام لیکر آتے ہیں اور یہ برگزیدہ بندے اللہ کے اس پیغام کو باغور سنتے ہیں۔ اور اس پیغام کو سنے کے بعد اللہ کو خوش کرنے کے لئے اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرنے کے لئے اور یہ بتانے کے لئے اللہ کے علاوہ کائنات میں کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے تمام پیغمبر اس پیغام کو دوہرانے کے لئے اپنی زندگی کا مقصد بنا لیتے ہیں اللہ کی یہ سنت انسانوں میں سے انسانوں کو برگزیدہ بنانا اور انسانوں میں سے انسانوں کو افضل بنا کر رسول اور پیغمبر بنانا رسول اور پیغمبر سے حضرت جبرائیل علیہ السلام کے لئے پیغام قائم کرنا یہ اللہ کی سنت ہے جو لاکھوں سال سے جاری و ساری ہے تمام پیغمبروں کی تعلیمات ایک ہی ہیں اور وہ یہ ہیں کہ انسان کو اس بات کا علم ہونا چاہئے کہ پیدا کرنے والی واحد ذات اللہ ہے۔

پیدا کرنے کے بعد انسان کو وسائل عطا کرنے والی ذات اللہ ہے، اور اللہ کے علاوہ اس دنیا میں اور اس ہزاروں دنیا میں اللہ کے علاوہ پوری کائنات میں پرستش کے علاوہ کوئی نہیں ہے۔

رسول اللہ کا ارشاد ہے میں کوئی نئی بات نہیں کہے رہا ہوں میرا مشن یہی مشن ہے جو میرے بھائیوں کا مشن تھا ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر کا یہ اعلان اللہ واحدہ لاشریک ہے اور عبادت کے لائق صرف اللہ ہے اور اللہ تعالیٰ شرک کو نہ پسند فرماتے ہیں جو ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کا اعلان آخری نبی نے بھی دوہرایا اور مکے کی زندگی میں بھی اس کی شروعات ہوئی جب رسول پاک نے اس پیغام کو دوہرایا جو ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں سے نوع انسانی کو منتقل ہوتا رہا تو لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی، طرح طرح کی اذیتیں دی، پریشانی میں مبتلا کر دیا، بائی کاٹ کر دیا اذیتوں کا کوئی خانہ ایسا نہیں چھوڑا جس سے رسول اللہ کو ان لوگوں نے تکلیف نہ پہنچائی ہو لیکن

www.ksars.org

حضور پاک یہی بات فرماتے رہے کہ اگر تم میرے ایک ہاتھ میں سورج رکھ دو دوسرے ہاتھ میں چاند رکھ دو تب بھی میں یہی بات دوہرا تا رہوں گا کہ خالق حقیقی اللہ ہے اور وہی ذات ہے جو پرستش اور عبادت کے لائق ہے اس کے علاوہ کسی کی بھی پرستش لائق اس طرح نہیں ہے یہ جو تم نے مکے میں تین سو ساٹھ بت رکھ لئے ہیں ان تین سو ساٹھ میں سے کسی بھی ایک بت کی حیثیت ایسی نہیں ہے نہ یہ سنتے ہیں، نہ یہ بولتے ہیں، نہ یہ چل پھر سکتے ہیں، جو مورتی بول نہ سکتی ہو، سن نہ سکتی ہو، مدافیت میں کچھ نہ کر۔

وہ کس طرح حجت ہو سکتی ہے لیکن لوگوں کی بات سمجھ میں نہیں آئی اور سمجھ میں نہیں آئی کہ ان کے اوپر لوگوں کی ایسی اجاداری تھی کہ جو ظالم تھے سرکش تھے اور باغی تھے رسول اللہ کی زندگی کے بارے میں جب ہم غور کرتے ہیں تو زندگی میں ایک سکھ نظر نہیں آتا اپنوں نے اتنے دکھ دیئے کہ رسول اللہ کو اپنا وطن مکہ چھوڑ کر مدینے ہجرت کرنی پڑی، مدینے میں بھی سازشوں کا جال بچھایا گیا اور ہر طرف سے اسلامی مشن کو فیل کرنے کی کوشش کی گئی سازشیں کی گئی بدعہدی کی گئی حد یہ ہے کہ جنگیں لڑی گئیں لیکن جب ہم حضور پاک کا کردار دیکھتے ہیں تو حضور پاک کا عمل دیکھتے ہیں تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ اللہ کے محبوب بندے رسول اللہ توحیدی مشن کے لئے چٹان کی طرح قائم رہے۔ جب اسلام کا بول بالا ہو گیا وہ لوگ بھی جنہوں نے اذیتیں دینے میں کوئی کسر باقی نہیں رکھی تھی لیکن جب وہ اسلام میں داخل ہو گئے رسول اللہ نے اپنی ہر تکلیف کو بھلا دیا اور ان سے عفو درگزر سے کام لیا رسول اللہ سے ہم لوگ محبت بھی کرتے ہیں ہم لوگوں کو عشق کا دعویٰ بھی ہے الحمد اللہ ہم رسول اللہ کا لا الہ اللہ محمد... کلمہ پڑھ کر اسلام میں داخل ہوئے ہیں تو ہمارے اوپر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔

ایک جب ہم عملاً، قولاً، فعلاً زبان کے اقرار کے ساتھ دل کے اقرار کے ساتھ باہوش وحواس میں اللہ کے پیغام پر مان کر داخل ہو گئے ہیں، تو مشن الٰہی کو چلانے کے لئے ہماری اوپر بھی وہی ذمہ داریاں عائد ہو جاتی ہیں جن ذمہ داریوں کو حضور نے پورا کر کے دیکھایا ہے۔ اس وقت جو انسان کو حال ہے مسلمان کا حال ہے وہ کسی سے چھپا ہوا نہیں ہے۔ ہمیں اس بیماری کی اس ذلت کی جو مسلمانوں کو عقائد ہوئی ہیں۔ جو ہمیں مل گئی ہیں اس کا حل تلاش کرنا چاہئے یہ دیکھنا چاہئے یہ ساری برائیاں مسلمانوں کے خانے میں کیوں آگئی ہیں۔ تو جب آپ سوچیں گے تو آپ کو ایک ہی جواب ملے گا کہ رسول اللہ کا اقرار تو ہم کرتے ہیں لیکن جب رسول اللہ کی سیرت طیبہ کا معاملہ آتا ہے۔ جب رسول اللہ کے اعمال حسنہ پر عمل کرنے کا وقت آتا ہے تو ہم لوگوں کا وہ قول و فعل نہیں ہوتا جو ہم زبان سے ادا کرتے ہیں جب ہم اس بات کا قرار کر چکے ہیں رسول اللہ ہمارے پیغمبر ہیں، اللہ کے رسول ہیں تو اللہ کے رسول میں ہمیں اللہ کی کتاب کا علم عطا فرما دیا ہے ہمارے لئے قوانین عطا کر دیئے ہیں۔

اور زندگی گزارنے کے لئے خود اعمال کر کے دیکھا دیا ہے مثلاً اگر سیرت طیبہ کو پڑھا جائے تو ہم بآسانی اس بات سے باخبر ہو جاتے ہیں کہ حضور پاک شوہر کیسے تھے ہمیں اس بات کو علم ہو جاتا ہے کہ رسول اللہ نے باپ کی حیثیت سے انہوں نے زندگی کس طرح گزاری ہم اس بات سے باخبر ہو جاتے ہیں رسول اللہ نے جب تجارت فرمائی کہ سوداگری کے کیا اصول تھے جو حضور پاک نے وعدے پورے فرمائے۔ جب ہم نفرت حسد غصہ کینہ جیسے بدترین اعمال میں خود کو گرفتار کرتے ہیں تو ہمارے سامنے یہ بات بڑی آسانی آجاتی ہے کہ رسول پاک کے اندر عفو و درگزر کتنا تھا ہر مسلمان جانتا ہے کہ جنگ عہد میں رسول اللہ ﷺ کے چچا امیر حمزہ شہید ہوئے اور ہندہ نے

www.ksars.org

حضرت امیر حمزہ کے کان ناک اور اعضاء کاٹ کر رسی میں پیرو یا اور گلے میں پہن کر میدان جنگ میں رقص کیا۔ لیکن جب ہندہ رسول اللہ کے دربار میں آکر اسلام قبول کرتی ہے تو رسول اللہ نے اتنا ظلمانہ، گھناونہ، وحشیانہ اور درندگی کے عمل کو بھی رسول اللہ نے معاف فرمادیا۔

ہم جب مسلمانوں کی زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ایسا نظر آتا ہے بھائی بھائی کا دشمن بنا ہوا ہے حسد کی آگ بھڑکی ہوئی ہے شوہر بیوی سے نا راض ہے بیوی شوہر سے ناراض ہے بچے والدین سے سہمے ہوئے ہیں والدین کا بچوں پر اعتماد نہیں رہا نفسہ نفسی کا عالم ہے کہ جس کو دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے انسانی قدریں عملاً ختم ہو گئی اس کی کیا وجہ ہے اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم رسول اللہ کا تذکرہ تو بھی کرتے ہیں رسول اللہ کی سیرت کے سلسلے میں محفل بھی سجاتے ہیں بڑے بڑے پروگرام کرتے ہیں ان پروگراموں میں شامل بھی ہوتے ہیں بلاشبہ یہ بہت اچھا کام ہے اعمال حسنہ ہے۔

رسول اللہ کی شان میں جب کوئی محفل منقد ہوتی ہے تو اللہ تعالی کے ارشاد ہے اس محفل میں آسمانوں سے فرشتے نازل ہوتے ہیں اور رحمتوں کی دعا کرتے ہیں لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو اس عمل میں ہمارے سامنے رسول اللہ کے سیرت کے جو پہلو ہیں وہ فراموش ہو جاتے ہیں مسلمانوں کے لئے میری دانست میں بہترین عمل یہ ہے کہ ہر مسلمان کو رسول اللہ کی سیرت طیبہ کا بھرپور اور مطالعہ کرنا چا ہئے اور رسول اللہ کی سیرت طیبہ پڑھ کو جس طرح رسول اللہ نے اس دنیا میں رہتے ہوئے زندگی گزاری ہے اس اعمال کی نقل کرنی چا ہئے، رسول اللہ کے اعمال حسنہ پر عمل کرکے ہمیں یہ ثابت کرنا چاہئے ہم رسول اللہ کے سچے، شیدائی اور مخلص پیروکار ہیں سیرت طیبہ جتنی زیادہ پڑھی جائے گی اسی مناسبت سے رسول اللہ کی طرز فکر ہمارے اندر منتقل ہو گی۔ اور جتنی رسول اللہ کی طرز فکر ہمارے اندر منتقل ہو جائے گی اسی مناسبت سے ہمارے اندر پیغمبران علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرز فکر منتقل ہو جائے گی اس لئے کہ جو ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں نے فرمایا وہ رسول اللہ نے بھی فرمائی۔

اور حضور پاک نے فرمایا میں کوئی نئی بات نہیں کہہ رہا ہوں دین کے بارے میں جو میرے بھائی پیغمبروں نے کہی میں اسی کو دوہرا رہا ہوں ہر پیغمبر نے یہ کہا اللہ واحدہ لاشریک ہے اللہ پرستش کے لائق نہیں ہے ایمان لاؤ اللہ پر، ایمان لاؤ فرشتوں پر، ایمان لاؤ پیغمبر پر، ایمان لاؤ کتابوں پر، ایمان لاؤ تقدیر نیک اور برائی کی تقدیر پر اس لئے کہ سب کچھ اللہ کے ہاتھ میں ہے یہی بات ہمارے آقا ہمارے مولا محمد رسول اللہ نے فرمایا کہ ایک مومن کی علامت یہ ہے کہ اس کا ایمان ایک اللہ پر ہو، مومن کی شناخت یہ ہے کہ وہ اللہ کی نازل کی ہوئی کتابوں پر ایمان رکھتا ہوں اللہ کے جتنے بھی رسول بھیجے ہوئے ہیں ان پر اس کا ایمان ہو، فرشتوں پر اس کا ایمان ہو اور یوم آخرت پر اس کا ایمان ہو، ہم زبانی جمع خرچ تو بہت کرتے ہیں لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو ہر شخص اس کو بآسانی محسوس کر سکتا ہے میرے سمیت اپنے گریبان میں منہ ڈال کر دیکھ سکتا ہے جب ہم عمل میں آتے ہیں اور رسول اللہ کا تذکرہ کرتے ہیں تو ہر انسان کو اپنے آپ سے شرم محسوس ہوتی ہے اور اس شرم کی بنیاد یہی ہے کہ الحمد اللہ ہمارے ذہن میں رسول اللہ کا عشق موجود ہے ان کی محبت موجود ہے ہم چاہتے ہیں کہ رسول اللہ کی سیرت پر عمل کرکے رسول اللہ کی خوشنودی کا ذریعہ بنے۔

www.ksars.org

لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو ہماری ذاتی خواہش ہے ہمارا خاندانی وقار ہمارے اندر شیطان کا پھونکا ہوا غرور ہمارے سامنے آجاتا ہے ان تمام دیوار کو منہدم کرنے کے لئے ان تمام برائیوں سے بچنے کے لئے اور ان تمام اونچی اونچی دیواروں سے پھلانگنے کے لئے ایک ہی نسخہ ہے وہ یہ ہے الحمداللہ ہم حضور پاک کے امتی ہیں ہمارے دلوں میں حضور کی محبت بھی ہے ہمارے دلوں میں حضور پاک کا عشق بھی ہے تو کام تو پورا ہوا ہے۔ صرف اتنا ہے کہ رسول اللہ نے جس طرح دنیا میں زندگی گزاری اس زندگی کے بارے میں ہمیں علم ہونا چاہئے ہماری آنکھیں اس بات سے واقف ہوں کس طرح چلتے تھے، کس طرح بیٹھتے تھے، کس طرح تبلیغ فرماتے تھے، کس طرح مہمان نوازی فرماتے تھے اور کتنا ان کے اندر عفو در گزر تھی جب ہم رسول اللہ کی عملی زندگی کو کتابوں میں سیرت کی کتابوں میں پڑھیں گے ایک دفعہ پڑھیں گے دو دفعہ پڑھیں گے تین دفعہ پڑھیں گے انشااللہ اللہ کے فضل و کرم سے رسول اللہ کی سیرت طیبہ کا ہمارے اوپر نفاذ ہو جائے گا۔

ہماری زندگی میں رسول اللہ کے اعمال حسنہ جاری ہو جائیں گے۔ اور جب ایسا ہو جائے گا ہم رسول اللہ کے فضل و کرم سے سچے اور پکے مسلمان ہو جائیں گے۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے یحبون یحبلا... جب حضور کے امتی، حضور کے نام لیوا، حضور کے عاشق حضور سے محبت کر تے ہیں تو اللہ تعالی فرماتے ہیں میرے محبوب بندے محمد رسول اللہ سے کوئی شخص جتنی محبت کرتا ہے تو اللہ تعالی کئی زیادہ اس بندے سے محبت کرتا ہے۔ رسول اللہ کی سیرت طیبہ کا مطالعہ کیجئے، رسول اللہ کی ذات اقدس پر درود پاک بھیجئے، اناللہ... تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے رسول اللہ پر درود بھیجتے ہیں اے مومنوں تم بھی اللہ کے محبوب بندے محمد رسول اللہ پر درود سلام بھیجو۔ یہ محفل عظیمیہ روحانی سلسلے کے تعاون سے اس وقت قائم ہوئی ہے۔ آپ لوگ یہاں تشریف لائے عظیمیہ روحانی لائبریری کا سلسلہ ہے یہ بھی سلسلہ عظیمیہ نے اس لئے قائم کیا ہے لوگ لائبری میں تشریف لائیں۔

رسول اللہ کی تعلیمات کا مطالعہ کریں اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کریں۔ دین کے بارے میں باخبر ہوں اور ساتھ ساتھ جسم اور روح کے رشتے کا پتہ بھی کریں کہ جسمانی رشتہ اور روحانی رشتہ کیا ہے۔ اس سلسلے میں بہت مختصر بات میں آپ سے عرض کروں گا کہ ہر انسان جو زندہ ہے یہاں بیٹھا ہوا ہے یا کہی بھی ہے اس کی زندگی روح کے ساتھ قائم ہے آپ نے دیکھا ہے جب جسم میں سے روح نکل جاتی ہے تو آدمی مردہ ہو جاتا ہے کوئی انسان اس وقت تک کھانا نہیں کھاتا جب تک اس کے اندر روح نہ ہو اس لئے جب تک اس کے اندر روح نہ ہو گی وہ مر جائے گا اور مردہ کھانا نہیں کھاتا اور کوئی انسان اس وقت تک کاروبار نہیں کر سکتا جب تک اس کے اندر روح نہ اس لئے کوئی بھی جسم روح کے بغیر کاروبار نہیں کرتا کوئی انسان سنتا بھی اسی وقت ہے جب اس کے اندر روح ہوتی ہے۔ کسی انسان کی شادی بھی اسی وقت ہوتی ہے جب وہ زندہ ہو اور اس کے اندر روح موجود ہو۔

جتنا بھی آپ جسمانی رشتے کے بارے میں غور و فکر کریں گے آپ کو ایک ہی جواب ملے گا کہ جسمانی حرکات و سکنات اسی وقت تک ہیں جب تک انسان کے اندر روح ہے اور جب انسان کے اندر سے روح نکل جاتی ہے آپ رات دن کا مشاہدہ ہے لوگ انتقال کرتے ہیں آپ جاکر قبروں میں ڈال آتے ہیں عظیمیہ روحانی لائبری میں مطالعہ کرنے سے آپ کو جسمانی اور روحانی رشتے کا پتا چلے گا۔ جس طرح ہم اس دنیا میں رہتے ہیں اس طرح ہم اس دنیا کو چھوڑ کر دوسری دنیا میں جانا ہے اور دوسری دنیا میں اگر ہمیں آرام پانا ہے اچھی زندگی گزارنی

www.ksars.org

ہے تو ہمیں پیغمبرانہ تعلیمات کے مطابق جسم کے ساتھ ساتھ روح کے بارے میں معلومات حاصل کرنا ہوگی۔ میری دعا ہے اللہ تعالی انہیں اللہ کے مشن کے لئے اور رسول اللہ ﷺ کی تعلیمات کو پھیلانے کے لئے زیادہ سے زیادہ ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔ آپ سب حضرات تشریف لائے میں آپ کی تشریف آوری کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

اختتام

www.ksars.org

اولیاءاللہ کے وصال کو کہتے ہیں۔"اس دنیا سے پردہ فرمالیا ۔۔۔" اس کی وضاحت فرمادیں؟

سلطان محمد عظیمی صاحب کا سوال ہے اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جو مارے جائیں گے انہوں مردہ مت کہوں بلکہ وہ شہد زندہ ہیں۔دوسری جگہ قرآن میں تحریر ہے کہ اللہ کے دوستوں کو نہ کوئی ڈر ہوتا ہے نہ ہی خوف اس کا مطلب یہ ہوا اللہ کے نیک اور مومن بندے جب اس دنیا سے پردہ کر جاتے ہیں تو پردہ کر جانے کے باوجود بھی زندہ ہیں تو آپ سے یہ پوچھنا ہے کہ شہدائے بزرگ ہستیاں کن خدوخال میں زندہ ہیں۔اس طرح جب روح جسم کا ساتھ چھوڑ دیتی ہیں تو آٹھ گھنٹے کے بعد مادی جسم گلنا شروع ہو جاتا ہے۔لیکن خواب میں جب روح جسم کا ساتھ چھوڑتی ہے تو جسم کیوں نہیں گلتا؟اسی طرح ایک شخص ایک سال سے کومہ میں چلا گیا لیکن پھر بھی اس کا جسم خراب نہیں ہوتا آخر ایسا کیوں ہے؟روحانی نقطہ نظر سے اس کی وضاحت مثالوں کے ساتھ بیان کریں۔

عظیمی صاحب:بسم اللہ...خواب اور بیداری کی زندگی ہمارے سامنے ہے۔خواب اور بیداری کی زندگی ہر شخص کے مشاہدے میں ہے اور ہر شخص زندگی کے دوڑخوں میں سفر کرتا ہے اور کر رہا ہے۔خواب کی زندگی ہمیں بتاتی ہے اس کے باوجود کے ہم دنیاوی معاملات سے اور دنیاوی حالات سے دور ہو جاتے ہیں۔اور مادی دنیا اور مادی وسائل سے ہمارا تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔لیکن اس کے باوجود بھی ہمارا جسم خراب نہیں ہوتا کومے کی بھی یہ صورت ہے کومے میں اور خواب میں یہ فرق ہے نیند چار گھنٹے کی ہوتی ہے اور دوسری یہ کہ نیند کی حالت میں کوئی بھی طریقہ اختیار کر کے سونے والے آدمی کو بیدار کیا جا سکتا ہے۔لیکن اگر کوئی آدمی کومہ میں چلا گیا تو اس کو اس طرح بیدار نہیں کیا جا سکتا جس طرح ایک سوئے ہوئے آدمی کو بیدار کیا جا سکتا ہے۔ساتھ ساتھ ہمارے سامنے یہ بات بھی ہے کہ کومہ سے جب مریض نکلتا ہے وہ بھی صورت یہی ہوتی ہے کہ جیسے کوئی آدمی سو کر اٹھ گیا ہو۔

فرق یہ ہے کوئی چار گھنٹے سوتا ہے کوئی آٹھ گھنٹے سوتا ہے۔کوئی چوبیں گھنٹوں کے لئے ہی کومہ میں چلے جاتا ہے۔کوئی بیس سال تک کومہ میں رہ کر یعنی خواب کی زندگی میں رہ کر بیس سال کے بعد دوبارہ آتا ہے روحانی علوم میں ایسی مشقیں بھی ہیں اور دنیا میں ایسے لوگ موجود ہیں جو اپنے ارادے اختیار سے اپنے اوپر سو سال نیند طاری کر دیتے ہیں۔ہندوویوں میں ان لوگوں میں جو واحد ہیں سالیوں میں جوگیوں میں ایک اصلاحی نام موجود ہے۔کپالی چڑھانا سے کہا جاتا ہے۔کپالی چڑھانا کا مطلب یہی ہے کہ وہ اپنے ارادے اختیار سے مراقبے میں جا کر نیند پر سو سال، پچاس سال، تیس سال، پچیس سال، نیند طاری کرے یعنی وہ اپنے ارادے اختیار سے یعنی پچاس سال تک، سو سال تک سوتے رہے۔جب سو سال پورے ہوتے ہیں تو اسی طرح بیدار ہو جاتے ہیں۔جس طرح عام آدمی سونے کے بعد آٹھ گھنٹے میں، چار گھنٹے میں، بارہ گھنٹے میں بیدار ہو جاتا ہے۔

www.ksars.org

ایسے بھی لوگ موجود ہیں جو چوبیس چوبیس گھنٹے سوتے رہتے ہیں۔ایسے بھی لوگ موجود ہیں جو چھتیس چھتیس گھنٹے سوتے رہتے ہیں اور ان کی کمر ہی نہیں دوکھتی۔یہ ساری مثالیں اور سارے تجربات اس طرف رہنمائی کرتے ہیں کہ انسان کا شعور،انسان کا اختیار،اس قابل ہے تو وہ چاہے نیند کے وقفے کو زیادہ سے زیادہ کرلے۔اور وہ چاہے نیند کے وقفے کو کم سے کم کرلے۔حضرت عبدالقادرؒ کا ارشاد ہے کہ مومن کو دو گھنٹے ۴۵ منٹ سے زیادہ نہیں سونا چاہئے۔چوبیس گھنٹے میں اگر کوئی آدمی دو گھنٹے ۴۵ منٹ سے زیادہ سوتا ہے تو وہ روحانی نقطہ نظر سے اپنے اوپر ظلم کرتا ہے اور اپنا بہت بڑا نقصان کرتا ہے۔جب کہ عام دنیا میں دو گھنٹے ۴۵ منٹ سونا ایک ناممکن صفات نظر آتی ہے۔ جب ہم روحانی لوگوں کو دیکھتے ہیں۔یہ روحانی لوگوں کے حالات واقعات پڑھتے ہیں۔تو نظر آتا ہے وہ بندے دو گھنٹے ۴۵ منٹ سے کم بھی سوتے ہیں اور ان کی نیند پوری ہو جاتی ہے۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے بارے میں یقینی طور پر اس بات کو جانتا ہوں کچھ اسباق ایسے تھے جو انہوں نے پڑھے اس میں وہ دس دن اور دس رات مسلسل جاگتے رہے پتا چلا کہ آدمی کے اندر اتنی صلاحیتیں موجود ہیں کہ اگر وہ چاہے تو دس دن اور دس رات جاگ سکتا ہے۔یہی ہی صورت قرآن کے بیان کردہ حالات حضرت موسیٰ علیہ السلام ہمارے سامنے ہے۔کہ چالیس دن چالیس راتیں کوہ طور پر رہے اور چالیس دن چالیس انہوں نے جاگ کر یا خواب کی زندگی میں گزاری۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہم نے موسیٰ سے تیس راتوں کا وعدہ کیا اور چالیس راتوں میں پورا کر دیا۔جہاں بھی قرآن پاک میں رات کا تذکرہ آیا ہے۔وہاں خواب کا آغاز زیر بحث آتے ہیں اور جہاں قرآن پاک میں لیل کے ساتھ نہار کا تذکرہ آیا ہے۔وہاں اللہ تعالیٰ بیداری کے حواس کا تذکرہ رکھتے ہیں۔تو یہ بات تو ثابت ہوگئی کہ اگر آدمی سو رہا ہے اس کے سونے کی حالت آٹھ گھنٹے کی ہو زیادہ وقفے کی ہو،بیس سال کی ہو اگر وہ سو رہا ہے تو اس جسم خراب نہیں ہوتا۔

لیکن اگر وہ سو نہیں رہا اور سونے کے حواس اس سے چھین لئے گئے ہیں۔تو جسم جو ہے چند گھنٹے کے بعد خراب ہو جاتا ہے اور سڑ گل جاتا ہے۔جب کوئی آدمی اللہ تعالیٰ کے دین کے لئے،اللہ تعالیٰ کے لئے،اللہ تعالیٰ کے حکامات کو پھیلانے کے لئے اپنی جان کا نظرانہ پیش کر دیتا ہے۔تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ سو رہے۔اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آدمی نے اپنے جو حواس ہیں بیداری کے،ان بیداری کے حواس کی نفی کرکے اپنے ارادے میں اختیار سے رات کے حواس میں داخل ہو گیا ہے۔رات کے حواس کا جب قرآن پاک میں تذکرہ آتا ہے دراصل وہ سارا کا سارا غیب کی دنیا کا تذکرہ ہے۔پھر آپ اس پر غور فرمائیں جب موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ آتا ہے تو وہاں بھی رات کا تذکرہ آتا ہے،سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے معراج شریف کا جب واقعہ آتا ہے تو وہاں بھی رات کا تذکرہ آتا ہے،سالانہ بجٹ کا جب تذکرہ آتا ہے اللہ میاں کے تو وہاں بھی رات ہی کا تذکرہ آتا ہے،شب برات جیسے آپ کہتے ہے،غیب کی دنیا میں داخل ہونے کا جب تذکرہ آتا ہے،حواس کے زیادہ ہونے کا جب تذکرہ آتا ہے۔

حواس کی رفتار بڑھنے کا جب تذکرہ آتا ہے،تو وہاں بھی رات کا تذکرہ آتا ہے۔ جس چیز کو آپ لیلۃ القدر کہتے ہیں انا انزلنہ فی الیلۃ القدر...انسان کی زندگی دو رُخوں پر چل رہی ہے۔ایک رُخ بیداری ہے۔اس کو اللہ تعالیٰ نے نہار کہا ہے اور ایک رُخ خواب ہے۔یعنی اس دنیا سے کٹ کر الگ ہو کر زندگی گزارنا اس کو اللہ تعالیٰ نے لیل کہا ہے۔خواب کہا ہے لیل کہا ہے۔تو خواب کی حالت میں ٹائم اسپیس کی گرفت ٹوٹ جاتی ہے اور بیداری کی حالت میں ٹائم اسپیس کی گرفت بندھ جاتی ہے۔تو شہدائے جو ہیں انہوں نے اپنی زندگی میں اپنی

www.ksars.org

مادی وجود میں رہتے ہوئے دن کے حواس میں قائم رہتے ہوئے دن کے حواس کی نفی کرکے اللہ تعالیٰ کے لئے اپنی جان کا نظرانہ پیش کیا۔اس لئے ان کے اوپر رات کے حواس غلبہ ہو گیا۔اس کا مطلب یہ ہوا ایک شہید آدمی مرتا نہیں ہے۔دراصل رات کے حواس میں منتقل ہو جاتا ہے۔

کیونکہ وہ مرتانہیں ہے رات کے حواس میں منتقل ہو جاتا ہے تو تجربہ یہ ہے کہ رات کے حواس میں انسان کا جسم خراب نہیں ہوتا بلکہ ایک انسانی جسم کو ایک خاص قسم کی ٹریننگ ہوتی ہے۔ایک آدمی دن بھر کام کرتا ہے وہ تھک کے چور ہو جاتا ہے۔دو گھنٹے کے لئے سو جاتا ہے۔ سونے کے بعد جب اٹھتا ہے تو اتنا فریش ہوتا ہے ایسا لگتا ہے اس نے کوئی کام ہی نہیں کیا۔تو اس کا صاف مطلب یہ ہے دن کے کاموں میں جواس کی توانائی جل گئی یاجوانرجی اس کی ختم ہوئی، سونے کی حالت میں دوبارہ وہ پروڈیس ہوگئی، پھر بحال ہوگئی۔اورانرجی جو ہے اس کا ذخیرہ ہو گیا۔تو اس سے یہ بات بھی پتا چلی ہے کہ انسان کا جسم، جس کو مادی وجود ہم کہتے ہیں۔انسانی جسم مادی وجود جب دنیاوی معاملات میں مصروف ہو کر تھک جاتا ہے تو اس تھکان کا ایک بہترین طریقہ یہ ہے اس بندے کو سولا دیا جائے۔اب آپ دیکھئے میڈیکل سائنس بھی یہی کرتی ہے۔

اب ایک آدمی ذہنی طور پر پریشان ہے، اس کو غم ہو گیا کوئی پریشانی ہو گئی۔خدانخواستہ گھر یں کسی عزیز جو بہت ہی قریب ہے اس کا انتقال ہو گیا۔دماغ کے اوپر ایک عجیب قسم کی بے چینی پریشانی، بے سکونی آدمی کے اوپر اس طرح طاری ہو جاتی ہے۔کہ لگتا ہے کہ اس آدمی کا ذہن اس طرف سے نہیں ہٹایا گیا تو یہ پاگل بھی ہو سکتا ہے، بیمار بھی ہو سکتا ہے، فالج بھی اس کے اوپر گر سکتا ہے، بلڈ پریشر میں مبتلا ہو سکتا ہے۔میڈیکل سائنس اس کا علاج یہ نکالا ہے اس نے کہ اس آدمی کو گولیاں کھیلا کر، انجکشن لگا کر سولا دیا جائے۔اور جب وہ سو کر اٹھتا ہے تو اس کے اوپر وہ غم کی کیفیت نہیں ہوتی جو سونے سے پہلے ہوتی تھی۔اس بات سے بھی یہی ثابت ہوا کہ انسان کی ذہنی تھکان اور انسان کا دماغی بوجھ انسان کے اوپر بیداری کے حواس میں جو پریشانیاں مصیبتیں، بے سکونی مسلط ہوتی ہے وہ سونے کے بعد ختم ہو جاتی ہے۔

یاان کا اثراتنا زیادہ کم ہو جاتا ہے کہ آدمی پریشان نہیں رہتا پریشان نظر نہیں آتا۔شہداء جانتے بوجھتے اپنے اختیار استعمال کرتے انسان کو سب سے زیادہ عزیزاپنی جان ہوتی ہے۔کوئی آدمی مرنا نہیں چاہتااور جتنے بھی غم انسان کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔پریشانیوں کے اگر اس کے بارے میں پوچھا جائے کہ تم کیوں خوامخوہ صبح سے لیکر شام تک محنت مزدوری کرتے ہو، پریشان ہوتے ہو تو آپ یہی کہے گے بھئی سب کچھ زندہ رہنے کے لئے کرتے ہیں۔تو انسان زندہ رہنے کے لئے رات دن جدوجہد کرتا ہے کوشش کرتا ہے۔جب زندہ رہنے کے لئے رات دن جدوجہد اور کوشش کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ مرنا نہیں چاہتا۔یعنی اپنے باطنی وجود کو قائم رکھنے کے لئے مرنا نہیں چاہتا۔جب وہ مرنا نہیں چاہتا تو بات یہ ہے وہ وجود کو قائم رکھنا چاہتا ہے۔جب باطنی وجود کو قائم رکھنا چاہتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں رہنا چاہتا ہے۔

جب دنیا میں رہنا چاہتا ہے تو اس کا مطلب ہے دنیا میں جتنے وسائل ہیں ضروریات ہیں ان کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔اگر وہ زندہ نہ رہنا چاہے تو زمین کے اوپر وسائل وہ ہی زیر بحث نہیں آئے گے۔زمین کے اوپر جتنے وسائل ہیں مثلاً کھیتی باڑی ہے، مثلاً پھل ہیں، فروٹ

www.ksars.org

ہیں، مثلاً ہوا ہے، گھروں کا بنانا ہے، شادی ہے، بیاہ ہے، بچے ہیں والدین ہیں، دوست احباب ہیں، یہ سب دراصل زندگی کی ایک ضروریات ہے۔ اگر یہ سب نہ ہو تو زندگی بے کار ہے۔ ایک آدمی ایسا نکلتا ہے ہزاروں لاکھوں کروڑوں جو ہیں کہ وہ اپنے باطنی وجود کا اقرار کر کے اپنے ارادے اختیار سے اس ظاہری وجود کی نفی کرتا ہے۔ ظاہری وجود کی نفی ایک تو اپنے ارادے اختیار سے ہوتی ہے۔ لیکن جب ہم سوتے ہیں اس وقت بھی ہمارے ظاہری وجود ظاہر جو ہے جس کو ہم نفی کر دیتے ہیں۔ اگر آپ نے دیکھا ہے اگر کسی انسان کا ذہن دنیاوی معاملات سے آزاد نہ ہو۔

جس کا تعلق جسم کو بحال رکھنے سے ہے۔ تو آدمی کو تو نیند ہی نہیں آتی۔ نیند آنے کا مطلب ہی یہ ہے ظاہری وجود سے انسان کا ذہن الگ ہو جاتا ہے۔ جب جسمانی وجود سے گوشت پوست کے وجود سے انسان کا ذہن الگ ہوتا ہے۔ جتنی دیر کے لئے بھی الگ ہوتا ہے اسی وقت اسے نیند آتی ہے۔ اگر وہ جسمانی وجود کے ساتھ چپکا رہے یا جسمانی وجود کے جو حواس ہیں ان کی گرفت زیادہ ہو جائے تو انسان سو نہیں سکتا اس کی نیند اڑ جاتی ہے۔ اس نے کہا نیند اڑ گئی بھئی نیند کیوں اڑ گئی کہ دماغ میں سکون نہیں ہے، دماغ منتشر ہے، دماغ میں ہزاروں لاکھوں خیالات ہیں جو کسی صورت سے دماغ کو نیند کی صورت کی طرف، خواب کی طرف، ٹائم اسپیس کی آزادی کی طرف توجہ نہیں ہو رہی ہے۔ اس لئے نیند نہیں آ رہی ہے۔ اب ہر آدمی آپ اس کیفیت میں چلے جائیں سونے سے پہلے یہ کیفیت آدمی کے اوپر ہوتی ہے کہ اس کا مطالعہ کیا جائے تو پہلی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ وہ جسم کو ٹوٹا ہوا محسوس کرتا ہے، وہ جسم تھکا ہوا محسوس کرتا ہے۔

یہ محسوس کرتا ہے کہ اب میرے جسم کو آرام کی ضرورت ہے۔ آرام کی ضرورت کے ساتھ ساتھ اس کے اندر جو اس کے دماغ میں جو تقاضہ پیدا ہوتا ہے، وہ یہ ہوتا ہے مادی جسم سے متعلق جو خیالات دماغ میں ہیں۔ ان سے آزاد ہو کر ان سے یکسو ہو کر میں نیند کی حالت میں چلا جاؤں جب یہ صورت حال ہوتی ہے تو آدمی سوتا ہے۔ آپ نے دیکھا ہو گا کہ یہ صورت حال واقع نہ ہو تو آدمی سو نہیں سکتا پھر آپ اس پر غور کریں۔ ایک آدمی ذہنی طور پر پریشان ہے، اسے خوف ہے، اسے غم ہے۔ کسی چیز کا تو اس غم اور خوف میں اسے نیند نہیں آتی۔ لیکن اگر وہی آدمی خوف اور غم سے نجات حاصل کر کے ذہنی طور پر یکسو ہو جاتا ہے تو اسے نیند آ جاتی ہے۔ نیند کا مطلب یہ ہے کہ آپ کا جو ظاہری جسم ہے۔ اس ظاہری جسم کو سنبھالنے کے لئے جتنے بھی خیالات ہیں ان سے آپ کو ذہنی آزادی حاصل ہو۔ اگر ذہنی آزادی حاصل نہیں ہو گی آپ سو نہیں سکتے۔

آپ یہ کوشش کرتے ہیں ذہنی آزادی حاصل ہو تا کہ آپ کے جسم کے اوپر جو تھکان غالب آ گئی ہے۔ آپ کے آرام میں جو کھنچاؤ پیدا ہو گیا ہے، آپ کے دماغ میں جو انتشار پیدا ہو گیا ہے تھکان پیدا ہو گئی ہے وہ دور ہو جائے۔ آپ سب چاہتے ہیں لیکن اگر آپ کے اندر یہ بات یقینی بن جائے جیسے میں سوئیوں گا میں دوبارہ نہیں اٹھوں گا۔ ما شاللہ اتنے سارے لوگ بیٹھے ہیں ایک آدمی بتایئے کیا ہم سو سکتے ہیں۔ اگر ہمارے اندر یہ یقین پیدا ہو جائے کہ آنکھیں بند کرنے کے بعد میں جیسے ہی سو جاؤں گا نیند میرے اوپر غالب آ جائے گی میں مر جاؤں گا۔ پھر اٹھ نہیں سکتا تو اس کا مطلب ہوا کہ کوئی آدمی کبھی سو نہیں سکتا۔ کیوں نہیں سو سکتا؟ اس لئے کہ وہ مرنا نہیں چاہتا۔ وہ نیند کی حالت میں جا کر مادی وجود کو آرام تو دینا چاہتا ہے وہ نیند جس کو آدھی موت کہا جاتا ہے۔ آدھی موت میں منتقل ہو کر دماغ کو آرام دینا چاہتا ہے لیکن مرنا نہیں چاہتا۔

www.ksars.org

حالانکہ وہ جب یہ کہتا ہے مجھے سونا ہے۔ مجھے خواب میں جانا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مادی زندگی سے خود کو آزاد کر رہا ہے اور خود کو دور کر رہا ہے۔ اور اس کے بر عکس ایک آدمی ایک کروڑ آدمی ایک ارب آدمی آدھی موت میں منتقل ہوتا ہے۔ حضور پاک ﷺ نے نیند کو آدھی موت سے تشکیل کیا ہے۔ ایک ارب آدمی یا پانچ ارب آدمی ایک آدمی بھی آپ کو ایسا نہیں مل سکتا جو اپنے ارادے اختیار سے آدھی موت کو گلے لگا لیتا ہے۔ جب وہ نیند میں ہوتا ہے۔ لیکن اس آدھی موت کو اس لئے گلے لگا رہا ہے۔ اس کے ذہن میں یہ بات ہے کہ اگر میں نے اس آدھی موت کو اپنے گلے نہیں لگا یا یا میں آدھی موت یں داخل نہیں ہوا تو مزید میں زندہ نہیں رہ سکتا میرے اعصاب ٹوٹ جائیں گے بکھر جائیں گے۔ ایک آدمی وہ اپنے مادی حواس کو جان بوجھ کر اپنے ارادے اختیار سے اللہ کے لئے ختم ہو جائے۔ یعنی شہید کا مطلب یہ ہے کہ وہ چاہتا ہی یہ ہے کہ مادی حواس سے خود کو آزاد کر کے ان حواس میں داخل ہونا جن حواس سے آدمی غیب کی دنیا سے سفر کرتا ہے اور جب حواس سے انسان کا تعلق اللہ سے ہوتا ہے۔

ذرا بات باریک ہے لیکن غور کریں گے تو سمجھ میں آئے گی۔ جب ایک آدمی آدھی موت کو اس لئے گلے لگاتا ہے کہ مجھے دوبارہ زندہ ہونا ہے۔ مجھے اس دنیا میں زندہ رہنا ہے اور اس کو موت نصیب ہو جاتی ہے اور اس موت کا حال یہ ہے۔ جب وہ اٹھتا ہے تو اس کا جسم خراب نہیں ہوتا۔ اب ایک آدمی اپنے ارادے اختیار سے اپنی موت کو پوری طرح گلے لگا لیتا ہے یا موت سے مل لیتا ہے۔ موت سے ملنے کا مطلب یہ ہیں کہ رات کے حواس سے غیب کے حواس سے اپنے ارادے اختیار سے داخل ہونے کے لئے مادی وجود کی نفی اس لئے کر دیتا ہے۔ کہ گردن کٹا دیتا ہے تو اس بندے کا جسم نہیں سڑتا ہے۔ جب پھر آپ غور کریں حضور پاک نیند کو آدھی موت سے تسلیم دیا ہے۔ قرآن پاک میں بھی ہے ہم تمہارے اوپر موت وارد کر دیتے ہیں پھر تمہیں زندہ کر دیتے ہیں۔ سونا موت سے قریب ترین حالت ہے فرق یہ ہے سونے میں جسم کا رشتہ روح سے اس طرح قائم رہتا ہے کہ سانس کا آنا جانا رہتا ہے۔

لیکن سونے میں اور موت میں کوئی فرق نہیں ہوتا اب گہری نیند میں آپ سو رہے ہیں کچھ بھی آپ کو پتا ہی نہیں چلتا اگر گہری نیند ہو آپ کو پتا ہی نہیں چلتا گھر میں کیا ہو گیا کیا نہیں ہوا اگر گہری نیند اتنی زیادہ ہو جائے اس نیند سے آپ کو بیداری میں لانا مشکل عمل ہو اس کو آپ بے ہوش ہونا کہتے ہیں۔ ایسی بہوشی آپ کے اوپر طاری ہو جائے کہ آپ دوا دارو سے اس کو آپ ہوش میں نے لا سکیں۔ سانس آرہا ہے لیکن آپ بے ہوش ہیں ایسی بے ہوشی جس کی کوئی لمیٹ نہ ہو اسکو آپ کومہ کہتے ہیں۔ بندہ کومہ میں چلا گیا۔ لیکن بات وہی ہے انسان اپنے ارادے سے موت میں اور زندگی میں در عمل رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتے ہیں کہ ہم موت سے زندگی نکالتے ہیں اور زندگی سے موت نکالتے ہیں۔ اب ایک آدمی سو گیا سونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ موت سے قریب ترین زندگی میں چلا گیا۔ سونے کے بعد بیدار ہو گیا۔

اس کا مطلب ہے موت قریب تر ہو کر واپس زندہ ہو گیا۔ کہ موت زندگی سے بھی چل رہی ہے۔ زندگی موت سے بھی چل رہی ہے۔ شہید کا جسم اس لئے خراب نہیں ہوتا کہ پیغمبران علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جسم اس لئے خراب نہیں ہوتا کہ ان کی جو زندگی ہے اس زندگی یں موت کی زندگی کو زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ موت بھی ایک زندگی ہے۔ یہ ہم جو موت سے ڈرتے ہیں اس کی ایک بڑی وجہ یہ ہے کہ ہم موت کو زندگی نہیں مانتے اب آپ یہ دیکھئے آپ عالم ارواح میں پیدا ہوئے سب علوم جانتے ہیں کہ بھئی اللہ تعالیٰ نے کن کہا اور

www.ksars.org

کائنات بن گئی۔اب کچھ پتا نہیں وہاں کہاں سے چلے، کہاں گئے، کہاں گزرتے، گزرتے گزرتے یہاں اس دنیا میں آگئے۔یعنی روح اس دنیا میں آگئی تو جب اس دنیا میں روح آگئی تو اس کا صاف مطلب ہے یہاں آنے سے پہلے جہاں ہم تھے وہاں ہم پر موت وارد تھی یہاں آنے سے پہلے جہاں ہم تھے وہاں ہم پر موت وارد نہ ہوتی تو ہم یہاں پیدا ہی نہیں ہوتے۔

اسی صورت سے جب یہاں ہمارے اوپر موت وارد ہوتی ہے تو ہم کہیں اور چلے جائیں کسی دوسرے عالم میں چلے گئے۔تو ایک ردوبدل ہے۔ایک ردوبدل ہے ساری کائنات ہر وقت اس میں یہ متعین ہورہا ہے کہیں سے آدمی جارہا ہے کہیں سے آرہا ہے۔ایک آنا جانا جو ہے وہ پابندی کا آنا جانا ہے۔دیکھئے مرنا سب کو لیکن جب ایک آدمی مرنا ہی نہیں چاہتا جو آدمی مرنا ہی نہیں چاہتا تو اسے ملائکہ الموت گھسیٹ کر لے جاتا ہے۔لیکن ایک آدمی موت اور زندگی کی حقیقت سے واقف ہے وہ تو خوشی خوشی جائے گا۔اب جیسے ہم یہاں سے جاتے ہیں۔جس کو ہم مرنا کہتے ہیں ایک تو مرنا جو ہے وہ فنا ہونا نہیں ہوتا۔مرنا ایک الگ امر ہونا یعنی قائم ہو جانا عربی کی طرف آپ آئیں تو انتقال ہونا...یعنی اس دنیا سے دوسری دنیا میں منتقل ہو جانا۔مرنے کا مطلب یہ ہے اس دنیا سے دوسری دنیا میں منتقل ہو جانا۔یعنی انتقال ہونا ختم ہونا نہیں ہے فنا ہونا نہیں ہے۔

نیست و نابود ہونا نہیں ہے۔منتقل ہونا انتقال ہو گیا۔صاحب فلاں صاحب کا انتقال ہو گیا وہ عالم اعراف میں منتقل ہو گئے۔تو آدمی جو ہے برابر اوپر سے آرہا ہے روز نزول کر رہا ہے روز نزول سے اوپر جارہا ہے صعود کر رہا ہے حضور پاک نے بھی فرمایا کہ مومن کی نشانی یہ ہے کہ اسے اس زندگی میں رہتے ہوئے مرنے کی بعد کی زندگی سے واقف ہو جانا چاہئے۔اس زندگی میں رہتے ہوئے ہر مسلمان مرد اور عورت پر یہ فرض ہے کہ وہ اس دنیا میں رہتے ہوئے مرنے کے بعد کی زندگی کا مشاہدہ کرلے۔اس دنیا میں رہتے ہوئے اسے اس بات کا علم ہو کہ جب میرے جسمانی وجود پر موت وارد ہو گی تو یہ موت یہ نہیں ہے کہ میں فنا ہو گیا بلکہ یہ موت یہ ہے کہ میں کہیں اور منتقل ہو گیا۔اب آپ یہاں سے لندن جاتے ہیں۔لندن میں برف پڑ رہی ہے۔سردی ہے یہاں گرمی ہے۔یہاں آپ ململ کا لباس پہن رہے ہیں یا کوئی معمولی موٹا لباس پہنا تو اگر ہم اس جسم کو سمجھنے کے لئے مثال کھال مثال ہے۔

اس کو ہم روح سمجھتے ہیں۔جسم ہمارا جو ہے روح ہے اور یہ روح جو ہے یہ اپنے آرام کے لئے،اپنے تحافظ کے لئے، بیماریوں سے بچنے کے لئے،لباس پہنتے ہیں۔مثلاً آپ یہاں لندن والا لباس پہن لیں گرمی میں آپ بیمار ہو جائیں گے۔آپ کے جسم پر دانے دانے ہو جائیں گے۔لندن میں جانے کے بعد آپ یہ لباس پہن لیں تو آپ کو نمونیہ ہو جائے گا بیمار ہو جائیں گے اس گوشت پوست کے جسم کو ہم یوں سمجھ لیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ گرمی میں سوتی کپڑے پہن رہے ہیں جب آپ لندن جائیں گے تو کپڑے وہ یہاں اتار کر جائیں گے۔لندن تو بعد میں جائیں گے پہلے تو یہی اتار کر پھینک دیں گے۔بولیں گے بھئی ٹھیک ہے تھوڑا سا پسینہ آجائے گرمی ہو جائے وہاں نمونیہ نہ ہو۔یہاں سے پہن کر جائیں گے کپڑے تو یہ جو روح ہے یہ اپنے آپ کو ظاہر کرنے کے لئے نئے نئے لباس بناتی ہے۔مثلاً جب ہم یہاں پیدا نہیں ہوئے تھے تو ہم وہاں کہیں تھے وہاں بھی لباس پہنتے تھے کیسا لباس پہنتے تھے روشنیوں کا لباس پہنتے تھے اور جب ہم یہاں آگئے یہاں سے ہم لندن جاتے ہیں ظاہر ہے یہاں کا لباس اتار کر پھینک دیتے ہیں لندن میں لندن کا لباس پہنتے ہیں۔

www.ksars.org

یہاں مرنے کے بعد روح عالم اعراف میں جاتی ہے۔ جہاں ہم مرنے کے بعد رہتے ہیں۔ تو یہ لباس اتار کر ہم وہاں کا لباس پہنتے ہیں۔ تو یہ جو مادی دنیا کا لباس ہے یہ گوشت پوشت کا لباس ہے کھال ایک صورت یہ ہے کہ وہ روح اس جسم کو اتار کر پھینک دیتی ہے۔ بالکل پھینک دیتی ہے۔ اس سے کوئی تعلق ہی نہیں رہتا اور دوسری صورت یہ ہے کہ روح نے جو لباس اس دنیا میں بنایا تھا اس لباس سے اس لباس کو اپنے ارادے اور اختیار سے اس جسم کو اللہ کے اوپر ایثار کرتی ہے۔ جب جسم کو اللہ کے اوپر ایثار کر دیا ہے تو روح کے لئے سب سے خوشی کی بات یہی ایثار ہے۔ تو روح اس جسم کو خراب نہیں ہونے دیتی یہی شہداء کا حال ہے، یہی انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام اب انبیاء اکرام کی زندگی کو آپ دیکھیں تو اس کا ہر سانس اس کی زندگی کا ہر قدم آپ جتنا بھی غور کریں گے۔ اللہ کی طرف پھر اللہ تعالیٰ یہ فرماتے ہیں کہ ان کا ہر کام ہمارے لئے ہوتا ہے۔

جب وہ کرتے ہیں ہم کرتے ہیں ہمارے ہاتھ سے پکڑتے ہیں ہماری زبان سے بولتے ہیں۔ انبیاء کی طرز فکر ہی یہ ہے کہ ان کی زندگی میں اپنی ذات ہوتی ہی نہیں ہے۔ انبیاء کی طرز فکر پر غور کرتے ہیں تو انبیاء کی طرز فکر یہ ہے کہ وہ ہر بات میں اللہ کو سامنے رکھتے ہیں۔ یعنی ایک عام آدمی خود سوچتا ہو میں نے ایسا کیا، میں نے ایسا کیا، میں ایسا کر رہا ہوں، میری ساتھ نسلیں ایسا کریں گی۔ انبیاء کی طرز فکر کے بالکل بر عکس ہے۔ انبیاء کہتے ہیں میرے اللہ نے چاہا تو ایسا ہوا، میرے اللہ نے مجھے کھانا کھلایا، میرے اللہ نے مجھے پانی پلایا، میرے اللہ نے مجھے زندگی عطا کی، میرے اللہ نے اپنے لئے مجھے منتخب کر کے اپنا کام مجھ سے لیا، جبکہ عام طرز فکر ہے کہ میں نے کیا ہم نے یہ کر دیا، ہم نے وہ کر دیا، ہم نے وہ کر دیا، ہمارا کاروبار، ہمارا گھر، ہمارا بیٹا، ہماری ماں، ہمارا باپ ہماری اولاد، ہماری دولت، حالانکہ سب غلط چیز ہے اگر آپ کی دولت ہے تو آپ اسے چھوڑ کیسے دیتے ہیں۔

اگر اولاد آپ کی ہے تو مرنے کے وقت اولاد کیوں آپ کو نہیں روک لیتی، جب اولاد مر جاتی ہے آپ کی اولاد ہے تو آپ اسے مرنے کیوں دیتے ہیں؟ کچھ آپ یہاں دنیا میں کر لیں لیکن جب آپ کا سفر ختم ہو جائے گا۔ اور اس دنیا سے دوسری دنیا میں منتقل ہو گا تو جتنی بھی چیزیں ایسی ہیں جو آپ اپنا کہے رہے ہیں۔ اس میں سے ایک بھی آپ کی چیز نہیں ہے۔ آپ یکتہ و تنہا ہر چیز چھوڑ جاتے ہیں کچھ نہیں لے جاتے بھئی جب آپ کی چیز ہوئی تو آپ اسے کیسے چھوڑ دیتے ہیں۔ تو اسکا مطلب ہے آپ کا کچھ نہیں نہ آپ کی بیوی ہے۔ بیوی آپ سے بہت محبت کرتی ہے تو اسے نہیں روک سکتے۔ شوہر بیوی سے بہت محبت کرتا ہے بیوی مر جاتی ہے وہ اسے نہیں روک سکتا، سب سے زیادہ اولاد کی محبت ہوتی ہے اولاد کے لئے تو آدمی اپنی آخرت بھی خراب کر لیتا ہے۔ دین بھی خراب دنیا میں خراب اولاد کے لئے کتنی بے ایمانیاں، پریشانیاں اللہ سے بغاوت وہ دیکھیں اس میں زیادہ تر عقل مند بچے نہیں ہوتے۔

بچوں کے لئے آدمی سب کچھ کر لیتا ہے۔ لیکن جن بچوں کے لئے سب کچھ کرتا ہے۔ جب آدمی مرتا ہے وہ بچہ کچھ بھی نہیں کر سکتا۔ آپ ہر ہر چیز پر محتاج ہیں۔ اللہ آپ کو کان نہ دے آپ سن نہیں سکتے، اللہ آپ کو زبان نہ دے آپ نے دیکھا ہے نہ گونگے لوگ ہوتے ہیں بچارے وہ بول ہی نہیں سکتے، بہرے لوگ ہوتے ہیں پیدائشی وہ سن ہی نہیں سکتے، پیدائشی اندھے ہوتے ہیں وہ دیکھ ہی نہیں سکتے، کیا مطلب ہوا اس کا جب آپ دیکھ رہے ہیں تو ایک پیدائشی اندھا کیوں نہیں دیکھ سکتا؟ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ یہ چاہتا ہے جب آپ دیکھیں آپ کی آنکھیں دیکھیں گیں۔ اللہ یہ چاہتا ہے آپ کے کان سنیں تب آپ کے کان آواز سن سکتے ہیں، اللہ اگر یہ چاہے گا آپ زمین پر

www.ksars.org

پھریں تو آپ کے اندر حرکت پیدا ہوگی، اگر اللہ نہ چاہے کہ آپ زمین پر چلیں پھریں تو آپ نے فالج والے لوگ نہیں دیکھے، کیا آپ نے ایسے بچے نہیں دیکھے جن کے اندر عقل نہیں ہوتی۔

پیغمبران علیہم الصلوٰۃ والسلام کی طرز فکر پر جب آپ غور کریں گے تو ان کی ایک ہی طرز ہے تمام انبیاء اور انبیاء کے بعد تمام اولیاء اللہ کی کہ وہ کسی چیز کو اپنی ملکیت قرار نہیں دیتے۔ دیکھئے نہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء کا کوئی ورثہ ہی نہیں ہے۔ انبیاء جائیداد ہی نہیں چھوڑتے، آپ نے کبھی پڑھا۔ حضرت موسیٰ نے اتنی بلڈنگ چھوڑ دیں، حضرت عیسیٰ نے اتنی فیکٹریاں چھوڑ دیں، حضور پاک ﷺ نے اتنی جائیداد چھوڑ دی کہیں پڑھا کہیں سنا ہے۔ تو انبیاء کا کوئی ورثہ ہی نہیں ہوتا ورثہ کیوں نہیں ہوتا؟ انبیاء کا ورثہ اس لئے نہیں ہوتا کہ انبیاء کا یہ پتا ہے کہ کوئی بھی آدمی اس زمین پر ملکیت کا دعویٰ ہی نہیں کر سکتا۔ زمین اللہ کی ہے۔ آپ کیسے ملکیت کا دعویٰ کر سکتے ہیں۔ اس زمین پر جو گھر بناتے ہیں ہم لوگ اس میں بتایئے کتنے پیسے اللہ کو دیتے ہیں۔ اب بھئی یہ تو گورنمنٹ پیسے لیتی ہے۔

کہ جی ہم تمہیں پانی دینگے ہم تمہیں سڑک بنا کر دینگے، وہ ہی لیتی ہے اللہ کو تو کچھ نہیں پہنچتا اتنی اللہ تعالیٰ نے زمین کو فرصت دی۔ اس زمین کے اندر وسائل اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے نکالے، سونا اب سونے سے آپ کا سارا کاروبار چل رہا ہے۔ ساری دنیا چل رہی ہے۔ اللہ کو آپ نے کتنے پیسے دیئے سونا نکالنے کے۔ آپ کے اندر ساری مشینیں بھی چل رہی ہیں دیکھئے نہ دل بھی چل رہا ہے، پھیپھڑے بھی ہر چیز چل رہی ہے آپ کے اندر تو آپ یہی کہے گا نہ اللہ چلا رہا ہے۔ اللہ میاں کو آپ نے کیا دے دیا ہے تو کس بنیاد پر آپ یہ کہے سکتے ہے کہ صاحب یہ دنیا میری ملکیت ہے۔ کس بنیاد پر آپ یہ کہے سکتے ہیں کہ یہ مکان میری ملکیت ہے۔ آپ یہ کہے سکتے ہیں کہ عارضی طور پر استعمال کے لئے کوئی چیز آپ کو دے دی گئی ہے لیکن آپ ملکیت کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ حضرت ابراہیم بن ادھم کا بہت مشہور قصہ ہے کہ دربار میں بیٹھے تھے ایک صاحب تشریف لائے۔

ننگے پیر گرد و غبار سے کپڑے بھرے ہوئے آکر دربار میں کھڑے ہوگئے کہا صاحب مجھے بادشاہ سے ملنا ہے۔ ایک تو بڑی عجیب بات یہ ہوئی دربار میں ایک ایسی دہشت طاری ہوئی وہ دربار میں روک نہیں سکے اس بندے کو حضرت ابراہیم بن ادھم نے کہا بھئی کون ہو تم؟ کہا مسافر ہوں تو کہا بھئی مسافر ہو تو سرائے میں ٹھہرو۔ تو کہنے لگے بھئی سہرائے تو ملی نہیں۔ انہوں نے کہا بہت سہرائیں ہیں اچھا کہنے لگے یہ بھی تو سہرا ہے۔ انہوں نے کہا یہ سرائے انہیں یہ بادشاہ کا دربار ہے آدب سے بات کرو۔ اس بندے نے پوچھا حضرت ابراہیم بن ادھم سے بادشاہ اپنے زمانے میں کہ اس دربار میں تم سے پہلے کون تھا؟ انہوں نے کہا صاحب میرے باپ تھے۔ اس سے پہلے کون تھے؟ انہوں نے کہا میرے دادا تھے اس سے پہلے کون تھا؟ جس سے ہم نے حکومت لی وہ تھا وہ کہنے لگا وہ سرائے کیا ہوتی ہیں۔ سرائے کا اور مطلب کیا ہے بھئی سرائے میں بھی لوگ آتے ہیں ٹھہرتے ہیں چلے جاتے ہیں۔

تمہارے یہاں بھئی پہلے تمہارے دادا آئے وہ ٹھہر کر چلے گئے۔ تمہارے آبا آئے وہ ٹھہر کر چلے گئے۔ اب تم آگئے تم ٹھہر کر چلے جاؤ گے۔ اس بات پر حضرت ابراھیم بن ادھم نے بادشاہت چھوڑی تمہاری کیسے سچی بات ہے بھئی میں اس کو کہے رہا ہوں دربار ہے اب میں مر جاؤں گا میں بھی چھوڑ کر چلا جاؤں گا کل کو میری اولاد آجائے گی تو جتنا بھی آپ غور کریں گے اپنی زندگی کے بارے میں اپنی اولاد کے بارے میں، وسائل کے بارے میں، اپنے جائیداد کے بارے میں، اپنے کاروبار کے معاملے میں، اگر آپ صحیح معنوں میں غور کریں عقل

www.ksars.org

پر تو آپ کی سمجھ میں ایک ہی بات آئے گی۔ یہاں انسان کی کوئی چیز بھی نہیں ہے ملکیت کا اگر کسی کو حق پہنچتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو، اقتدار اعلیٰ اگر کسی کے پاس ہے تو اللہ تعالیٰ کے پاس جب کوئی بندہ اس طرز فکر کا حامل ہو جاتا ہے کہ ہر چیز اللہ کی ہے تو ظاہر ہے اس کے ذہن میں یہ بات بھی آئے گی یہ جسم بھی اللہ کا ہے۔

یہ گوشت پوست کا جسم پیدائش کے عمل کو دیکھتا ہے وہاں بے بس نظر آتا ہے ماں کے پیٹ میں کیا ہے وہاں کچھ پتا نہیں ہے، پیدا کہاں ہو رہا ہے اسے یہ پتا نہیں ہے، بھنگی کی یہاں پیدا ہو رہا ہے، چمار کی یہاں پیدا ہو رہا ہے، پٹھان کی یہاں پیدا ہو رہا ہے، سید کی یہاں پیدا ہو رہا ہے، غلام کی یہاں پیدا ہو رہا ہے، بادشاہ کی یہاں پیدا ہو رہا ہے، بے بس کوئی اختیار نہیں اگر اختیار ہے تو بتائیں جہاں پیدا اللہ نے کرنا ہے وہاں ہی پیدا ہوا۔ اس بات پر اختیار نہیں کہ غذا فراہم ہو، ماں کے دل میں اللہ محبت نہ ڈالے، ماں کے سینے کو اللہ دودھ سے نہ بھر دے، بچہ مر جائے گا یا زندہ رہے گا۔ اگر ماں کے دل میں چھوٹے بچوں کی اللہ محبت نہ ڈالے ممتا نہ ڈالے تو وہ بچہ زندہ رہ سکتا ہے۔ تو اس کا مطلب ہے اللہ نے جب زندہ رکھنا چاہا تو ماں کے دل میں محبت ڈال دی۔ پھر وہ بڑا ہو، ابڑے ہونے میں بھی توازن کے ساتھ اس کے ہاتھ پیر بھی بڑے دماغ بھی بڑا ایسے بھی لوگ ہیں جو بالکل پاگل ہوتے ہیں عقل و شعور نہیں ہوتا یہاں بھی اللہ کا معاملہ ہے اللہ نے عقل و شعور دیا، پھر عقل و شعور دینے کے بعد عقل و شعور کا استعمال بھی سیکھایا اگر دنیا کے وسائل ہی نہ ہوتے آپ عقل و شعور کہاں استعمال کرتے۔

بھئی ایک لکڑی پیدا نہ کرتا اللہ تعالیٰ آپ فرنیچر کہاں سے بناتے، اللہ تعالیٰ روئی پیدا نہ کرتا آپ کپڑے کہاں سے بناتے، اللہ تعالیٰ مٹی پیدا نہ کرتا آپ گھر کہاں سے بناتے یعنی جتنا بھی آپ غور کریں گے ایک ہی بات آپ کی سمجھ میں آئے گی کہ انسان کا جسم ایک عارضی شئے ہے اور اس عارضی شئے کو اللہ تعالیٰ نے سہارا دیا ہوا ہے۔ جب تک اللہ سہارا دئے رکھتا ہے آدمی زندہ رہتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ سہارا ختم کر لیتا ہے اس دنیا سے یہاں مر جاتا ہے اور دوسری دنیا میں پیدا ہو جاتا ہے۔ تو انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرز فکر بھی یہی ہے کہ وہ ہر کام کو اللہ کی طرف لیجاتے ہیں۔ ہر معاملے میں کیر آف اللہ سوچتے ہیں۔ جو بھی وہ کام کرتے ہیں پہلے اللہ ذہن میں آتا ہے پھر کام پورا ہوتا ہے۔ مثلاً ہمیں رزق اللہ نے دیا، اولاد ہمیں اللہ نے دی،، بیوی ہمیں اللہ نے دی، گھر ہمیں اللہ نے دیا، ہم یہ کہتے ہیں گھر ہم نے بنایا لیکن تو نے کیسے بنایا تیرا تو اپنا وجود ہی جو وہ مسئلہ بنا ہوا ہے تو کہاں سے آگیا بھئی تو کیسے پیدا ہو گیا۔

جب کوئی آدمی اپنی مرضی سے پیدا نہیں ہوتا تو وہ اپنی مرضی سے دنیا میں رہ کیسے سکتا ہے۔ اچھا اپنی مرضی سے وہ رہ بھی نہیں سکتا۔ تو دنیا کی زندگی اپنی مرضی سے کیسے گزار سکتا ہے۔ جب لوگوں کی یہ طرز فکر ہو جاتی ہے انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مطابق پھر ان کا ذہن مادیت میں رہتے ہوئے مادیت سے آزاد ہوتا ہے۔ اب جب ذہن مادیت میں رہتے ہوئے مادیت سے آزاد ہو گیا تو یہ مادی جسم جو ہے اس کی طرف ذہن رہا ہی نہیں اور اس مادی وجود کا سارا تعلق اللہ کے ساتھ قائم ہو گیا۔ تو جس چیز کا اللہ کے ساتھ براہ راست تعلق قائم ہو گیا وہ چیز قائم ہو جائے گی۔ شہداء میں انبیاء میں اور سارے اولیاء اللہ نے اولیاء اللہ ایسے ہیں۔ اولیاء اللہ کی تو بہت ساری قسمیں ہیں۔ وہ اولیاء اللہ جن کا ذہن حضور پاک کے ساتھ وابستہ ہے۔ وہ اولیاء اللہ جو اسطرح سوچتے ہیں جس طرح انبیاء اکرام علیہ الصلوٰۃ والسلام سوچتے ہیں۔

www.ksars.org

اب دوسری بات تو یہ کہے رہے ہیں صاحب کہ آدمی سوتا رہتا ہے جسم خراب نہیں ہوتا لیکن اگر آدمی مر جائے تو چند گھنٹوں میں جسم خراب ہو جاتا ہے اس کی وجہ بھی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جب تک آدمی سوتا رہتا ہے روح اس جسم کی حفاظت کرتی ہے اور جب آدمی مر جاتا ہے تو روح جسم کو چھوڑ دیتی ہے۔اس لئے انسان نے اس مادی وجود میں مادی جسم میں اتنا زیادہ روح کو پریشان کر دیا ہوتا ہے کہ روح آدھی سو جاتی ہے۔تو وہ جیسے ہی آدمی مرتا ہے وہ اللہ کی طرف سے ایک نظام ہے اس نظام میں اس کو چھوٹ مل گئی ہے تو وہ اس سڑان سے اس تعفن سے جان چھوڑانے کی کوشش کرتی ہے۔جیسے ہی وہ اس تعفن سے جان چھوڑانے کی کوشش کرتی ہے وہ تعفن بکھر جاتا ہے لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیاہ ومستقرون وما تعون...اے وقت معین تک آدمی کو زندہ رہنا ہے زمین کے اندر تو روح اللہ تعالیٰ کے حکم کی پابند ہے۔

حضور قلندر باباؒاولیاءؒ نے مجھے ایک واقعہ سنایا حضرت بہاؤ دین زکریا ملتانیؒ کا وہ بیمار ہو گئے کسی طرح ٹھیک نہیں ہوئے ملائکتہ الموت میں داخل ہو گئے تو سب پریشان تھے بچے ان کے دروازے پر دستک ہوئی ایک بزرگ آئے انہوں نے ایک لفافہ دیا کہ بھئی اپنے والد صاحب کو یہ دے دو،انہوں نے وہ خط پڑھا خط پڑھنے کے بعد اپنے بیٹے سے کہا کہ ان کو میرا سلام عرض کریں اور کہے آدھے گھنٹے کے بعد آپ تشریف لائیں۔اس آدھے گھنٹے میں انہوں نے اپنا جو نصیحت کرنی تھی،امانتیں واپس کرنی تھیں،توبہ استغفار کرنا تھا نماز میں جو بھی کرنا تھا انہیں آدھے گھنٹے میں کرنا تھا انہوں نے پورا کر لیا اور ان کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔انتقال ہو گیا قبر میں ان کو رکھ دیا گیا۔واپس آئے واپس آکر بڑے بیٹے کو خیال آیا ایک بزرگ آئے تھے وہ کون تھے ابا نے کہا بھئی آدھے گھنٹے بعد واپس آجاؤ وہ خط پڑھ کر تکیے کے نیچے رکھ دیا تھا بڑے صاحب زادے نے تکیہ اٹھایا تو وہ پرچہ وہاں موجود تھا انہوں نے اس کو پڑھا اس میں لکھا تھا کہ میں اللہ کی طرف سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو یاد فرمایا ہے آپ کیا کہتے ہیں آپ کا کیا حکم ہے۔ان کو پتا ہے وہ ملائکہ الموت ہے انہوں نے حضرت بہاؤ دین زکریا ملتانیؒ نے خط پڑھا اور کہا کے بھئی آدھے گھنٹے کے بعد آنا وہ آدھے گھنٹے کے بعد اب دیکھئے جسمانی وجود ہم سب میں ہیں ہمیں ملائکہ الموت گھسیٹ کے لیجاتا ہے۔ہم جانا نہیں چاہتے وہ ہمیں گھسیٹ کے لیجاتا ہے۔لیکن اولیاء اللہ اس انتظار میں رہتے ہیں کب اس قید سے جان چھوٹے وہاں ملا کہ الموت بھی آتا ہے تو حکم کا انتظار کرتا ہے کہ ان کی اجازت سے لیکر جاؤں بات کیا ہے حضرت بہاؤ دین زکریا ملتانیمیںؒ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرز فکر کام کر رہی ہے۔تو جس بندے کے لئے بھی ملائکہ الموت کا طلب گار ہو اس کا اللہ سے کتنا تعلق ہو گا اور اس کا جسم بھئی کیسے خراب ہو سکتا ہے۔جسم کا خراب ہونے کا معاملہ جو ہے وہ یہ ہے کہ انسان کے اندر انبیاء کی طرز فکر کا عمل ہو۔

شہداء کیا چیز ہے شہداء کے بارے میں آپ دیکھئے نہ وہ جانتے ہوئے ہنستے کھلتے ہوئے اپنی جان کا نظرانہ پیش کر دیتے ہیں۔خالص انبیاء کی طرف سے انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بتایا کہ اللہ نے پیدا کیا اللہ ہی کے لئے تم زندہ ہو اللہ کے لئے ہی مرنا چاہئے وہ جسم بھی اللہ نے بنایا اور جو اللہ کے لئے اپنے ارادے اختیار سے اپنے آپ کا قربان کر دیتا ہے۔وہ اللہ کا دوست بن جاتا ہے اور اس کے اوپر موت وارد ہوتی ہے۔مطلب یہ ہے کہ حواس کی جو دو رخ جدا ہے۔بیداری کے حواس،خواب کے حواس،ٹائم اسپیس کے حواس،آزاد حواس، محدود

www.ksars.org

حواس،اب جب وہ آزاد ہو جاتا ہے حواس کی ساری کارفرمائی ہے یہ جسم کی محدودیت یا یہ جسم آزاد ہو جاتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرز فکر پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اب صورت حال یہ ہے کہ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جو طرز فکر ہے یہ تو آپ کو پتا چل گیا کہ انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرز فکر کیا ہیں سیدھی سچی طرز فکر یہ ہے یہ کہتے ہیں کہ یہاں وہاں ساری کائنات ہیں اللہ کے علاوہ کچھ نہیں اب آپ جب زندہ رہے کھانا کھائیں تو کھانا تو آپ ہی کھا رہے ہیں آپ یہ سوچ لیں کہ اللہ نے ہمیں کھانا کھلایا ہے تو کیا فرق ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیاس لگائی آپ نے پانی پیا آپ یہ سوچ لیں کہ اللہ کتنا اچھا ہے کہ وہ ٹھنڈا پانی پلاتا ہے۔پانی تو آپ نے ہی پیا سیر اب تو آپ ہی ہوئے اللہ کو پانی بھی نہیں چلا گیا۔اللہ نے اولاد دی آپ کو آپ خوش ہوئے یہ بھی اللہ کتنا اچھا ہے کہ مجھے کھلونے دے دئے مجھے اولاد عطا کر دی۔اولاد کی تربیت کریں اس لئے اولاد کی تربیت کریں اللہ نے آپ کے دل میں ان کی تربیت فرض کر دی اولاد کی اس لئے پرورش نہ کریں کہ وہ بوڑھاپے ہیں آپ کے کام آئے گی۔

اولاد کی پرورش اس بنیاد پر نہ کریں کہ وہ بوڑھاپے میں آپ کی لاٹھی بنے گی۔کوئی اولاد لاٹھی نہیں ہوتی لیکن اگر ہم نے اپنے اولاد کی پرورش اللہ کے لئے کر دی تو وہ اولاد آپ کے کام آئے گی۔اس لئے کام آئے گی وہ اولاد بھی یہ سوچے گی مجھے اللہ نے کیسا اچھا باپ دیا۔جب آپ کے ذہن میں یہ ہو گا اللہ نے مجھے اولاد دی اور مجھے اس کی تربیت اس لئے کرنی چاہئے کہ اللہ نے میری ڈیوٹی لگا دی کہ میں اس کو انسان بناؤں ظاہر ہے آپ اسے انسان بنا دیں گے۔تو وہ اولاد آپ کی انسان بن جائے گی تو کتنا بڑا ہے میرا اللہ ہے رحم کریم ہے ایسا اچھا باپ دیا تو آپ کی خدمت کریں ہم بھی اس کی خدمت کرتے ہیں۔انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرز فکر کو اپنانے کے لئے آپ کچھ بھی کریں کچھ بھی کریں اس کا رخ اللہ کی طرف ہو یہ پریکٹس ہے ایک مشق ہے جیسے جیسے یہ پریکٹس اور مشق بڑھتی چلی جاتی ہے اس کی مناسبت سے آدمی کے اندر انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرز فکر منتقل ہو جاتی ہے۔

اور انبیاء جتنی کسی کے اندر صلاحیت تو ہوئی نہیں سکتی انبیاء تو انبیاء ہی ہے لیکن جتنی زیادہ زیادہ انبیاء کی طرز فکر منتقل ہوتی ہے اسی مناسبت سے اس کا ذہن مادیت سے آزاد ہو جاتا ہے اور جیسے جیسے اس کا ذہن مادیت سے آزاد ہو جاتا ہے۔اسی مناسبت سے اس کو اس روح سے قربت حاصل ہو جاتی ہے۔اپنی روح سے قربت حاصل ہو جاتی ہے،اب ظاہر ہے روح نہ سڑتی ہے،نہ گلتی ہے،نہ کھاتی ہے،نہ پیتی ہے،تو انسان کے اندر وہ حواس پیدا ہو جاتے ہیں جو حواس اس کو انسان کی زندگی میں زندہ رکھتے ہیں۔دیکھئے خواب کی زندگی میں آپ چوبیس گھنٹے سوتے رہتے ہیں۔نہ آپ کو پانی پینا،نہ آپ کو کھانا کھانا،مطلب چوبیس گھنٹوں کے بعد آپ اٹھو گے آپ کو بہت بھوک لگے گی۔لیکن اگر آپ چوبیس گھنٹے بیدار رہیں تو چوبیس گھنٹوں میں کتنی دفعہ آپ کو بھوک لگے گی شاید ہی آپ بتا پائیں۔بات کیا ہے خواب کی زندگی میں آپ روح سے قریب ہو گئے ہیں۔

اب روح کھاتی پیتی نہیں ہے بغیر کھائے زندہ رہتی ہے۔تھکتی بھی نہیں ہے،بیمار بھی نہیں ہوتی،کبھی آپ نے کسی کو دیکھا ہے کوئی آدمی سوتے ہوئے بیمار ہوا ہو۔اب جب آپ بیداری میں آجاتے ہیں تو ظاہر ہے آپ روح سے دور ہو جاتے ہیں اور جیسے جیسے آپ کی روح سے دوری واقع ہو گی تو اسی حساب سے آپ کو پریشانیاں بھی ہو نگی۔آپ بیمار بھی ہو نگے۔آپ کو دماغی خلفشار بھی ہو گا۔انبیاء کی طرز فکر

www.ksars.org

حاصل ہونے کے بعد جو جوہر پیدا ہو جاتا ہے جو وصف پیدا ہو جاتا ہے وہ یہ ہوتا ہے کہ وہ مادی وجود میں رہتے ہوئے سارے کام کرتا ہے کھاتا بھی ہے، پیتا بھی ہے، کاروبار بھی کرتا ہے، کھیتی باڑی بھی کرتا ہے، شادی بھی کرتا ہے، لیکن اس کا ذہن مادی وجود میں منہمک نہیں ہوتا اس کا ذہن اللہ کی طرف وابستہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے ہم رسول اللہ ﷺ کے طرز فکر پر چلتے ہوئے اپنی زندگی کو روح سے قریب لائیں۔

شکریہ

www.ksars.org

پیغمبر اور اولیاء اللہ کے آنے کے بعد بھی انسان ان کی تعلیمات سے دور کیوں ہو گیا؟

کچھ سوال ہمارے سامنے آئے اس میں منصور عالم صاحب نے یہ سوال کیا کے اللہ تعالیٰ نے انسان کی اصلاح کے لئے بے شمار پیغمبر کو اس دنیا میں بھیجا اور محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد یہ سلسلہ بند ہو گیا اور اولیاء اللہ کی صورت میں انسان کے ساتھ اصلاح نعمت ہے۔ مگر دیکھا گیا ہے کہ حضور ﷺ کے وصال کے بعد کچھ عرصہ تک تو مسلمان صحیح راستے پر چلے۔ لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا مسلمان دوبارہ اسی دور میں داخل ہو رہا ہے۔ وہ حضور اکرم سے پہلے تعلق رکھتا ہے اور اس وقت جو دن بدن صورت حال بگڑی ہوئی ہے۔ اس کی اصلاح سمجھ میں نہیں آتی اس کی اصلاح کیسے ہو گی۔ جب کہ اس دنیا میں کوئی پیغمبر پیدا نہیں ہو گا برائے کرم اس اصلاحی پروگرام کے لئے وضاحت فرمائیں۔

عظیمی صاحب: حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ میں اپنے بعد اللہ کی کتاب چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ کچھ احادیث ایسی بھی ہوتی ہیں کہ جب حضور پاک کے ارشادات کو اقوال کو جو قرآن ساتھ قلم بند کرنا شروع کیا اور حضور کو پتا چلا میں جو بھی کچھ کرتا ہوں وہ اس کو قلم بند کر دیتا ہے تو اس حضور نے منع فرمایا اور یہ فرمایا کہ میں اپنی طرف سے دو کتابیں نہیں چھوڑ کر جا رہا ہوں یہ اگر احادیث صحیح ہے تو پھر یہ بات بالکل واضع طور پر سامنے آجاتی ہے کہ اصل کتاب جو ہے وہ قرآن ہے اور حضور پاک نے یہ ارشاد فرمایا کہ میں اپنے بعد اپنی کتاب چھوڑ کر جا رہا ہوں۔ حضور پاک کا یہ بھی ارشاد ہے کہ میری کوئی بات اس کو آپ احادیث بھی کہے سکتے ہیں قرآن سے ٹکراؤ ہو قرآن سے مطابق نہ ہو تو اسے چھوڑ دو اس کا مفہوم یہ ہوا حضور پاک کی ساری زندگی، حضور پاک کا سارا عمل، حضور پاک کی زندگی ساری جدوجہد اور کوشش، یہ قرآن پاک، کی صورت میں ہمارے پاس موجود ہے۔

جیسے جیسے زمانہ گزرتا گیا اسی مناسبت سے حضور پاک کی جو انوار تھے لوگوں کو دلوں میں صحابہ اکرام کے دلوں میں، حضور پاک کے نور نبوت کے انوار صحابہ اکرام میں موجود رہے۔ اور جیسے جیسے صحابہ اکرام کا وقت حضور سے دور ہوتا چلا گیا لوگ کہتے ہیں صحابہ اکرام کے بعد تابعین کا دور اور ان کے بعد تبع تابعین۔ مختصر یہ ہے کہ جیسے جیسے دور بڑھتے گئے حضور پاک کے دور سے مسلمان دور ہوتے چلے گئے اسی مناسبت سے نور نبوت سے بھی دور ہو گئے۔ اور نور نبوت سے دوری کی جو بنیادی وجہ ہے تاریخ اسلام میں نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ فتوحات ہوئی بہت زیادہ، مسلمانوں پر ان فتوحات کی وجہ پر بجائے اس کے رسول اللہ کی طرز زندگی کو رائج کیا جاتا ہے۔ وہ دولت کی لالچ ہیں اور ہوس میں گرفتار ہو گئے اور نتیجے میں جیسے جیسے دنیا میں دولت میں مال وزر میں ان کی ہوس بڑھتی چلی گئی اسی مناسبت سے وہ قرآنی تعلیمات سے دور ہوتے چلے گئے۔

www.ksars.org

آج کا دور بھی یہی ہے سب کہتے ہیں ہم حضور ﷺ کے امتی ہیں۔ ہم حضور پاک ﷺ کے عاشق ہیں، ہم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ چلنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چلنے کے لئے تیار ہیں۔ لیکن فی الواقع حضور پاک کی زندگی کو ہماری آج کی زندگی سے قطع کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ اس میں حضور پاک کا رہن سہن جو بھی ہے ایک حجرہ تھا، اس میں حضور پاک تشریف فرما ہوتے تھے۔ اتنا بڑا تھا کہ جب تہجد کی نماز میں قائم فرماتے تھے تو حضرت بی بی عائشہ کے پیر لگتے تھے سجدے میں۔ جس طرح یہ ساری عمر حضور کے پاس چٹائی رہی کھجور کی، ایک چمڑے کا تکیہ تھا جس میں کھجور کے پتے تھے۔ اس میں حضور سویا کرتے تھے۔ حضرت بی بی عائشہؓ فرماتی ہیں کہ زندگی بھر میرے پاس سات برتن سے زیادہ آٹھواں برتن ہی نہیں تھا۔ تو مطلب یہ ہوا کہ حضور آپ یہ نہیں سمجھئے حضور کوئی بستر اچھا نہیں سکتے تھے، حضور محل تعمیر نہیں کر سکتے تھے، حضور کوئی بڑا گھر نہیں بنا سکتے۔

حضور کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے ساری کائنات تخلیق کر دی۔ حضور نے سادہ زندگی گزار کر ایک مثال قائم کی ہے۔ کہ اگر میرے امتی اگر سادہ زندگی بسر کریں گے۔ میرے امتی اگر دنیا کو سب کچھ نہیں سمجھیں بہتر نہ سمجھیں تو وہ میری طرز فکر پر قائم رہیں گے۔ اور جیسے ہی میری امت میں مال، دولت، حرص و ہوس، لالچ یہ پیدا ہو جائے تو میری امتی نہیں ہے۔ اب حضور پاک ﷺ کی زندگی اور قرآن پاک کی تعلیمات کا موازنہ کیا جاتا ہے تو قرآن یہ کہتا ہے جو لوگ سونا چاندی جمع کرتے ہیں اور اللہ کے لئے خرچ نہیں کرتے ان کے لئے آپ ﷺ عذاب علیم کی بشارت دے دیں۔ اب یہاں صورت حال ہے ہر آدمی جو ہے نہ اسے اللہ پر یقین ہے، نہ اللہ کے رسول اللہ پر یقین ہے، یقین ہے تو دولت پر یقین ہے۔ ہر آدمی یقیناً دولت لوٹ رہا ہے دولت جمع کر رہا ہے۔ مکان بنا رہا ہے۔ اس میں بھی سود شامل کر رہا ہے، سود کا کام کر رہا ہے۔

اب ایک آدمی بغیر سود کے مکان بنا لیتا، لیکن بغیر سود کے ظاہر ہے وہ سیدھا سادہ مکان بنے گا جھونپڑے بنے گے۔ ہاؤس بلڈنگ یا بنک سے آپ قرضہ لیں گے تو اس میں لائٹ ہاؤس کی طرح آپ کا محل بن جائے گا جو بنوایا ہے۔ دیکھئے بنیادی وجہ رسول اللہ کی طرز فکر سے دوری کی یہ ہے کہ ہم نے میٹر کو خدا بنا لیا ہم جھوٹے ہیں۔ کبھی ہم کہتے ہیں خدا ہمارا ہے۔ ہمارا کسی کے اوپر خدا کے اوپر کسی آدمی کا یقین نہیں ہے۔ ہمیں تو بس پیسے پر یقین ہے، دولت کے اوپر یقین ہے، جس مل میں، جس فیکٹری میں کام کر رہے ہیں، اس سیٹ پر یقین ہے۔ جس ادارے میں کام کر رہے اس مالک کے اوپر یقین ہے۔ خدا پر یقین نہیں ہے کیونکہ خدا پر یقین نہیں ہے کیوں کہ خدا پر یقین نہ رہا میٹر اور مادیت پر یقین ہو گیا ہے۔ اس لئے مسلمان کا ضمیر خراب ہے اور جب تک مسلمان اس میٹر کی اور مادیت کی زندگی سے خود کو آزاد نہیں کرے گا تو پریشان رہے گا۔

حضور پاک کی طرز فکر کو کبھی بھی وہ حاصل نہیں کر سکتا۔ تو یہ جو کہتے ہیں صاحب کیسے ہو گا، کیا ہو گا کبھی تو حالات ایسے نظر آتے ہیں کچھ دن میں قوم تباہ برباد ہو جائے گی۔ جس طرح دوسری قومیں ہو گئی ہیں۔ اس لئے کہ کہیں یہ نظر نہیں آتا کوئی مسلمان اس بات کی کوشش کر رہا ہو کہ ہم نے حضور کی طرز زندگی کو اختیار کرنا ہے۔ جس طرح حضور رہتے تھے اس طرح ہمیں رہنا ہے، جس طرح حضور محبت کرتے تھے اس طرح محبت کرنا ہے، اور وہ تسلیم بات جس کو حضور نے آخری خطبے میں تعصب سے منع فرمایا آپ اپنے بھائیوں کی طرح رہنا ہے، کوئی گورا ہے، کوئی کالا ہے، نہ عجمی ہے، نہ عربی ہے اگر کچھ ہے تو وہ یہ ہے کہ وہ متقی ہے اور اللہ اسے جانتا ہے اور وہ اللہ کو

www.ksars.org

جانتا ہے اور اللہ کا دیا ہوا ہے آدمی کا اتنا بڑا گھر ہے کیسے اس کے پاس گاڑی ہے کیسے اس کے وسائل ہیں۔اس کے حساب سے سب جانتے ہیں۔تو اب بظاہر تو یہ نظر آرہا ہے اس سے یہ قوم نہیں نکل سکتی۔

اس لئے کہ جن لوگوں پر ذمہ داری ہے سمجھانے کی وہی اس سلسلے میں تشکیل نہیں کر رہے۔اب دیکھئے نا، سود ہے ہمارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو لوگ سود لیتے ہیں اور جو لوگ سود دیتے ہیں وہ میرے ساتھ کھلی دشمنی کر رہے ہیں وہ میرے دشمن ہیں، کھلے دشمن ہیں اب ایک مجبوری ہے، ہم سود کے بغیر زندگی نہیں گزار سکتے۔لیکن اگر ہمارے علماء اکرام وہ کسی بھی فرقے سے تعلق رکھتے ہوں۔دیوبندی ہوں، بریلوی ہوں، وہابی ہوں، اہل حدیث ہوں، ہمارے دانشور ہمارے پیران پیر جن کے پاس بڑی بڑی گدیاں ہیں جن کے لاکھوں مرید ہیں۔ہمارے مطابق جو اپنی ایک حیثیت رکھتے ہیں۔اگر یہ سب ایک پلیٹ فارم پر اسی لئے جمع ہو گئے کہ بھئی ہمارا تو مسئلہ سیاسی نہیں ہے وہ یہ ہے کہ اللہ نے ہمیں دشمن کہا تو اللہ سے دشمنی کس طرح ختم ہو تو ظاہر ہے اگر سر جوڑ کر بیٹھیں گے ایسا تو نہیں ہے کہ کچھ نہیں ہو گا۔ایسے ملک ابھی یہاں موجود ہو جیسے چائنہ کے ملک میں مشہور ہے وہاں سودی نظام ہی نہیں ہے۔

تو اب ایسی صورت جب ہم بیٹھیں گے سر جوڑ کر تو ہمارے ذہن میں نہ سیاست ہو گی۔نہ ہمارے ذہن میں حکومت کا اقتدار ہو گا۔اب یہ ہمارے پاس بھی یہی منشاء ہے کہ کس طرح حکومت مل جائے کس طرح ہر قبضہ کر لیا جائے، کس طرح گزارہ مل جائے، کس طرح حکومت مل جائے کس طرح مقصد یہ ہے کہ وہ سارے جمع ہوں سیاست کو الگ ذہن سے نکال کر صرف اس بات کے لئے متحد ہو جائیں کہ اللہ یہ جو ہمیں دشمن کہے رہا ہے اس سے ہم نکلنا ہے۔ہم تکلیف اٹھا لیں گے تھوڑی سی، اپنا ایک نظام بنائیں گے۔پاکستان میں اللہ نے کیا کچھ نہیں دیا۔پیڑ یہاں ہیں، معدنیات یہاں ہیں ہر چیز موجود ہے۔اگر یہاں ایسا نظام سسٹم قائم ہو یہ جو اللہ کہے رہا ہے تم میرے دشمن ہو ہمیں یہ ثابت کرنا کہ ہم اللہ کے دشمن نہیں ہیں۔تو سود کی بات یہاں ختم ہوئی۔کوئی آواز آج تک نہ آپ نے سنی نہ ہم نے سنی یہ اتنے بڑے بڑے جماعتیں ہیں۔مذہبی جماعتیں بھی ہیں، سیاسی جماعتیں بھی ہیں بڑے بڑے مدرسے بھی ہیں۔

بڑے بڑے دانشور بھی ہیں۔بڑے بڑے ایسے مقرر بھی ہیں کہ جب وہ تقریریں کرتے ہیں تو آدمی جو ہے جو چاہے ان سے کروائے۔لیکن کبھی ایسی آواز نہیں اٹھی یہ اللہ نے جب ہمیں دشمن کہا تو ہم کون سی اسی تدبیر کریں کہ اللہ ہمیں دشمن نہ کہے۔تو دوسری غور طلب بات یہ ہے جب اللہ نے آپ کو دشمن کہے دیا تو آپ کو سکون کیسے مل سکتا ہے۔آپ کو حضور کیسے ملے؟ آپ اقتدار اعلیٰ پر کیسے قابض ہونگے۔اللہ تو آپ کو دشمن کہے دیا اور یہ سب سے بڑھ کر بات یہ ہے کہ اللہ آپ کو دشمن کہہ رہا ہے آپ نمازیں پڑھ رہے ہیں۔تو اللہ کے دشمن کی نماز کیسے قبول ہو سکتی ہے، اللہ آپ کو دشمن کہہ رہا ہے آپ حج کر رہے ہیں تو اللہ کے دشمن کا حج قبول ہو گا؟ بھئی بحیثیت نماز روزہ یہ سب دوستی کی باتیں ہیں کہ اللہ کا دوست ہے۔جو نماز پڑھتا ہے نماز قائم کرتا ہے تو وہ دوست دوست کو خوش کر رہا ہے۔اللہ تو آپ کو دوست مان ہی نہیں رہا ہے۔

اللہ تو آپ کو دشمن کہے رہا ہے۔اور کسی آدمی کو یہ لگتا ہے اللہ کا کہنا جو قرآن میں ہے اس میں سے اعتبار ہی اٹھ جائے اللہ میاں تو کہتے رہتے ہیں بڑے میاں بوڑھے ہو گئے لاکھوں سال ان کی عمر ہو گئی کہنے دو دشمن کہہ رہے ہیں تو کہنے دو۔جب یہ قرآن کہہ رہا ہے سود کی لین دین کرنے والے لوگ میرے دشمن ہیں۔تو کیسے کیا ہے اصلاح تو اصلاح کا طریقہ ایک ہی ہے کہ یہ جو دشمنی کا ٹھاپہ لگ گیا ہے ہمارے

www.ksars.org

اوپر ہم اس سے نکلیں تو جب تک ہم اللہ کی دشمنی سے نہیں نکلیں گے۔اصلاح کہاں ہوگی اب دیکھئے ساری دنیا میں ایسا لگتا ہے کہ مسلمان چارا بنے ہوئے ہیں جس کا دل چاہتا ہے مار جاتا ہے جس کا دل چاہتا ہے مار جاتا ہے۔ایران میں کیا ہوا ہر جگہ جس جگہ دیکھو مسلمان ہی مر رہا ہے مسلمان ہی مٹ رہا ہے۔ مسلمان ہی ذلیل و خوار ہو رہا ہے۔ایک ارب کی آبادی ہے وسائل کی بھی کمی نہیں ہے،وسائل بھرے پڑے ہیں لیکن وسائل بھی اِدھر کے وہاں جا کر جمع ہو جاتے ہیں جو مسلمانوں کے دشمن ہیں۔

تو میری سمجھ میں ایک بات آتی ہے میں نے دو چار ہاؤس میں ایسی تقریریں ہوئیں جہاں علماء بھی موجود تھے وہاں بھی یہ بات کہ بھئی نماز روزہ حج زکوٰۃ ہے قوم لڑنے کو بھی تیار ہے۔ لیکن سوال یہ ہے ہم نماز پڑھتے ہیں ہمارا دل کیوں نہیں لگتا ہم اللہ کو پکارتے ہیں تو اللہ جواب میں لبیک کیوں نہیں کہتا جبکہ ہم اللہ و اکبر کہتے تو اللہ کہتا ہے ہاں میرے بندے میں دیکھ رہا ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تمہیں دشمن کہے رہا ہے۔اب جب دشمن ہو گئے ہم تو بھئی رسول اللہ ﷺ رحمت العالمین ہیں اللہ کے محبوب ہیں۔اللہ نے ساری کائنات بنا ئی۔ان کی خیرات ہمیں پڑی ہوئی ہے اس لئے ہماری شکل قائم ہیں،ورنہ اللہ سے میرا خیال ہے سب کے سب بھولے ہوئے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے قانون کے مطابق، اللہ تعالیٰ ایک وقت تک چھوٹ دیتا ہے۔ کب تک اللہ تعالیٰ چھوٹ دے گا۔ مسلمانوں کی سلطنت چھوٹ گئی مسلمانوں کا اقتدار ختم ہو گیا۔

مسلمان پہلے حاکم تھے اب غلام بن گئے۔ذلیل و خوار ہو گئے۔اب کل کیا ہو اللہ کو پتا ہے۔سارا ملک یہ کہہ رہا ہے یااللہ یہ کر، یااللہ یہ کر، یااللہ یہ کر، یااللہ یہ کر و عمل کچھ بھی نہیں تو بغیر عمل تو کچھ نہیں ہوتا۔ بھئی حضور قلندر بابا اولیاءؒ فرمایا کرتے تھے بغیر عمل کے دعا قبول نہیں ہوتی۔اگر بغیر عمل کی دعا ہوتی تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جہاد کرنے کی توفیق نہ ہوتی۔۳۱۳ آدمی جمع کر کے لے گئے میدان میں اور وہاں جا کر کہا یااللہ اتنے ہی آدمی ملیں ہیں۔اب تو دین کی حفاظت فرما اور ان کی مدد کر، فرشتے نازل کر، مسجد میں بیٹھ کر دعا نہیں کی میدان میں جا کر دعا کی، کہ یااللہ میں آگیا ہوں لڑنے لیکن یہ بہت کم ہیں، بہت مختصر تو اللہ نے اس عمل کے نتیجے میں اپنے پیغمبر کی دعا قبول کی اور آپ دیکھئے شروعات ہوئی تو ہماری صورت یہ ہے کہ بھئی ایک اور مسئلہ کھڑا ہوا ہے۔

فلاں آدمی کو بلاؤ وہ بہت اچھی دعا کراتا ہے۔بہت اچھی دعا کیا مطلب اس میں کوئی شعر پڑھے گا کچھ گائے گا لمبی کرے گا پندرہ منٹ بیس منٹ اب وہ ایسے بھی میں نے سنا ہے لوگ دعا کرانے کے پیسے لیتے ہیں۔ہمارے یہاں خاتون آتی ہیں وہ دعا کرواتی ہیں ان کی دعا بڑی ہوتی ہے ساڑھے سات سو روپے فیس لیتی ہیں اب آپ غور تو کریں ہم کھڑے کہاں ہیں۔ بھئی آپ عمل کریں اب نماز ہے، نماز میں کیا چیز نہیں ہے۔ نماز میں اللہ کے ساتھ بھی ہوتے ہیں نماز میں دعا بھی ہے، نماز میں حمد بھی ہے، نماز میں درود بھی ہے، نماز میں نعت بھی ہے، کون سی ایسی چیز ہے جو نماز میں نہیں ہے لیکن نمازیں پڑھتے ہیں اس کا نتیجہ کچھ نہیں نکلتا نتیجہ تو بعد کی بات ہے دل ہی نہیں لگتا۔اگر عشاء کی آپ سترہ رکعت نماز پڑھتے ہیں تو سترہ رکعت میں چونتیس سجدے ہوتے ہیں تو ایک سجدہ بھی ایسا نہیں ہوگا جس کو ہم نے کہا یا اللہ تیرا شکر ہے کہ سجدہ کرنے سے ہمارا ضمیر مطمئن ہوا ہو۔

ہوگا بھی کیسے مہینوں گزر گئے سالوں گزر گئے نماز بھی پڑھ رہے ہیں روزے بھی رکھ رہے ہیں لیکن اللہ سے کوئی رابطہ اور تعلق نہیں ہے۔اس کی وجہ یہ ہے ہم حضور پاک ﷺ کی سیرت طیبہ پڑھتے ہیں اخباروں میں رسالوں میں کتابوں پڑھتے بھی ہیں خوش بھی ہو

www.ksars.org

تے ہیں آداب واحترام بھی کرتے ہیں۔ لیکن جب عمل کا وقت آتا ہے تو عمل نہیں ہو تا زبانی جمع خرچ ہے لیکن زبانی جمع خرچ سے نکل کر آپ اپنے اندر کے جو حواس ہیں اس کو نہیں جاگائیں اس کو نہیں بیدار کریں تو اس وقت یہ خلاف حکم رہے گا۔اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہم ماشااللہ اتنے سارے لوگ ہیں کم از کم ایک چیز بھول کر بھی غلط چیز کو غلط نہیں کہتے ہیں، اب سود ہے، اب تو اس کو برائی نہیں سمجھتا بھئی اس کو برا سمجھے گے تو اس کے لئے کچھ تو صلاح ہو گی۔آئندہ کوئی ایسی تبلیغ سمجھ میں آئے گی اللہ تعالی کی دشمنی سے ہم کس طرح نکلیں تو یہ جو آپ نے لکھا ہے کہ صاحب یہ کیوں ہو رہا ہے یہ اس لئے ہو رہا ہے کہ اللہ تعالی کے بنائے ہوئے قوانین پر عمل نہیں کر رہے اور حضور پاک ﷺ نے جو ہمیں طرز فکر عطا کی ہے اس سے ہم بہت دور ہو رہے ہیں اور دعویٰ یہ کر رہے ہیں کہ امتی ہیں تو یہ تو جھوٹ اور منافقت ہے۔

اختتام

www.ksars.org